عربی اسلامی مدارس کا نصاب و نظام تعلیم

اور

عصری تقاضے

(۱)

www.KitaboSunnat.com

مدرسہ سسٹم پر ۱۹۶۸ء کے دھلی سمینار کی روداد: مقالات اور بحث

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

عربی اسلامی مدارس کا نصاب و نظام تعلیم

اور

عصری تقاضے

(۱)

مدرسہ سسٹم پر ۱۹۶۸ء کے دہلی سمینار کی روداد: مقالات اور بحث

www.KitaboSunnat.com

خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیم کار: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵

صدر دفتر:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی ۔ ۱۱۰۰۲۵

شاخیں:

مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، اردو بازار، دہلی ۔ ۱۱۰۰۰۶
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، پرنسس بلڈنگ، بمبئی ۔ ۴۰۰۰۰۳
مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، یونیورسٹی مارکیٹ، علیگڑھ ۔ ۲۰۲۰۰۲

اشاعت : ۱۹۹۵ء
قیمت : ایک سو رُپے

Lahore Islamic University
Book No. 2094
Garden Town Lahore

پاکیزہ آفسیٹ، شاہ گنج، محمد پور روڈ، پٹنہ ۔۶ میں طبع ہوئی ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست

پیش گفتار ۵

عابد رضا بیدار ۸

جناب محمد عبدالسلام خاں ۲۲، ۱۲۵

جناب سید مقبول احمد ۷۳

جناب سعید احمد اکبر آبادی ۸۳

جناب امتیاز علی عرشی ۱۰۰

جناب اخلاق احمد ۱۰۴

جناب موسیٰ جار اللہ ۱۰۸

ڈاکٹر ذاکر حسین ۱۱۳

جناب سید مناظر احسن گیلانی مرحوم ۱۴۵

بحث :

جناب سید اوصاف علی، جناب عبدالرحمٰن کشمیری، ۱۵۶
جناب سعید احمد اکبر آبادی، جناب علی اکبر ترمذی،
جناب عبدالخالق نقوی، جناب عبداللطیف اعظمی،
جناب عبدالحلیم ندوی، جناب قاضی سجاد حسین،
جناب نورالدین احمد، جناب سعید انصاری،
جناب دائم جلالی، جناب محمد شفیع اگوانی،
ڈاکٹر عبدالعلیم۔

ضمیمہ: ۲۰۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

میں آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ موجودہ علماء سے خواہ مقلدین ہوں یا اہل حدیث، میں قطعاً مایوس اور اس کو قوانین اجتماع کے بالکل خلاف سمجھتا ہوں کہ ان کے جمود میں کسی طرح کا تقلب و تحول پیدا ہو۔ راہ عمل صرف ایک ہی ہے یعنی موجودہ بخت دماغوں سے صرف نظر کرکے ایک نئی مخلوقات دماغ و فکر کی پیدا کرنا اس کے لیے مادۂ اولیٰ صحیح اسلامی سوسائٹی کی تولید ہے اور اس کے لیے سب سے پہلے ایک خاص نیا لٹریچر مطلوب ہے اس کے بعد تعلیم و تربیت۔

مکتوب ابوالکلام آزاد بنام محی الدین قصوری
مورخہ ۱۱ نومبر ۱۹۲۲ء
(تبرکات آزاد ص ۲۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشگفتار

یہ مدرسہ سسٹم (نصاب و نظام تعلیم) پر ۱۹۶۸ء کے ایک سمینار کی روداد ہے جو دہلی میں حکیم عبدالحمید صاحب کی صدارت میں منعقد ہوا تھا، اور ڈاکٹر عبدالعلیم نے جس کا افتتاح کیا تھا۔

یہ سمینار اس لیے کیا گیا تھا کہ ہندوستانی قوم کی ایک اہم ملّت میں ایک قابلِ لحاظ تعداد تعلیم کی جس غیر تاریخی راہ پر گامزن ہے، اور جس کے سبب وہ نئے ہندوستان کی تشکیلِ جدید میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لے پا رہی ہے، اس کے موقف، مقصد اور مصالح کا تجزیہ کر کے کوئی نشانِ راہ CORRECTIVE دیا جائے۔

خالص تعلیمی نقطۂ نگاہ سے بھی اس سمینار کی ایک اہمیت تھی جس میں تعلیم کا مقصد، طالب علم کی شخصیت، بچہ کی تربیت اور بہتر تعلیم گاہوں کی تعمیر کے بارے میں اصل بحث کے پیش نظر عمومی طور سے بھی غور کیا گیا اور بڑے مفید مشورے سامنے آئے۔

دینی، اسلامی نقطۂ نگاہ سے یہ اسلام کے ایک اہم ستون، تعلیم کے تنِ مردہ میں جان ڈالنے کی ایک اہم سعی تھی جسے نامشکور کسی طرح نہیں کہا جا سکتا۔

اور عربی زبان و ادب اور علوم عربیہ کی تعلیم کے لحاظ سے بھی اس سمینار کی یہ اہمیت تھی کہ آزاد ہندوستان میں عربی کی روز افزوں بڑھتی ہوئی سیاسی اہمیت کے پیشِ نظر ان درسگاہوں کو اپنے اپنے رول کی بھی خبر دینا تھی۔

بعض امور واضح ہو گئے، لیکن بعض امور ہیں جو اس وقت تک مبہم رہیں گے جب تک اس سمینار کے شرکاء اور اسلامی درسگاہوں کے اکابر کے درمیان ایک نتیجہ خیز مکالمہ نہ ہو۔ اس روداد کی اشاعت، اور اس کے ان اکابر کی نظر سے گزر جانے کے بعد میں امید کرتا ہوں کہ کوئی ایسی مفاہمتی صورت ضرور نکلے گی، کسی نمائندہ اجتماع کی صورت میں یا تحریری شکل میں، جس سے کسی نتیجہ پر پہنچا جا سکے۔

یہ جو اجتہاد کے دروازے بند ہونے کی روایت چلی آرہی ہے، تنقید کے تیر تو سبھی کے ترکش میں تیار رہتے ہیں، پر کبھی آپ نے اس پر اس نقطۂ نظر سے بھی غور کیا کہ یہ اپنے دور کا کیسا جرأتمندانہ اور دانشمندانہ اقدام تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں بتاؤں آپ کو، ہندوؤں کے کاسٹ سسٹم (ذاتوں میں تقسیم) کے سلسلہ میں، جواہر لال نہرو اور بعض دوسرے مفکرین کی یہ رائے ہے کہ دراصل یہ بیرونی (مسلم تہذیب) استیلا سے ہندو سماج کو بچائے جانے کی ایک کوشش تھی، جو اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔

بالکل اسی طرح ہلاکو کے حملہ اور اس سے بھی پہلے مسلم سماج کے شکست و ریخت کے آثار کی نمود دیکھ کر اس وقت کے بوجھ بجھکڑوں نے یہ بہتر سمجھا کہ "اکاؤنٹ فریز" کر دو کچھ نہ کچھ تو بچ ہی جائے گا، ورنہ تو سیلاب میں سب کچھ بہا جا رہا ہے۔ نیت نیک تھی لیکن ظاہر ہے ہمیشگی کے لیے تو نہیں تھی۔ بس اب بہت ہو چکا، اب اپنا راستہ خود نکالیے۔

تو میں کہنا یہ چاہتا تھا کہ جس طرح فقہ میں اجتہاد کا دروازہ بند کر کے رخنے پڑنے کا سدباب کرنے کی کوشش کی گئی، بالکل اسی طرح علوم اسلامیہ کے سلسلہ میں ہوا کہ نئی نئی ہواؤں سے نئے نئے ضرر پہنچنے کے اندیشے دیکھ کر اجتہاد کے دروازے بھی بند کر دیے گئے، یعنی کتابیں متعین کر دی گئیں جو اس وقت تو بظاہر ایک صریح حماقت سی لگتی ہے کہ مضمون کی جگہ کتابیں متعین ہوں، لیکن یہ سب تھا اسی سلسلہ کا سوچا سمجھا دانشمندانہ اقدام!

گب اور بادین نے (اسلامک سوسائٹی اینڈ دی ویسٹ : I/T.7.109) اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ میرے مفہوم سے زیادہ دور نہیں ہے:

"تعلیمی عمل کو استاد اور شاگرد دونوں اس سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے تھے کہ ایک علم کی متعین مقدار حاصل ہو جائے، اور طے تھا کہ یہ سارا علم ایک معلوم مقداروں اور قطعی متعین حدود میں موجود ہے، معلوم مقدار نہ سہی، معلوم کیا تو جا سکتا ہے ....

تعلیم کے سامنے اب یہ امر بھی نہ رہا تھا کہ سماج کو اپنے نصب العین کی سمتوں میں ڈھال سکنے کی کوئی ایسی بنیاد، بس سماج کو روایت کا پابند بنا کے بکھر جانے سے البتہ روکے رکھ رہی تھی ... اور اب چونکہ یہی طے سا ہو گیا تھا کہ انتشار و انحلال اور معاشی زوال کے دور میں مسلم سماج کو انتشار سے بچانے کی ذمہ داری ان کی ہے، تو ظاہر ہے مدرسوں کے منچالک، دانشوروں کی مہم جوئی کا انداز اختیار کر کے اتنا بڑا رسک تو نہیں لے سکتے تھے، اس لیے ہمارے خیال میں اس تعلیم کے سماجی رول کا (جو ماضی میں رہا ہے) اعتراف کر لینا چاہیے۔"

ہندوستان میں انگریزی دور کا باقاعدہ آغاز ۱۸۵۷ء سے ہوا۔ یہاں اس سے پہلے جا بجا مدرسے قائم تھے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن، اس کے بعد سے تو ایسا لگتا تھا جیسے آندھی، طوفان، اور سیلاب نے چاروں طرف سے گھیر لیا ہے، جیسے اپنا سب کچھ اس میں اُڑ اور بہہ جائے گا، اگر کچھ کیا نہ گیا؛ اور پھر جلدی جلدی ملّت کے خیر خواہوں نے ایک تو خود مغربی علوم کا اعلیٰ تعلیمی مرکز علی گڑھ میں قائم کر دیا، اور دوسرے انداز کے سوچنے والوں نے گاؤں گاؤں اسلامی عربی تعلیم کے لیے مدرسوں کا ایک جال بچھا دیا۔ آج ہم اُن دردمند دلوں کی سادہ لوحی پر لاکھ تنقید کریں، لیکن میرے پچھلے بیان کیے ہوئے اقدام کی مانند یہ بھی اتنا ہی پُرخلوص اور اہم کام تھا جس میں نیت بھی بخیر تھی اور ایک خاص حد تک جس نے مغرب پرستی میں توازن لانے کا کام بھی انجام دیا (جیسے دوسرے رُخ سے اکبر کی شاعری نے)۔

لیکن پچھلے اقدام ہی کی مانند اس اقدام کو بھی ہمیشگی تو نہیں دی جا سکتی۔ آج بھی ہمارے لیے علی گڑھ بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا دیوبند۔ لیکن دونوں کے موقف، طرزِ فکر، اور اسی طرح طرزِ تعلیم و تحقیق میں انقلابی تبدیلیوں کو میں نہیں کہتا، کم سے کم اصلاح تو ضروری ہے ہی، ایسی کہ:

ایک تو دونوں ایک دوسرے کے حریف کے بجائے حلیف بن جائیں! دوسرے یہ کہ، دونوں کے زائیدہ فاضل، قوم کے لیے بوجھ نہ بنیں، بلکہ سرمایۂ افتخار!!

عابد رضا بیدار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عابد رضا بیدار

برقے کہ بخود بپیچد، میرد بسحاب اندر

یہ مسئلہ زیر بحث کیوں آیا؟

ایک تو اس لیے کہ اب یہ ایک عام خیال ہو گیا ہے کہ عربی و اسلامی مدارس کے فارغ التحصیل طلباء اپنے سماج کے لیے تو فائدہ بخش عنصر بننے کے بجائے طفیلیے (PARASITES) بنجاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ انہی مدارس کے زائیدہ عناصر ہوتے ہیں جو ہر اس اقدام کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں، جو بنی نوع کی ترقی کے لیے اٹھایا جاتا ہے۔ تیسری اور آخری بات یہ ہے کہ اب ان مدارس سے نہ کوئی شاہ ولی اللہ پیدا ہوتا ہے نہ ابن سینا، نہ غزالی، نہ ابن رشد۔ ان طلبہ میں نہ وسعت نظر آپاتی ہے نہ جرأت افکار نہ مستی کردار۔ یہ ابو حنیفہ اور شافعی کو پڑھتے چلے آرہے ہیں مگر خود ان میں کوئی ابو حنیفہ کوئی شافعی، نہیں پیدا ہوتا۔ نئی فکر یا ذاتی تفکر کے نام سے کانپتے ہیں اور (INITIATIVE) لیتے ہوئے ڈرتے ہیں اور لوگوں میں تقلید جامد، غیر سائنسی خیالات اور مذہب کے نا تربیت یافتہ تصور کو پھیلانے میں ایک وسیلہ ثابت ہوتے ہیں۔

یہ سب کیوں؟

ان کا اس طفیلی پن، اس ظلمت پسندی اور اس جامد تقلید کے کچھ اسباب ضرور ہیں۔ کچھ کمی ہے اس نظام و نصاب میں، اس طریق درس و تدریس میں جو ہمارے یہاں قریب ترین دور سے اور اپنی بالکل موجودہ ہیئت میں کم سے کم عہد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اورنگ زیب سے شروع ہوتا ہے۔ اس کمی کو دور کرنے کے لئے مکمل اوور ہالنگ (OVER-HAULING) کی ضرورت ہے یا معمولی مرمت سے کام چل جائیگا؟ پچھلے اصلاحی اقدامات میں ندوۃ العلماء — یا میر عرب مدرسہ بخارا یا اتزہ ترین، جامعہ زیتون اور جامعہ ازہر اصلاحی قانون، کیسے رہنما بنایا جا سکتا ہے؟

اور سب سے بڑھکر یہ کہ کیا دینی و دنیوی تعلیم کی تقسیم چلتی رہے گی؟ تہذیب اسلامی کو ارتقا کے کسی دور میں جانے کس خدا کے بندے نے جان و تن کی دوئی کی غلط اندیشی کی ابتدا کر دی جس نے تعلیم کے میدان میں علم الادیان اور علم الابدان کی بنا ڈالدی، ایسی کہ دونوں ایک دوسرے کا منھ دیکھنے کے بھی روادار نہیں رہے کیا واقعی علوم کو مادی اور روحانی حصوں میں بٹا رہنے دینا چاہیئے؟ خود علم الادیان کی تفہیم کی خاطر ہی ان ناگزیر علوم کا مطالعہ کیا ضروری نہیں ہے جو TOOLS کا کام دیں گے؟

ہمارے مفکروں میں ایک طبقہ کا خیال ہے کہ اس نظام تعلیم ہی کو یکسر پلٹ دینا چاہیئے کہ یہ قطعی ناکارہ ہو چکا ہے۔ دوسرے طبقہ کا خیال ہے کہ اسے جوں کا توں برقرار رکھنا چاہیئے کہ اس کی اپنی ایک افادیت ہے اور یہ کہ روزگار کا جہاں تک تعلق ہے تعلیم کو ذریعہ معاش بنانا ضروری نہیں اور — اس تعلیم کے بعد، جیسے کسی دوسری تعلیم کے بعد — کوئی بھی آزاد پیشہ اختیار کیا جا سکتا ہے کوئی ہنر بھی سیکھا جا سکتا ہے! وغیرہ،

اور ایک تیسرا طبقہ ہے جو اس نظام میں اصلاح کر کے اسے برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

انسانی شخصیت اپنے اظہار کے نئے ایسی بے چین واقع ہوئی ہے کہ محض بہانے ڈھونڈھتی ہے یہ بہانے اسے تعلیم و تربیت میں علوم و فنون میں مل جاتے ہیں۔ دنیا میں سب کوئی تو سب کچھ کرنے سے رہے لیکن جو جس میدان میں نکل گیا اور وہ اس کی طبیعت کے مناسب حال بھی ہو گیا تو وہی اس کے جوہر کا نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا باعث بھی بن جاتا ہے (جس نے جو عالم بنا ڈالا وہ اس کا ہو گیا) اس میں نہ کسی ایک کی فضیلت کو دخل ہے نہ کسی دوسرے کی حقارت کو، کوئی علم یا فن نہ بہ ذات خود بڑا ہے نہ چھوٹا۔ شخصیت کے امکانات بقدر اس علم یا فن میں گہرائی گہرائی یا وزن بھی ہوتا ہے: یعنی، ہر علم اور فن شخصیت کے لئے ایزیری جلا کا کام کرتا ہے کہ وہ جوہر ہے اور تعلیم محض عرض۔ اہم چیز جو ہے وہ تو شخص ہے نہ کہ اس کا لباس جو اس نے تعلیم کے نام پر پہن رکھا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر شخص کی شخصیت ہر علم یا ہر فن میں نہیں چمک پاتی۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا، اس کے لئے مناسبت یا ذہنی موافقت ضروری امر ہے یا پھر شاید یہ بات ہو کہ: ہر شخص کی شخصیت بھی تو نہیں ہوا کرتی۔ مکھی مچھر بھی تو خدا ہی کی مخلوق ہیں۔ دسویں درجہ اور اس سے پہلے گاندھی جی کے جو جو ہم مکتب تھے ان میں سے کتنوں کے نام آج ان کے شہر والے بھی جانتے ہیں!! ذاکر حسین کلاس اور بی اے کے ساتھیوں میں کتنوں کو آج علی گڑھ بھی جانتا ہے!!

غرض اس سے نہیں کہ کوئی علم و فن کی کس شاخ میں اختصاص حاصل کر رہا ہے اصل چیز اس علم و فن کی تعلیم و تدریس کا پیرایہ اور نظام کار ——— اور اس سے بھی بڑھ کر زندگی کے ساتھ اس کا ربط ہے ایلوپیتھی کو لازماً طب یونانی پر فوقیت نہیں ہے لیکن یہ اس وقت جب طب یونانی میں کسی مسیحا نفس کی بدولت نئی زندگی کی لہر دوڑ چکی ہو۔ اور وہ جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ہو چکی ہو۔ اجمل خاں نے یہی کرنے کی ایک کوشش کی تھی۔ اردو ادبیات کا پروفیسر لازماً زندگی میں بظاہر کام آنے والے معتبر قسم کے مضامین کے پروفیسروں سے کمتر نہیں ہوا۔ وہ کبھی کبھی ——— جب اس مضمون سے شخصیت ہم آہنگ ہو جاتی ہے تو ——— رشید احمد صدیقی بن جاتا ہے جو علی گڑھ کے عہد اخیر کی آبرو کا ایک پائندہ نشان بن جاتا ہے عربی کا فاضل لازماً ملائے مکتبی ہی نہیں ہوتا ڈاکٹر عابد علیم بھی بن جاتا ہے احمد دیبا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا حصول لازماً دو رکعت کا امام ہی نہیں بنتا پاکستانی سیاست اور اسلام کا ایک اہم نام ابوالاعلیٰ مودودی، اور ہندوستانی سیاست اور اسلام کا ایک سرکردہ نام ابوالکلام آزاد بھی بن جاتا ہے کبھی کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ تعلیم کسی چیز کی ہوتی ہے اور شخصیت اپنا وسیلۂ اظہار کسی اور ڈھونڈتی ہوتی ہے بطب کا فاضل براؤن، ادبیات فارسی میں افلاطون کا ماہر عبدالودود ادبیات اردو میں!! اقتصادیات

کا ماہر ذاکر حسین تعلیمات اور اخلاقیات میں!!!

بالآخر شخص اہم ہے نہ کہ ذریعہ! ــــ ذریعہ تعلیم!!

اس لئے یہ قدیم مدارس عربیہ و مشرقیہ و اسلامیہ کوئی ایسی چیز نہیں جسے ہم بالکل از کار رفتہ قرار دے کر میوزیم میں بھیجنے کا سامان کرنے کی بات سوچیں۔ انہی مدارس نے ہند اسلامی کی ممتاز غیر معمولی اور عظیم شخصیتوں کو جنم دیا۔ لیکن اب بدلتے ہوئے حالات کے ساتھ ان میں بعض اصلاحیں، ترمیمیں، اضافے اور تبدیلیاں ناگزیر ہیں۔ اگر بدستور ان سے بڑی شخصیتیں ایک بڑی تعداد میں ڈھالنے کا کام لیا جانا جاری رکھنا ہے! بدلتے ہوئے حالات سے مراد نئی آگہی۔ علوم کے نئے ابعاد اور تعلیم و تدریس کے نئے طریق کار ہیں۔

مقصود صرف نئے ابعاد، نئی جہتوں، نئے امکانات اور نئی بصیرتوں سے آشنا کرانا ہے۔ جن سے آپ آنکھیں موند لیں قرآن کے وجود کو جھٹلانے کا یہ کوئی معقول ثبوت تو نہیں ہوگا، وہ تو زمانے کے ساتھ ساتھ آپ کے وجود کو جھٹلا دیں گی ــــ اور کیا ایسا ہو نہیں رہا ہے!!!

قبل ازیں جو لوگ اس بارے میں سوچتے اور لکھتے رہے ہیں ان میں عہد جدید بات غالباً شبلی سے شروع ہوتی ہے جنہوں ۱۹۰۴ء میں سب ایسی بنیادی حقیقتوں کو پا لیا تھا جو آج بھی بہتوں کی [illegible] ہیں ان سا تھیا [illegible] نظام [illegible]

[illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں نہ کہ علوم۔ آزادانہ کے بجائے پابند نظر کی تخلیق اور علوم دینی اور اسی حد تک جو یونانیوں سے عربوں نے لئے تھے۔ اس کے بعد جو ترقی ہوئی اس سے قطعی ناواقفیت۔

آصف فیضی نے اپنی تنقید میں جن مضامین کو شامل کرنے پر زور دیا ہے ان میں تقابلی مذاہب کا جدید علم خاص طور سے قابلِ ذکر ہے۔ انہوں نے سامی زبانوں اور اہم جدید زبانوں کا شمول بھی ضرور قرار دیا ہے۔

ابوالحسن علی ندوی نے جو کچھ لکھا ہے وہ اس سلسلہ کی تازہ ترین فکر سمجھنا چاہیئے۔ اس کی اس لحاظ سے بھی اہمیت ہے کہ وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ناظم بھی ہیں اور دنیائے اسلام میں درجۂ اوّل کے مفکر بھی سمجھے جاتے ہیں۔

"کسی ادارے یا کسی زندہ جماعت کے لئے اپنی عمر میں صرف ایک بار حقیقت پسندی سے کام لینا، مادی نظام کے اندر ضروری تبدیلی پیدا کرنا اور اپنے آپ کو ہم آہنگ بنا کر جینے کی کوشش کرنا کافی نہیں...... کسی ادارے کی افادیت، عملی زندگی میں اس کا مقام اور وہ رول جو وہ ادا کرتا ہے تنہا اس کی حیات کا ضامن نہیں ہے
... تعلیم کی موجودہ ثنویت یا دوئی غیر اسلامی اقتدار کے عہد کی بدعت ہے۔ پہلے ہمارا نظامِ تعلیم وحدانی اور سالمیت پر مبنی تھا۔ ہمارا قدیم نصابِ تعلیم جس کی درس نظامی نمائندگی کرتا ہے، مسلمانوں کے عہدِ حکومت میں ملک کا واحد نظامِ تعلیم اور ثقافت و ذہنی تربیت کا واحد ذریعہ تھا یہ جہاں محدث، فقیہ اور مدرس تیار کرتا تھا، وہاں سول سروس کے عہدہ دار اور ارکانِ سلطنت بھی مہیا کرتا تھا۔ اس درس کی پیداوار جس طرح ملا محب اللہ بہاری اور ملا عبدالحکیم سیالکوٹی تھے اسی طرح علامہ سعد اللہ وزیر سلطنت بھی تھے۔ یہی حال دوسرے ملکوں میں بھی تھا کہ دینی و دنیوی تعلیم کے دو الگ الگ نصاب اور نظام نہیں تھے چنانچہ سب کو معلوم ہے کہ مشہور ریاضی داں شاعر عمر خیام اور سلطنت سلجوقیہ کا وزیر باتدبیر نظام الملک طوسی دونوں ایک ہی حلقۂ درس کے شریک اور ایک ہی تعلیم کے پیداوار تھے۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتنا کچھ لکھنے کے بعد اپنی اصلاحی تجاویز اس طرح دی ہیں:

"• پرائمری اور مڈل کے مرحلے تک ایسا مشترک نصاب تعلیم بنے جو تمام مسلمان بچوں کے لئے قابلِ استفادہ ہو۔ اور جو ان کو اسی معیار کی تعلیم دے جس کے حصول کے لئے ان کو سرکاری مدارس اور اسکولوں کا رخ کرنا پڑتا ہے اس اضافے کے ساتھ کہ اس میں دینیات کا عنصر نمایاں ہو۔ اخلاقی اور دینی تربیت کے لیے بہتر ماحول اور تعلیمی نتائج عام سرکاری اسکول سے بہتر ہوں۔

• اس مرحلے کے بعد ثانوی تعلیم کے ساتھ جدید ضروری مضامین سائنس، جغرافیہ، تاریخ اور انگریزی وغیرہ کی تعلیم ہو۔ اس مرحلے کے بعد اب طلباء میں پوری احتیاط اور دقتِ نظر کے ساتھ انتخاب کیا جائے جو لوگ اس تعلیم پر اکتفا کرنا چاہیں وہ دوسرے میدانوں کی طرف رخ کر سکتے ہیں اگر مزید تعلیم کے لئے اسکولوں اور کالجوں کا رخ کرنا چاہیں تو وہ ایسی حالت میں وہاں جائیں گے کہ وہ ضروری دینی واقفیت حاصل کر چکے ہوں گے۔ ان کے ذہن میں ایک بنیاد پڑ چکی ہو گی عربی سے ان کو ایسی مناسبت پیدا ہو چکی ہو گی کہ وہ اگر اپنے آئندہ تعلیمی مرحلے میں عربی کو بطور زبان کے لینا چاہیں تو وہ اس میں دوسروں کے مقابلے میں زیادہ کامیاب رہیں گے۔

• اس مرحلے کے بعد عربی تعلیم (علوم دینیہ) کو جاری رکھنے کی اجازت صرف ان لوگوں کو دی جائے گی جن کے اندر ذہانت، عربی علوم کی تکمیل کی صلاحیتیں اور شوق و ولولہ پایا جائے اور وہ دینی علوم کی خدمت کو اپنا   بنانے پر آمادہ اور تیار ہوں اور جو دلی لگن اور یکسوئی کے ساتھ اس سلسلہ کی تکمیل کر سکیں۔"

(ندوۃ العلماء کا کتابچہ ص ۶۷ — ۶۹)

لیکن مولانا سے پہلے ایک بہت وسیع النظر عالم جس کی فراستِ ایمانی کی داد کچھ آنے والا زمانہ ہی دے سکے گا، اس نے اس موضوع پر ایک بیش بہا کتاب بھی لکھی ہے، ۱۹۳۶ء میں اس نے اپنی فکر کا نچوڑ اس طرح لکھا تھا:

ـــــ کہ نیا ہندوستان پیدا ہو چکا ہے اور پیدا ہو رہا ہے اس وقت جو ـــــ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس ملک میں محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کی خدمت کا فرض ادا کر سکتے ہیں۔ جو آنے والے حالات سے مناسبت پیدا کرنے کے لئے ذرائع سے اپنے آپ کو مسلح کر رہے ہوں۔ سوچنے کی بات ہے، اسلامی علوم کو ہندی قالب اور ہندی مزاج کے مناسب بنانے کے لئے کیا کرنا چاہیئے؟ ضرورت ہے کہ اس سوال کی اہمیت کا اندازہ کیا جائے اور "فانفروا اخفافاً و ثقالاً" جس سے جیسا ممکن ہو اپنے آپ کو تعلیمی زندگی کے مغتنم دور میں تیار کرلے۔

ہندوستان سے باہر اسلامی درسگاہوں میں جو اصلاحیں ہوئی ہیں ان میں سوویت وسط ایشیا کی اصلاحیں اس لحاظ سے مفید مطلب نہیں ہیں کہ وہاں ان لوگوں کا مقصد امام اور موذن ہی تیار کرنا ہے تاہم قابل ذکر بات یہ ہے کہ انہوں نے حدیث و تفسیر، لغت، صرف و نحو، قرارت و تجوید اور اصول دین کے بنیادی مضامین کے ساتھ ساتھ، تاریخ جغرافیہ، حساب، روسی زبان، مادری زبان، اور سوویت دستور کے مضامین بھی چار سالہ کورس میں شامل رکھے ہیں (اوریتیو مادرنو: اگست ۶۵۴)

ٹیونس کی مشہور اسلامی درسگاہ جامعہ زیتونہ کی کایا پلٹ البتہ قابل ذکر ہے وہاں کے لوگوں کا اصرار تھا کہ تاریخ قانون، تاریخ مذاہب، عمرانیات، تاریخ عرب، تاریخ عالم، مسلم فلسفہ، طبیعیات، کیمسٹری اور ریاضیات کے ساتھ کوئی ایک بیرونی زبان بھی نصاب میں شامل رہے اور یہ کہ یہ سب علوم باہر سے ماہرین آکر پڑھائیں۔

معمولی پیوندکاری چلتی رہی تا آنکہ ۱۹۵۶ء میں جب آزادی ملی تو فوراً پرائمری اور سیکنڈری حصے جامعہ سے الگ کر دیئے گئے اور مسجد کے بجائے وزارت تعلیم کے تحت ان کی خود مختار حیثیت کر دی گئی۔ زیتونہ خود بھی ایک پبلک ادارہ ہو گئی جس کا ناظم حکومت مقرر کرنے لگی۔ اور اس کی حیثیت دینیات کے مطالعہ کیلئے ایک فیکلٹی کی سی ہو گئی جس میں ایک زبان و ادب عربی کا شعبہ تھا ایک تربیتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلامیہ کالج جب ۱۹۶۰ء میں ٹیونس یونیورسٹی وجود میں آگئی تو زیتونہ اس کی ۶ فیکلٹیوں کے منجملہ دینیات اور علوم مذہبی فیکلٹی کے نام سے نئے دور میں داخل ہوئی نصاب میں تاریخ مذاہب، تاریخ فقہ، تاریخ تونس باقاعدہ داخل ہو گئے۔ اور زبانوں میں یونانی اور فارسی — اور فرنچ یا انگریزی میں سے کوئی ایک۔

اکتوبر ۱۹۶۱ء کے قانون کی رو سے دینی تعلیم کے لئے دیا جانے والا وقت تو کم کر دیا گیا لیکن مواد بڑھا دیا گیا۔ قانون کی تشریح میں تفصیل سے بتایا گیا کہ تونس اسلامی روایات سے وابستہ ملک ہے اور یہ روایات قائم رکھنی ہیں اس لئے یہاں پہلے سال سے بچہ کو روحانی ماحول مہیا کیا جائے گا جس سے مذہب کا رول اور قدر و قیمت پہچاننے میں آسانی ہوگی۔ اسے اسلام کی بنیادی باتیں، اور عمل کرنا سکھایا جائیگا اب تک کی روش کے برخلاف صرف حفظ قرآن کافی نہیں سمجھا جائے گا۔ بلکہ تفسیر قرآن بھی، اور اس سے بھی آگے یہ بھی کہ اسے زندگی میں کیسے برتا جائے تاکہ قرآن سے محبت بھی ہو اور لفظی کج بحثیوں سے بھی نجات ملے۔ پھر یہ کہا گیا کہ سیکنڈری مرحلے پر مطالعہ دین کے سائنسی طریقہ کار پر زور ہونا چاہیے جس میں سماجی نفسیاتی اور اخلاقی عوامل بھی زیر مطالعہ رہیں مختصر یہ ہے کہ گویا افکار اسلامی کا ایک عمرانی مطالعہ ہو یعنی SOCIOLOGY OF RELIGION -

بالآخر اس بنیاد پر نظام و نصاب کی نئی تشکیل ہوئی اور ۲ سالہ لائسنس کورس، ۳ سالہ ڈپلوما کورس، اور ۴ سالہ ڈگری کورس طے پایا۔ ڈگری کلاس کے طلبا پہلے دوسرے سال فلسفہ، لسانیات، تاریخ، ایک بیرونی زبان — اور قرآن و حدیث؛ اور تیسرے چوتھے سال میں قرآن و سنت کے ساتھ افکار اسلامی فلسفہ، تاریخ مذاہب، فرق اسلامیہ تصوف اور تاریخ میں تخصص — یا پھر اصول فقہ، تاریخ فقہ میں تخصص جس کے ساتھ سوشیالوجی کے ادارے اور تاریخ ضروری رکھدی گئی (مسلم ورلڈ: اپریل ۶۹ء)

ان سب اصلاحوں میں ایک شعوری مقصد واضح ہے: یہ کہ پیوند کاری بیکا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے، یہ کہ چند گھنٹوں کے لئے سائنس کی ابتدائی تعلیم دے کر دینیات کی فیکلٹی کو جدید نہیں بنایا جا سکتا! یہ کہ دینیات جو نئے سوال پوچھتی ہے۔ اب تو ان کے لئے ایک نئی اپروچ درکار ہے: دین و دانش میں کیا رشتہ ہو، حدیث کے مطالعہ کے لئے روایتی اور جدید سائنسی طریقہائے کار میں کیا ربط ہو، الوہیت اور وحی، مذہب اور فلسفہ دونوں کے نقطۂ نظر سے اب کس طرح سمجھ میں آتے ہیں، مصری، یونانی، رومی علم الاصنام اور ہندو مذہب، بدھ مذہب، کنفیوشس کا دین اور عیسائیت کا مطالعہ ـــــ یہ سب اس نئی آگاہی کی نشاندہی کرتی ہیں کہ نئے علوم سے اسلام کو کیسے مربوط کیا جائے! اور کیسے اس کی تشکیلِ جدید کی جائے!!

ازہر کا قانون اصلاح سب سے زیادہ اہم اور دور رس نتائج کا حامل ہے۔ ازہر کو عالم اسلام میں ایک ممتاز دینی درسگاہ کی حیثیت سے جو احترام حاصل رہا ہے اس کی وجہ سے اس کے اندر کسی بھی نئی تبدیلی کا جلد یا بدیر اسلامی معاشرہ پر اثر پڑنا لازمی ہے یہ قانون بھی ۱۹۶۱ء ہی میں بنا (مڈل ایسٹ جرنل: ۱۹۶۶ء)

ازہر کے سلسلہ میں نئے مصر کے مفکروں کا کہنا تھا کہ اس نے جو ایک عرصہ تک بیرونی دباؤ کے مقابلہ پر اپنے کو ریزرو کر کے بچائے رکھا، اب جب اس ریزرویشن کی ضرورت باقی نہیں رہی ہے اور زندگی اس کے چاروں طرف پوری قوت سے ابل پڑی ہے، نئے تقاضوں سے ہم آہنگی اس کے لئے ضروری ہو چکی ہے تاکہ وہ دین کا بھی دفاع کر سکے اور اسلامی ورثہ کی بھی حفاظت کر سکے۔ مسئلہ اس طور پر سامنے آیا تھا کہ جدید یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل دنیا بھر کے بارے میں جانتے تھے، مگر مذہب کے بارے میں کورے ہوتے تھے، دوسری طرف ازہر والے دینیات کے بارے میں بہت کچھ جانتے تھے مگر دنیا کے علوم میں کورے ہوتے تھے یعنی سماج سے الگ تھلگ تو کیا ہو؟ تغیر اور مثلاً میٹھ بین کا ساتھ ساتھ کیسے جائے؟ سوال طالب علم کے نئے کام کے قابلِ برداشت بوجھ کا بھی تھا!

ازہر اصلاحی قانون نے مندرجہ ذیل امور کو اپنا ہدف بنایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱) ایسے اسکالر پیدا کرنا جو علوم دینی سے واقف ہوں لیکن عملی علم و تجربہ سے بھی، تاکہ آئندہ کے لئے دین ان کے لئے پیشہ یا روزی روٹی کا تنہا ذریعہ بننے سے رہ جائے۔

(۲) ازہر اور دوسری جامعات کی حد بندی ختم کرنا تاکہ ازہر والے علم و عمل کے تمام میدانوں میں مساوی طور سے مسابقت کر سکیں۔ (۳) علم و تجربہ کی یکساں مساوی مقدار ازہریوں کو بہم پہنچانا تاکہ وہ دانشوری اور نفسیاتی طور سے بھی دوسرے فرزندان مصر سے کسی جگہ پیچھے نہ ہوں۔

نئے مصر کے مصنفین کا خیال ہے کہ ازہر کی اس اصلاح کے بعد مذہب جو پیشہ بننے سے بچ گیا ہے تو اس کی تجارت بھی اب آسانی سے نہ ہو سکے گی دوسرے یہ کہ سماج سے کٹے ہونے کا احساس بھی ختم ہو جائے گا۔ اور تیسرے یہ کہ باہر کے ہزاروں طالب علم اب جب یہاں سے نکل کے اپنے اپنے ملکوں میں جایا کرینگے

تو اپنے سماج کا قابل قدر حصہ بنا کریں گے نہ کہ ایک قابل نفرت بوجھ! ازہر جو عوام کی زندگی اور ان کے مسائل سے تعلق کھو چکی تھی، مصری قائدوں کا خیال ہے تعمیر نو کے اس منصوبے سے ازہر کا قدیم مرتبہ واپس آ سکے گا اور ماضی اور حال کا رشتہ مضبوط تر ہو سکے گا۔ مشہور عالم شیخ محمود شلتوت نے اس سلسلہ میں بہت دلچسپ بات کہی ہے کہ نئے قانون کا منشا یہ ہے کہ "علماء اسلام کی خاطر جئیں نہ کہ اسلام کے ذریعہ" ازہر کے مرکز نے اس میں سلف کی تعلیم اور دینی روح کی بازیافت دیکھ لی ہے اور بتایا ہے کہ جس طرح عہد گذشتہ میں کوئی عالم ایسا نہیں ہوتا تھا جسے محض عالم دین سمجھا جاتا ہو۔ اسی طرح اب عالم کا مطلب علوم کو جاننے والا لیا جایا کرے گا نہ کہ عالم دین۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عالم علم دین پر بھی دوسرے علوم کی طرح حاوی ہوا کرے گا۔

یہ بات بھی بطور خاص سامنے لائی گئی ہے کہ رسول کریمؐ عام زندگی کا ایسا ہی کام کاج اور بوجھ بار سنبھالے ہوئے تھے جیسے کوئی بھی دوسرا شخص؛ اور یہ کہ اسلام کبھی بھی بطور پیشہ ہمارے اسلاف کی خدمت گزاری پر مامور نہیں ہوا!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

" آپ سے اپیل کی جاتی ہے کہ مسجدوں کو علم کے مینار وں میں تبدیل کر دیجئے مسجدوں کو صرف نمازوں کے لئے مختص سمجھنا غلط ہے "، مصر یوں کے نام اس اپیل نے اگر واقعی اثر کیا تو بہت قلیل عرصے میں کایا پلٹ جائے گی۔ اس دوران میں مصری دانشوروں میں بحث جاری ہے کہ کیوں نہ علماء کے طبقہ کو سرے سے بالکل ختم ہی کر دیا جائے! اور یہ کہ مستقبل میں علمائے دین نہیں ڈاکٹر، انجینئر، وکیل ہوں جو دین پر بھی حاوی ہوں۔

ازہر کی تنظیم نو میں قدیم نصاب و نظام کو دو فیکلٹیوں میں بانٹ دیا ہے: علوم اسلامیہ ـــــ اور علوم عربیہ۔ اور میڈیسین، بزنس ایڈ منسٹریشن، انجینئرنگ اور دوسرے کرافٹ، اور زراعت کی مزید فیکلٹیوں کا اضافہ کر دیا گیا ہے اس طرح ازہر مصر کی دوسری یونیورسٹیوں کے مساوی مرتبہ کی ملک کی پانچویں یونیورسٹی بن گئی ہے۔

ازہر اور زیتونہ جیسی تاریخی اسلامی درسگاہوں میں انقلابی تبدیلیاں آچکی ہیں اور پھر دنیا اس عرصہ میں کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے اور آخری بات یہ کہ اپنے ملک میں خود مختارانہ طور پر ہمیں اصلاح کے پورے مواقع حاصل ہیں ــ شاید بعض اعتبارات سے اسلامی ممالک سے بھی زیادہ! تو، گردوپیش کو نظر میں رکھتے ہوئے دنیا میں سائنس اور ٹکنالوجی کی ترقی کو دیکھتے ہوئے عالم اسلامی میں تحریکوں کا مطالعہ کرتے ہوئے ـــــ اور ہندوستانی مسلمانوں کو کارآمد مفید اور مہذب شہری بنانے کا نصب العین پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں اپنی اسلامی درسگاہوں کے نظام و نصاب میں کچھ ضروری تبدیلیاں لانی ہیں:

(۱) قرآن وسنت کے ساتھ تقابلی مذاہب کا مطالعہ؛ علی گڑھ انداز کی جنرل ایجوکیشن؛ کم سے کم ایک مغربی زبان کم سے کم دو اسلامی زبانیں؛ تاریخ تہذیب اسلامی؛ تاریخ علوم اسلامی؛ کسی ایک علم اسلامی میں اختصاص ـــــ یہ کم سے کم درجہ پر وہ متعلقہ علوم ہیں جن کا شمول ناگزیر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۲) ذریعہ تعلیم بہتر ہے کہ اردو کو بنایا جائے۔

(۳) مکتبوں کا درجہ رکھنے والے اداروں کی میں بات نہیں کرتا۔ ساری بڑی اسلامی درسگاہوں کو مفید اعلیٰ تعلیم کے اداروں کا درجہ دے دیا جائے اور ایک ایک مرکز ایک ایک علم کی اختصاصی تعلیم کے لئے طے پا جائے۔ چھوٹے درجے والے اداروں کو ہائی اسکولوں میں تبدیل کر دیا جائے اور رائج الوقت ہائی اسکول نصاب کو اپنا کر اپنے موجودہ نصاب کے ساتھ اس طرح جوڑا جائے کہ طالب علم پر اسکی سکت سے زیادہ بوجھ نہ پڑے۔ دوسرا بدل (ALTERNATIVE) یہ ہے کہ ان میں (MULTI-PURPOSE) سسٹم چلایا جاتے اور انڈسٹریل ٹریننگ سینٹر کے طور سے کام میں لایا جائے جہاں ان سارے پیشوں کی تعلیم دی جائے جو دوسری جگہ سکھائے جاتے ہیں۔

ان سارے اداروں کو ایک نظام میں پرو دیا جائے اور اس کے لئے ایک کونسل بنائی جائے۔

(۴) مسلم اوقاف کا سرمایہ ان اداروں کی مستقیم مالی حالت کا سدھار نے کے لئے کام میں لایا جائے۔

۱۹۵۰ء کے ایک اندازے کے مطابق ہندوستان میں قدیم انداز کی ۸۸ بڑی درسگاہیں موجود ہیں جن میں درس نظامی دیا جاتا ہے ان میں سب سے اہم دیوبند ہے جس میں ہزار بارہ سو طلبا تعلیم پاتے ہیں جو ایشیا کا ازہر کہلاتا ہے۔

۱۶۹۳ء میں اورنگ زیب کے زمانے میں فرنگی محل میں اس سلسلہ کی بنیاد پڑی جو معمولی ترمیم و اضافے کے بعد قدیم درس کی توثیقی شکل ہے۔ ملا قطب الدین، ملا نظام الدین اور عبدالعلی بحر العلوم کا یہ فرنگی محلی سلسلہ "درس نظامی" ہندوستان کا سب سے زیادہ متداول نظام تعلیم ہے جو مندرجہ بالا بڑی درسگاہوں کے علاوہ تقریباً پھیلے ہوئے مکاتب اور چھوٹے مدرسوں میں بھی جزئی طور پر یا بعض غیر اہم ترمیموں کے ساتھ جاری و ساری ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا قابل ذکر سلسلہ ندوۃ العلماء کا ہے جس کی بنیاد انیسویں صدی کے آخر میں سرسید کی علی گڑھ تحریک کے ردِ عمل یا ایک خوشگوار اثر کے طور پر پڑی لیکن واقعہ یہ ہے کہ جس اصول پر اس کی بنیاد پڑی تھی کہ قدیم و جدید کو آمیز کیا جائے؟ نصاب سازی میں قدیم ذہن اس قدر حاوی رہے کہ جدید کا کما حقہ تصور ہی پیدا نہ ہو پایا۔ اور نتیجہ میں معمولی پیوند کاری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکا۔ عربی ادب کا ذوق زیادہ عام ہو گیا، عربی بولنے کی مشق زیادہ ہو گئی اردو اخبار نویسی اور دینی علمی اداروں میں یہاں کے فارغ التحصیل طلبار کی کچھ کھپت ہونے لگی، لیکن اس کے آگے کچھ نہیں۔ ہمیں زیادہ سے زیادہ اتنا ہو گیا کہ خود علمار میں ایک ELITE طبقہ پیدا ہو گیا۔ لیکن مجموعی طور سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی، سمجھائے کہنہ کا ! داں کنند اول آں بنیاد را ویراں کنند، رومی کے اس انقلابی تصور کا یہاں بھی کوئی سوال نہیں اٹھا!

تصنیفی صورت میں ہمارے مفکروں نے رائج نظام و نصاب کے سلسلہ میں اب تک جو کوششیں کی ہیں ان کو کچھ سراغ منتشر صورت میں شبلی (۱۸۹۴ء)

ابوالحسنات ندوی (قدیم درسگاہیں ۱۹۲۱ء) مناظر احسن گیلانی،

(ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ۱۹۴۰ء) اور آصف فیضی (مڈل ایسٹ جرنل ۱۹۵۴ء) کے یہاں مل جاتی ہیں۔

دو غیر معروف مگر زیادہ ہمہ گیر اور اہم منظم باقاعدہ اور شعوری کوششیں قابل ذکر ہیں: ایک جو جامعہ جوبلی (۱۹۳۶ء) کے موقع پر اسلامی دنیا کے مشہور عالم اور مفکر علامہ موسیٰ جار اللہ نے ذاکر صاحب کی فرمائش پر بالکل نیا نصاب مرتب کر کے اپنے تبصرے کے ساتھ پیش کیا۔ اور دوسرا جو مدرسہ عالیہ رام پور کی مشہور عالم اسلامی درسگاہ کے پرنسپل عبدالسلام خاں نے جو فرنگی نصاب کو سامنے رکھ کے اور اس تسلسل کو برقرار رکھتے ہوئے اپنا اصلاحی نصاب (۱۹۴۱ء ــــ ۱۹۵۱ء) مدلل اور مربوط نکرا نگیز تبصرہ کے ساتھ پیش کیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس سلسلہ میں آخری کوشش سنٹرل وقف کونسل کا مجوزہ "جدید نصاب تعلیم مدارس عربیہ ہند کے لئے" کے نام سے ایک کتابچہ کی صورت میں میرے پیش نظر ہے جس کی ترتیب میں مولانا محمد طیب، مولانا عمر ندوی، مولانا سید علی نقی، پروفیسر آصف فیضی، پروفیسر اجمل خاں، پروفیسر عبدالوہاب بخاری، اسعد اللہ کاظمی، مولانا محمد میاں فاروقی، مولانا سعید احمد اکبرآبادی شریک رہے ہیں۔ یہ کام ۱۹۶۶ء میں انجام کو پہنچا ہے۔ اول الذکر نادر تحریک اور آخر الذکر مقدمہ کی شان کا ...

مگر بنیادی طور سے مسئلہ اب بھی بحث کا محتاج ہے: علما کو زندگی کی دوڑ میں اپنے برابر شریک بنانا ہے اور عالم کا وہ تصور اپنانا ہے جو عہد زوال سے پہلے تھا ___ یا بنیادی طور سے عالم دین پیدا کرنا ہیں اور کچھ لیپا پوتی کے ساتھ ___ یا محض عالم دین پیدا کرنا ہے پیوندکاری کے بھی بغیر!!! ہندوستان اور بیرون ہند دونوں کی کوششیں اور افکار ہمارے سامنے ہیں۔ ایک جگہ ٹھونکا پیٹی، مرمت اور پیوندکاری کا تصور غالب ہے جہاں بنیاد اب بھی مذہب ہی کو رکھا گیا ہے۔ دوسری جگہ انقلاب سے کم بات نہیں اور بنیاد زندگی اور علم کو بنایا گیا ہے کیا توازن کی مزید راہیں نہیں نکل سکتیں؟

www.KitaboSunnat.com

محمد عبد السلام خان ۱؎

قدیم اسلامی درسگاہوں کے نصاب کی اصلاح کے متعلق

چند بنیادی باتیں

اسلام زندگی اور اس سے تعلق رکھنے والے تمام مسائل کو چند سادہ اور بنیادی عقیدوں کی روشنی میں دیکھتا ہے اور ان کے تحت ہی ان کی قدریں متعین کرتا ہے۔ مسلمان طرح طرح کے ظروف و حالات سے دوچار ہوتے رہے ہیں، کہیں ہم آہنگ ہونے کی کوشش کی تو کہیں ہم آہنگ بنانے کی۔ تاہم ان کا اندازِ فکر ہر جگہ ہر زمانے میں اور ہر حال میں یکساں اور منفرد رہا۔ اس طرح ان میں ایسی ملت کی بنیاد پڑ گئی جو زبان و مکان اور نسل و قوم کے تعصبات سے پاک تھی مسلمانوں نے اپنی اس ملی انفرادیت کو قائم رکھنے کے لئے جو جو شعوری یا غیر شعوری کوششیں کی ہیں ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں پھر بھی ان کی اس کوشش کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے اپنے ہر قسم کے اداروں کو اپنی انفرادیت کا مظہر

۱؎ پرنسپل مدرسہ عالیہ رام پور، اقبال کے فلسفہ پر ۲۰، ۲۵ اہم مقالوں کے مصنف، جدید انداز فکر کے ساتھ قرآن مجید کی ایک تازہ تفسیر مؤلف،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بنا کر ہی چھوڑا۔ زندگی کے جائز اور ضروری تقاضوں کو نظر انداز کرنے کے بجائے ان کو اپنے رنگ میں پورا کرنے کی کوشش کی اس طرح احول سے بے آہنگ بھی نہ ہوتے اور ملی انفرادیت بھی قائم رہی انھوں نے دوسروں کو جذب کیا لیکن خود کسی میں جذب نہ ہوئے۔ مسلمانوں کا یہ ملی شعور ان کے تمام اداروں پر برابر چھایا رہا ہے۔

امت اسلامیہ کا ادارۂ تعلیم ان کے ملی شعور کا سب سے زیادہ اہم مظہر رہا ہے۔ یہ ادارہ ایک طرف اس کے مذہبی تصورات اور عقائد سے سب سے زیادہ متاثر تھا تو دوسری طرف ان کی قومی تشکیل میں سب سے بڑی اثر انداز حیثیت رکھتا تھا۔ اس ادارے کا مقصد افراد کو ان کے ذوق اور استعداد کے مطابق زندگی کی گوناگوں وسعتوں کے لئے تیار کرنا اور ترقی پذیر گردوپیش کو اپنے رنگ میں رنگین بنانے کی استعداد پیدا کرنا تھا مسلمانوں کی درسگاہیں ہر قسم کے علوم وفنون کا مرکز رہیں۔ علوم میں اپنے اور بیگانے کا امتیاز نہ تھا۔ یہ درسگاہیں حکومت کے ساتھ اور حکومت کے بغیر دونوں طرح چلتی رہیں اور اس طرح مسلمانوں کا تعلیمی ادارہ مسلمانوں کی زندگی کے جزو لاینفک کی حیثیت میں قائم اور برقرار رہا۔

چونکہ مسلمانوں کی ملی زندگی اور اس ادارہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اس لئے جوں جوں انکی ملی حیات میں جمود و اضمحلال آ گیا ان کا ادارۂ تعلیم بھی ویسے ویسے جامد اور مضمحل ہوتا گیا۔ اگر ملوکیت کی پیش قدموں اور پیش پائیوں آباد کاریوں اور تباہ کاریوں کی داستان کو ہی مسلمانوں کی مکمل داستان نہ سمجھ لیا جائے تو درحقیقت چوتھی پانچویں صدی سے ہی تاریخ کی اس بڑی اور اثر انداز ملت میں جمود اور اضمحلال پیدا ہونا شروع ہو گیا تھا اور وہ ہر جیتی اور متناسب نمو اور ورثہ جو کسی قوم کو ہر طرح کے گرد و پیش میں ترقی پذیر اور متناسب بنائے

www.KitaboSunnat.com

رکھتا ہے۔ اس کے دھارے خشک ہونا شروع ہو گئے تھے۔

یہ جمود اور اضمحلال کیسے اور کیونکر آیا اس کی داستان طویل ہے اور ہم میں سے بہتوں کے لیے تلخ بھی لیکن حقیقتوں سے صرف نظر بھی کب تک! مسلمانوں کا مذہبی اور علمی تنزل بلکہ میرے نزدیک تو ان کا سیاسی اور اقتصادی زوال بھی اس داستان کا المناک باب ہے۔ میں تفصیلات میں پڑنا نہیں چاہتا تاہم کچھ اشارے بے محل نہ ہوں گے۔

چوتھی پانچویں صدی میں بعض عارضی عوامل سے متاثر ہو کر ہمارے فقہا نے فقہی اجتہاد کے دروازے بند کر دیئے۔ ممکن ہے کہ وقت کی مصلحتوں کا یہی تقاضا ہو اور ماحول اور ماحول کی اصلاح کا یہی واحد طریقہ ہو لیکن اس کے اثرات کی دوررسی اور ہمہ گیری کو غالباً یہ بزرگ پوری طرح محسوس نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی پوری ملی حرکت کا محور دین تھا۔ دین کے خارجی پہلو یا اس کے معاشرتی رخ سے اجتہاد کو خارج کر کے جمود کو دعوت دینا ایک طرح سے انکی ملی حیات کو جامد بنا دینا تھا۔ زندگی کے تمام شعبے جامد ہونے شروع ہو گئے علوم و فنون کی حرکتیں سست ہو گئیں۔ اگلوں کا ضروری احترام بجا عصبیت میں بدل گیا۔ غلطیاں کر سکنے والے تمام عملاً معصوم بن گئے۔ جدت افکار گویا ناپید ہو گئی اہل علم کی دماغی اپچوں نے فکری جولانیوں کے لئے اس قید و بند میں بھی نئے میدان تلاش کرنے شروع کر دیئے جو پچھلوں کے لیے شمع راہ ہونے کے بجائے رستے کے روڑے ثابت ہوئے۔ اس کے مختلف النوع مظاہر کی تفصیل و تفتیش کا یہ موقع نہیں تاہم اس کا تعلیمی اور تصنیفی منظر سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہوا۔ جدت فکر کی بے راہ روی نے نئی پگڈنڈیاں نکالیں۔ متقدمین کے استنباط کئے ہوئے مسائل چیستان بنے اور چیستانوں کے حل دریافت ہوئے اور حلوں کو معمہ کیا گیا۔ اعتراض اور جواب، توثیق و تردید، اور توجیہہ و تعلیل کی تہیں جمتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئیں۔ اگلوں کی کلیات، استقرا اور استنباط سے پچھلوں کو بے نیاز کر دیا۔ اس تاریک فضا میں اگر کسی منچلے دماغ نے کوئی چمک محسوس کی تو معاصرین اور متأخرین کی کج بحثیوں نے اس پر دھند پھیلانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ زمانے کو قدامت سے بیر ہے۔ لوگوں نے پچھلوں کی پذیرائی کی اور اگلوں کے کاموں کو کتاب خانوں میں بند کر کے طالبانِ فن سے اجتہادی نمونے بھی چھین لیے اور پچھلوں کی جامد تالیفیں ان کی رہنمائی کے لیے رہ گئیں۔ ہمارے نصاب کی کتابوں پر نظر ڈال لیجئے قریب قریب سب کتابیں مسلمانوں کے عہدِ جمود کی یادگار ہیں۔ متن، شرح اور حاشیے کا ایک چکر ہے جس میں نہ علم کی انفرادیت قائم ہے نہ مضمون کی جامعیت، نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کس کس کا کیا کیا حصہ ہے۔ کس کس کی فردگذاشتیں ہیں اور کس کس کی اصلاحیں۔ طرزِ تعلیم دیکھیے تو محض کتابی، نہ زندگی سے مربوط نہ مقصد سے چسپاں، خود قناعتی، جمود، حقیقتوں سے انماض اور کج بحثی تو ہمارے مدارس کی گویا خصوصیتیں ہیں۔

علوم اور فنون کے جمود نے مسلمانوں کے سب سے اہم قومی ادارے تعلیم کو جامد بنا دیا اور وہ درسگاہیں جو زندگی کی نشوونما میں سب سے زیادہ قابلِ قدر حصہ لیتی تھیں، زندگی سے دور ہوتی چلی گئیں لیکن یہ دوری بہت دنوں تک محسوس نہ ہو سکی۔ اتفاق سے مشرق میں خود زندگی بہت دنوں تک ساکن اور جامد رہی اور ہماری درسگاہیں اپنے اپنے ڈھرے پر رہتے ہوئے بھی صدیوں تک زندگی کی ہم آہنگی کرتی رہیں۔ مغرب اور مشرق کا تصادم ہوا اور مشرق میں پہلی بار زندگی نئے افکار، نئی اقدار اور نئے تقاضوں کے ساتھ نمودار ہوئی۔ ہماری درسگاہیں نہ وقت کے ان نئے تقاضوں کو پورا کر سکتی تھیں نہ ان نئی فکروں اور نئی قدروں کا مقابلہ کر سکتی تھیں چنانچہ ہماری درسگاہوں کو اپنی ہر چیز ختم کرنی پڑی اور آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے زاویے کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علوم وفنون میں دینی و دنیوی کی تقسیم قبول کرکے اپنے آپ کو دینی علوم کی تعلیم میں محدود کر لیا۔ اس تدبیر سے تقریباً ایک صدی سے زیادہ عرصہ زندگی سے بچتے بچتے گذر گیا۔ لیکن جس طرح زندگی سے الگ کرکے عام علوم وفنون کی تعلیم بہت دنوں تک زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح خالص دینی تعلیم کو بھی زندگی سے بچا کر باقی نہیں رکھا جا سکتا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہ گوشۂ عافیت بھی تنگ ہونا شروع ہو گیا جس کو ہماری درسگاہیں قلعہ بند سمجھے ہوئے تھیں۔

یہ ہو سکتا ہے بلکہ ہے بھی یہی کہ ماحول اور فضا کافی مسموم ہو چکی ہے لوگوں کو دین سے وہ لگاؤ نہیں ہے جیسا ہونا چاہیئے۔ اسلامی مدارس کی تعلیم اور تربیت سے بُعد بڑھتا جا رہا ہے۔ ذہنی عقائد و تصورات میں وہ قوت باقی نہیں رہی ہے جو امت مسلمہ کو زندگی کے میدان میں منظم اور منضبط رکھ سکے لیکن اس کی ذمہ داری صرف دوسروں پر ہی نہیں ہے کچھ قصور ہماری درسگاہوں کا بھی ہے۔ ہماری درسگاہوں نے زندگی کو ایک کل کی صورت میں دیکھنا چھوڑ دیا۔ زمانے کی عقل کو ناقابل اعتنا قرار دیا۔ عصری علم وفنون سے دیدہ دانستہ اغماض کیا اور اس طرح زندگی سے کٹ گئیں۔ ہمارے علماء کا فرض تھا کہ وہ حالات کا صحیح جائزہ لیتے اور حقیقی علل و اسباب کو دریافت کرتے اور جب مرض متعین ہو جاتا تو صحیح علاج کی طرف متوجہ ہوتے اور طبیب حاذق کی طرح ہر وقت مرض اور علاج کی مطابقت پر نظر رکھتے لیکن افسوس کہ ایسا نہیں ہوا۔ برخلاف ازیں انہوں نے محض دوسروں کی کوتاہیوں سے اپنی اور اپنے اداروں کی کمیوں کی تلافی کرنی چاہی۔

مسلمانوں کی ملی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے لئے ان کی تعلیم و تربیت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انفرادیت کو قائم رکھنا ضروری ہے اور یہ بغیر اسلامی درس گاہوں کے ممکن نہیں ہماری آج کی اسلامی درسگاہیں پرانے عربی کے مدرسے ہیں اور یہی ہماری اس ملی حیات کی نمائندگی کر رہے ہیں جس کی شیرازہ بندی مذہب کرتا ہے۔ ان مدرسوں کے علاوہ مسلمانوں کے اور جتنے ادارے ہیں یا قومی اور وطنی زندگی کو پیش کرتے ہیں۔ یا دوسرے عصری محرکات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان مدرسوں کا حال یہ ہے کہ ان کا نصاب طرزِ تعلیم ان کے اساتذہ کا اندازِ فکر ان کے طلباء کا اندازِ نظر سب کے سب زندگی سے دور اور تعمیری قوتوں سے ناآشنا معلوم ہوتے ہیں۔ ہمارے علماء نے یا حالات کی قوت کو محسوس نہیں کیا یا اراضی تقضا ہیں۔

زندگی اپنا چولا بدل چکی۔ علوم وفنون بدل گئے۔ مسائل دوسرے ہوگئے طرز فکر اور انداز نظر نیا ہوگیا۔ ہر چیز قانون ارتقا کے تحت ماضی سے بہت آگے نکل گئی دنیا کے جن جن اداروں نے زندگی کا ساتھ دیا اور اس کی ارتقا میں اپنا واجبی حصہ ادا کیا وہ باقی رہے اور ترقی کرتے رہے، جو ادارے زندگی کا ساتھ نہ دے سکے انہیں ختم ہونا پڑا۔ کائنات کی ترقی پذیر روح حیات کو جذب کئے بغیر کوئی چیز زندہ نہیں رہ سکتی۔ ہماری ان پرانی درسگاہوں نے بدقسمتی سے قدرت کے اس اٹل قانون کی خلاف ورزی کی اس لئے یا فنا ہوگئیں یا فنا آمادہ ہیں۔ ان کو ان کی موجودہ حیثیت میں باقی رکھنے کی ہر کوشش لاحاصل ہے۔ ان کا کام ختم ہوگیا۔ ان میں پڑھائے جانے والے علوم فرسودہ ہوگئے۔ طریقہ تحقیق اور طرز تعلیم دونوں بوسیدہ ہیں۔ نہ یہ ہماری خارجی زندگی سے ہم آہنگ اور نہ داخلی حیات سے مطابق ان میں اسلام کے حقیقی تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بھی نہیں۔ زندگی کو اسلامی اصول پر متوازن بنانے کے لئے جن قابلیتوں کی ضرورت ہے ان کو پیدا کرنے سے یہ قاصر ہیں۔ ایسی حالت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں ان کا باقی رہنا کرامت ہوسکتا ہے تاریخ کا تقاضہ نہیں۔ اس بدلی ہوئی فضا میں ان کو باقی رکھنے کی بڑی سے بڑی کوشش ان کی رفتار زوال کو کچھ سست کر سکتی ہے زندگی نہیں پھونک سکتی۔

تاہم اگر ان مدارس کو پرانے انداز پر ہی باقی رکھنا ہے تو پھر یہی تدبیر کرنی ہوگی جس کو اب سے ڈیڑھ دو سو سال پہلے آزمایا گیا تھا۔ ان مدارس کو اور زیادہ نیچے لانا پڑے گا اور کمیت کے ساتھ کیفیت کو بھی محدود کرنا ہوگا نصاب کو بہت زیادہ ہلکا کرنا پڑے گا۔ تعلیمی گھنٹوں میں کافی کمی کرنی ہوگی۔ اوقات میں تبدیلی کی جائے گی اور مدت تعلیم کو کم کیا جائے گا تاکہ مذہبی تعلیم کے شائق (اور خدا کا شکر ہے کہ ابھی تک ہمارے ملک میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں) اپنے غیر معروف گھنٹوں میں دوسرے کاموں کے ساتھ ساتھ دو تین سال میں مذہبی نصاب کو ختم کر سکیں۔ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ ایسے خصوصی ذوق اور اچھی صلاحیت والے افراد نکل آئیں جو اس تعلیم کی اپنے طور پر تکمیل کر کے ہمارے موجودہ علماء کی جگہ لے سکیں۔

اس تدبیر سے ہم اپنی موجودہ درسگاہوں کو کچھ زمانے کے لئے آباد کر لینگے اور مذہبی تعلیم کا چرچا کچھ دنوں تک مزید برقرار رہے گا کیونکہ محض عارضی تدبیر ہے جو موجودہ ماحول کو دیکھتے ہوئے شاید پیش رو تدبیر سے بھی کم دیرپا ثابت ہوگی اور ہمیں چارو ناچار یا ان مدارس کو مستقلاً بند کرنا پڑے گا یا پھر کوئی دوسری تدبیر کرنی ہوگی۔ کیونکہ آج کل ظروف وحالات جس تیزی سے کے ساتھ بدل رہے ہیں اور ان کی تبدیلی کے ساتھ ذہنیتوں میں جس سرعت کے ساتھ انقلاب آتا جا رہا ہے اس کو دیکھتے ہوئے اس قسم کی عارضی تبدیلیاں بہت زیادہ وقتی ہو کر رہ جاتی ہیں۔

ہاں اگر ہمارا مطمح نظر انداز اور طرز نہیں ہیں اور ہم علوم و فنون کو نہیں پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منحصر نہیں سمجھتے ہیں جو متاخرین سے ہمیں ورثے میں پہنچے ہیں بلکہ ہمارا مقصود اسلامی ادارۂ تعلیم کو برقرار رکھنا ہے اور وہ بھی اس لئے کہ مسلمانوں کی انفرادی اور معاشرتی زندگی کو وہ کیسے ہی حالات وظروف میں ہوں اسلامی بنایا جاسکے اور مذہبی اصول کو بنیاد بنا کر مسلم زندگی کی تنظیم کی جائے تو پھر اس کے لئے وہ طریقے اختیار کرنے ہوں گے جن کو مسلمانوں نے اپنے عہد ترقی میں اختیار کیا تھا۔ مدرسوں میں عصری روح جذب کرنی ہوگی۔ قدیم فرسودہ علوم وفنون کے بجائے علوم وفنون کو انکی ترقی یافتہ شکل میں شامل کرنا ہوگا۔ تعلیم کو زندگی سے مربوط کرکے آگے بڑھانا ہوگا۔ ان درسگاہوں کا دینی پہلو یہ ہوگا کہ طلبار کو اسلام کی حرکی قوتوں سے آشنا کریں گی۔ اسلام کی بنیادی قدروں سے زندگی میں کس طرح ضبط پیدا کیا جاسکتا ہے؟ یہ درسگاہیں اس کو سمجھنے اور سمجھانے کی صلاحیت پیدا کریں گی۔

غالباً صرف یہی ایک طریقہ ہے کہ جس سے اسلام کے تعلیمی ادارے کو باقی رکھا جاسکتا ہے اور اسکو مسلمانوں اور خود اسلام کے لئے مفید بنایا جاسکتا ہے اور تنہا اسی قسم کی درسگاہوں کے فضلاء سے زندگی میں رہنمائی کی توقع ہوسکتی ہے چونکہ یہ درسگاہیں زندگی سے بیگانگی نہیں برتیں گی اس لئے وہ شاید زیادہ دیرپا اور مستقل ثابت ہوں۔ یہ طریقہ ایک بار کامیاب ہوچکا ہے اس لئے کوئی وجہ نہیں کہ اب ناکام ہو۔ اور اگر خدانخواستہ ناکام ہوا تو بھی ممکن ہے کہ اس تجربے کی بناء پر ہم زیادہ بہتر اور زیادہ عملی راہوں کا سراغ پاسکیں لیکن اگر کچھ بھی نہ ہوسکا اور اصلاح کے شوق میں ہماری موجودہ درسگاہیں جاتی رہیں تو یہ ایسی بات ہے جو ہونی ہے اس لئے خوفزدہ ہوکر ہمیں صحیح سمت میں کوششیں نہ چھوڑ دینی چاہیا کیونکہ تسکین کے لئے یہ بھی کیا کم ہے کہ ہم نے اپنی جیسی کرلی۔

ہمارے مدارس کی اصلاح کے سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ تحقیق کرنی ہے کہ ہمارے نصاب تعلیم کا وہ خاص ڈھانچہ کونسا ہے جو اسلامی مدارس میں سب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فاصل ہے کہ کونسے مضامین لازم کی حیثیت رکھتے ہیں اور کونسے اختیاری ان مدارس کی تعلیم اور تربیت کی امتیازی خصوصیت کیا ہے؟ ان امور کی صحیح تکمیل کر لی جائے تو ممکن ہے کہ اصلاح کے لئے صحیح رستے مل جائیں۔

تذکروں اور تاریخوں نے ہمارے مدارس کے نصاب کے بارے میں جو کچھ محفوظ رکھا ہے اس سے اور مختلف علوم و فنون کی ان تصانیف سے جو ہم تک پہنچی ہیں یہ قیاس کرنا بیجا نہیں کہ ہمارے تعلیمی اداروں کی نمایاں خصوصیت یہ رہی ہے کہ انہوں نے دین کو اساس بنا کر تعلیم کی عمارت کو استوار کیا اور ہر طرح کی فکری اور عملی کوششوں کو دین کے سانچے میں ڈھال دینے کی کوشش کی۔ اصل خاکے کو مذہبی رکھ کر اس میں علوم و فنون کی رنگ آمیزیاں کیں۔ مذہب کے تفوق کو نمایاں کیا۔ اس طرح اگر ایک طرف مسلمانوں کے علوم و فنون مذہب سے متاثر ہوئے تو اس میں بھی شبہ نہیں کہ دوسری طرف مذہب نے بھی بعض اجنبی اثر قبول کئے۔ تاہم مسلمانوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور اس ڈھانچ کو جو زمانے نے ان کی تعلیم کے لئے مقرر کر دیا تھا کسی طرح نہ چھوڑا۔ ہماری درسگاہوں کا بھی مخصوص ڈھانچ ہے جو ان کو دوسری درسگاہوں سے ممتاز بناتا ہے۔

مسلمانوں کے نصاب تعلیم کے صدہا سالہ مسلسل تغیروں پر اڑتی سی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دینیات اور عربی کو چھوڑ کر ہمارے نصاب کے تمام دوسرے مضامین میں پیہم رد و بدل اور متواتر حذف و اثبات ہوتا رہا ہے اور یہ استثنا بھی ابتدائی اور متوسط نصاب میں ہے۔ نصاب تعلیم کے اعلیٰ مراتب میں یہ استثنا بھی نظر نہیں آتا۔ تفقہ فی الدین اور عربی کی لسانی مہارت طلبا کے ذوق، مناسبت طبع اور فرصت اور حالات کی مساعدت پر منحصر رہی ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دین سے اوسط درجے کی عام واقفیت پیدا کرانی جس سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے عقائد و اعمال واضح ہو جائیں اسلام طرز زندگی کا علم ہو جائے اور معاشرے کی روزمرہ کی ضرورتیں پوری ہو سکیں، ہمارے مدارس کا مطمح نظر تھا اس سے زیادہ کی تعلیم کو یہ ادارے نہ ضروری سمجھتے تھے اور نہ مناسب۔ ان اداروں کو عربی سے جتنی دلچسپی تھی اس کی حدیں مقرر تھیں یہ درسگاہیں اپنے طلبا کو اس قدر عربی سے لازماً آشنا بنا دیتی تھیں جس سے وہ قرآن و حدیث سے بطور خود اور بلا واسطہ فائدہ اٹھا سکیں، اور اسی ضمن میں فقہ و اصول اور عقائد و کلام کی کتابوں کا براہِ راست مطالعہ کر سکیں۔ عہدِ جاہلی کی ادبی عربی اپنی تمام لسانیاتی نزاکتوں اور فصاحت اور بلاغت کے نکتوں کے ساتھ قرآن کے اسلوبِ بیان، اعجاز ادا اور تدبر معانی کے لئے ضروری سہی اور جدید عربی اہل زبان کے اختلاط و تعلق کے لئے ناگزیر سہی لیکن ہماری درسگاہوں نے اپنے عام متوسط نصاب کا انکو جزء لازم نہیں بنایا بلکہ خصوصی ذوق اور شخصی ضرورتوں پر محول رکھا۔

اسلامی درسگاہوں کی تربیت کی امتیازی خصوصیت یہ رہی کہ وہ طلبا میں اسلامی کردار کو نشوونما دیں، ان کے افکار، اخلاق و اعمال کو اسلامی نمونے کے مطابق ڈھالیں۔ چنانچہ صالح ماحول اسلامی کردار کے اساتذہ اس تربیت کے لئے ضروری عناصر سمجھے گئے ہیں۔ غرض یہ کہ ہماری درسگاہوں کی تربیت کا مقصد صرف اچھے اور مفید شہری بنانا نہیں رہا ہے بلکہ اچھے اور مفید مسلمان بنانا رہا ہے اور یہی وہ مقصد ہے جس کے لیے مسلمانوں کو اپنی مستقل درسگاہوں کی ضرورت ہے

اسلامی درسگاہوں کے امتیازی اوصاف کی اگر یہ تحلیل درست ہے تو ان کو سامنے رکھ کر ہی ہمیں اپنے ان مدارس کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ جہاں تک مقصد اور ترتیب کا تعلق ہے جب تک ہماری درسگاہوں کو ایسے اساتذہ میسر نہ آجائیں جو خود اس رنگ میں رنگے ہوں اس وقت یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ ہم اپنی درسگاہوں میں مقصد اور تربیت کے اعتبار سے سو فی صدی کامیاب ہوں گے تاہم اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلسلے میں جو کوششیں ہو سکتی ہوں ان سے دریغ نہ کرنا چاہیئے اور جو وسائل مفید ہوں ان کو اختیار کرنا چاہیئے۔

ابتدائی اور متوسط نصاب میں دینیات اور عربی کو لازم قرار دیا جائے اور اعلیٰ اور تکمیلی نصاب میں ان کو اختیاری مضامین کی حیثیت میں پڑھایا جائے اور حتی الامکان ان درسگاہوں کو ہر جہتی بنانے کی کوشش کی جائے۔ پرانے علوم آج اتنے ترقی کر چکے ہیں کہ جدید و قدیم میں نام کے علاوہ شاید کوئی اشتراک نہیں۔ فہرست علوم میں سیکڑوں نئے علموں کا اضافہ ہو گیا۔ ہماری درسگاہوں کو حسب مقدرت ان سب کو شامل کرنا چاہیئے اور ایسے تمام علوم و فنون کو جو آج محض قدیم نظریوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور صرف تاریخی اہمیت کے حامل ہیں ان کو عام نصاب سے خارج کیا جائے۔ ان کی صحیح جگہ ہمارے مدارس میں کہیں ہے تو تخصص کے مرحلے میں اور وہ بھی اختیاری حیثیت میں۔

یہ سچ ہے کہ ہماری عام درسگاہیں موجودہ فنون کی تعلیم کا بار اٹھانے کے قابل نہیں لیکن ابتدائی اور ثانوی مرحلوں تک بہت سے مدرسے اگر چاہیں تو جدید تعلیم کا بار اٹھا سکتے ہیں۔ ہندوستان کے بعض بڑے مدرسے کوشش کریں تو کم از کم نظری فنون کو جامعی معیار تک بھی پڑھا سکتے ہیں۔ اس طرح جب نئے منہاج کی بنیاد پڑ جائے گی اور نئے فنون ہماری درسگاہوں میں باریابیں گے تو کون کہہ سکتا ہے کہ عملی فنون کی راہیں نہیں کھلیں گی اور خدا ان کے لئے اسباب مہیا نہیں کرے گا۔ میرا خیال ہے کہ مذہبی جذبے میں جذب کی ہوئی عصری تعلیم ہماری درسگاہوں کی معرفت کافی سستی اور زیادہ مفید ثابت ہوگی۔ زبان کا مسئلہ بھی اب زیادہ دشوار نہیں ہے عثمانیہ یونیورسٹی کے دارالترجمہ نے کام چلانے کے لئے اردو میں کافی مسالہ جمع کر لیا ہے جس سے اگر چاہیں تو بھارت میں تنہا بھی فائدہ اٹھا سکتی ہیں اور یوں حکومت سے آزاد رہ کر اردو کی ٹھوس خدمت بھی انجام دی جا سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بندری تعلیم کو ایک اکائی کی صورت میں ضبط کرنا نہ طلبار کے لیے مفید ہے اور نہ سرپرستوں کے لئے خالص تعلیمی زاویۂ نظر بھی اس طریق کار کی تائید نہیں کرتا تعلیم کو چند اور مکمل بکار آمد مرحلوں میں تقسیم ہونا چاہیئے۔ ابتدائی مرحلوں کو چھوڑ کر ثانوی اور جامعی مرحلوں میں طلبار کی ضرورتوں اور مناسبتوں کے تحت اختیاری مضامین کی مجموعہ بندیاں کرنی چاہئیں تخصص اور مہارت پیدا کرنے کی سہولتیں پہنچانی چاہئیں اس کے بغیر ہماری درسگاہیں ہرجہتی اور مفید نہیں بن سکتیں۔ مضامین کی تقسیم مجموعہ بندی اور طریق تعلیم میں عصری تحقیقوں اور ماہرین تعلیم کی رایوں اور تجربوں سے کام لینا چاہیئے اس طرح ہم بہت سی کاوشوں سے بھی نجات پائیں گے اور ہمارا نظام تعلیم خود بخود حرکی اور عصری رجحے سے ہم آہنگ رہے گا۔

ہماری درسگاہوں کے مروجہ بنیادی نصاب میں قرآن کو عملاً مرکزی حیثیت حاصل نہیں حالانکہ اسلام کو سمجھنے اور اس کا عام مسلمان مزاج پیدا کرنے کا واحد ذریعہ قرآن ہی ہے قرآن میں بلاواسطہ تدبر کی راہیں شروع سے بند ہیں آئندہ نصاب میں اس کو مرکزی مقام ملنا چاہیئے اور بلاواسطہ تدبر کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیئے۔ احادیث کا دورہ حنفی اور اشعری کلام کی روشنی میں پورا کر دیا جاتا ہے اور اس طرح احادیث کی تمام دوسری حیثیتیں نظرانداز ہوجاتی ہیں احادیث کو جب تک شرح قرآن کا درجہ نہیں دیا جائے گا ان کی تعلیم کا صحیح فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ فقہ آج تقلید محض ہے تعلیم کے آخری مرحلوں میں حقیقی تفقہ پیدا کرنا ہمارے نصاب کا مطمع نظر ہونا چاہیئے۔ اصول فقہ کا درس بالکل بے مقصد ہوگیا ہے اس کو بامقصد بنانا وقت کی سب سے بڑی ضرورت ہے عقائد و کلام میں مختلف اسباب و عوامل کی بنا پر عجیب و غریب عقائد اور دور از کار نظری مباحث شامل ہو گئے ہیں جو ممکن ہے کبھی مفید اور ضروری ہوں مگر آج ان کی وجہ سے اسلامی عقائد کی سادگی چھپ جاتی ہے اور اس زمانے کے ذہن کے لئے طمانیت بخش ہونے کے بجائے الجھنوں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باعث ہیں۔ دینیات کے لئے جدید نصاب پر غور کرتے وقت ان سب باتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمارا نصاب اسلامی رجحانات سے مناسب رکھنے کے ساتھ ساتھ جدید ماحول کی ضرورتوں کو بھی پورا کر سکے۔

دوسرے فنون کی تعلیم میں تاریخی پس منظر کے طور ان خدمتوں کو جو مسلمانوں نے انجام دی ہیں نمایاں کرنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ مغربی تاریخ علوم میں جو خلا ہے بھر جائے اور اس لئے بھی کہ ہماری موجودہ تعلیم اپنے ماضی کے ساتھ مربوط رہے۔ اس طرح نہ ہم اپنے اسلاف سے بیگانے رہیں گے اور نہ ہماری ملی وحدت زمانوں اور عصروں سے پارہ پارہ ہوگی۔

ہمارے مدارس میں ابتداء سے بعض ایسے مضامین درس میں شامل ہیں جو ابتدائی موقف میں بالکل بے کار ہیں اور ان میں طلبا کی قوت بے جا صرف ہوتی ہے ایسے مضامین کو ابتدائی مراحل سے خارج کر دینا بہتر ہے ان کا درس بشرط ضرورت صحیح موقع پر ہونا چاہیئے۔ معانی، بیان، اصول فقہ، منطق اور فلسفہ اس قسم کے مضامین ہیں۔ صرف و نحو ابتدائی مرحلے کے لازم مضامین ہیں مگر ان کی موجودہ حیثیت میں تعلیم طلباء پر غیر ضروری بار ہے۔ ان کی تعلیم زبان کے ضمن میں ہونی چاہیئے یوں طلبا دلچسپی بھی محسوس کریں گے اور زبان کے ساتھ قواعد کی مشق بھی ہو جائے گی۔

زیر درس مضامین میں اصل اہمیت علوم کو دی جانی چاہیئے نہ کہ کتابوں کو کیونکہ کتابوں کی حیثیت ان کوششوں سے زیادہ نہیں جن میں اساتذہ اور طلبا کی سہولت کے لئے متعین معیاروں کے تحت علمی مواد جمع کر دیا گیا ہے۔ بغیر خاص ضرورت کے کتاب کو موضوع درس بنانا تعلیم کو ناقص بنانے کے مترادف ہے۔

تعلیم میں اس کی خاص طور پر نگرانی کی ضرورت ہے کہ تعلیم کا موضوع طالب علم رہے۔ تعلیم میں اس کی ضرورتوں، دلچسپیوں اور مناسبتوں کا خیال رکھا جائے اس کی ذہنی الجھنوں اور کشمکشوں کو سمجھنے کی کوشش کی جائے اور ان کو حل کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دور کرنے پر توجہ صرف کی جائے۔ تعلیم کا فائدہ طالب علم کے انفرادی اور اجتماعی رجحانوں کو سدھار کر اس کو سماج کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید اور بکار آمد بنانا ہے نہ کہ اس کو علوم کی کال کوٹھری بنانا۔ اسی ضمن میں یہ بھی ضروری ہے کہ طلبا میں تعمیری تنقید کی حوصلہ افزائی کی جائے اس طرح نہ صرف یہ کہ اس کی تخریبی قوتوں کی اصلاح ہوگی بلکہ اس کی داخلی الجھنوں کی بھی تسکین ہوتی رہے گی اور دماغی اپج میں ترقی بھی۔

اس سلسلے کی آخری گزارش مدارس کے ارباب انتظام سے یہ کرنی ہے کہ اگر ہندوستان کے محکمۂ تعلیم کے منظور کیے ہوئے مراحل اور انکے بنائے ہوئے نصاب کو معیار بنا کر ضروری حذف و اثبات سے ان میں دینیات کو جذب کر دیا جائے اور میرا یہ تجربہ ہے کہ یہ کچھ زیادہ دشوار نہیں تو بہت سی کاوشوں سے نجات مل جائے گی اور ہمارا نصاب خود بخود زمانے کے ساتھ چلنے لگے گا۔ اساتذہ کا مناسب انتخاب تعلیم اور طرزِ تعلیم کی نگرانی طلبا میں اسلامی روح پیدا کرنے میں معاون ثابت ہوں گے۔

ابتدائی مراحل میں اساتذہ کی تھوڑی سی توجہ سے عربی اور دینیات کو ایک دوسرے میں جذب کیا جا سکتا ہے۔ ابتدائی مراحل میں عربی کو لازم کرنے کا مقصد طلباء کو ابتدا ہی سے ایسا ذریعہ فراہم کر دینا ہے جس سے وہ دینیات کے ماخذوں سے براہِ راست اور بقدر استعداد فائدہ اٹھا سکیں۔ اگر قرآن حدیث فقہ و عقائد سے الفاظ فقروں، جملوں اور عبارتوں کا انتخاب کر کے عربی کی تعلیم دی جائے تو یہ فائدہ بدرجہ اتم حاصل ہو جائے گا" اور زبان کے اعتبار سے بھی عربی اتنی ہو جائیگی کہ آئندہ مراحل میں ادبی عربی کے لئے درجات کا کام دے۔

آخر میں مجھے ایسے تمام بزرگوں اور رفیقوں سے جنکو میری معروضات سے دکھ پہنچا ہو یا انہوں نے سوءِ ادب محسوس کیا ہو میں معافی چاہتے ہوئے عرض کروں گا کہ میری نیت نہ دکھ دینا ہے اور نہ سوءِ ادب کا ارتکاب۔ "ان ارید الا الاصلاح، وما توفیقی الا باللہ۔"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہندوستان کے اسلامی مدارس پر ایک نظر

ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے قیام کے ساتھ ہی اسلامی مجالس درس قائم ہو گئیں تھیں۔ ان مجالس میں ابتدائی صرف و نحو کے بعد عام طور پر فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن و حدیث ہندوستانی مجالس درس کے لئے ایک حد تک غیر مانوس تھے۔ تبرکاً بعض اساتذہ حدیث کی دو ایک کتابیں بھی پڑھا دیتے تھے۔ علوم آلیہ میں نحو و صرف اور دوسرے لسانی علوم کی بہت معمولی تعلیم ہوتی تھی۔ صوفیہ کی مجالس میں تصوف کا زور تھا مگر غالباً نظری اور عملی تصوف کی اعلیٰ اور مستند کتابوں کے چرچوں سے ان بزرگوں کی محفلیں بھی خالی ہی ہوتی تھیں۔

ہندوستان میں علومِ دینیہ فقہ اور اصولِ فقہ کی تعلیم میں نہ اجتہاد و استنباط کو دخل تھا اور نہ فروع کے اصول پر انطباق کی تصنیف ... کی آب و ہوا کا اثر کہئے یا علماء ماوراء النہر کا طرزِ تفقہ جن کے توسط سے فقہ ناصیون ... میں پہنچے تھے کہ یہاں شخصیت پرستی اور اب عن جوء متوارث خیالات اندا وہام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ صرف عوام کے دماغوں پر مسلط تھے بلکہ خواص اور حاملین علوم بھی اس سے بچے ہوئے نہ تھے۔ ہندوستان میں اسلام کی اشاعت میں سب سے بڑا دخل صوفیا کے اثر کو ہے۔ صوفیا کا مقدس طبقہ اپنی صلح کل اور ہر شخص کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی حکمت عملی پر قائم رہنے میں اور متصوفانہ خیالات اور تاویلات کی پذیرائی میں سب سے آگے رہا ہے۔ صوفیہ کی یہ عام ذہنیت منفی طور پر ایک حد تک اس بات کا سبب بن گئی کہ اسلامی عقائد اور اعمال غیر اسلامی اوہام و مراسم سے صاف نہ ہو سکے اور لوگوں میں تنقید و اجتہاد کی طرف کوئی میلان پیدا نہ ہو سکا۔ مزید براں اسلام کے اصل اصول یعنی قرآن اور حدیث کی طرف نیز ان کے مقدس شارحین صحابہ و تابعین کے اعمال و اقوال کی طرف خاص توجہ نہ تھی۔ لہذا مسائل کا اصول پر پیش کرنا ممکن بھی کس طرح ہو سکتا تھا۔ اہل سنت کے مذاہب اربع میں سے صرف حنفی اصول و فروع سامنے رہے۔ دوسرے ائمہ کے اصول و فروع سے صرف اتنا تعلق تھا کہ انکی تردید کرنے کے لئے حنفی کتابوں میں جستہ جستہ ان کا ذکر آگیا ہے ایسی حالت میں چیزوں کا یک طرفہ رہنا ناگزیر تھا چنانچہ قوت انتقاد و اجتہاد کے ابھرنے کا کوئی موقع نہ تھا۔ معدودے چند افراد کو چھوڑ کر ہندوستان کی عام تصنیفیں اس جامد اور غیر تنقیدی نقل و تقلید کی آئینہ دار ہیں۔

قرآن و حدیث اور صحابہ و تابعین کی سیرتیں اصول کی حیثیت میں ہندوستان کے علماء کی نظر میں جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اپنی حقیقی اہمیت حاصل نہیں کر سکی تھیں اور ان کی اس طرح کی خدمت نہیں کی گئی تھی جس طرح کی خدمت کی یہ چیزیں مستحق تھیں لہذا جس طرح اسلام کی عملی فروع کا انطباق اسلامی اصول پر نہ ہو سکا اسی طرح اسلامی عقائد بھی اپنے اصول استنباط پر منطبق نہ ہوئے چنانچہ جب علم العقائد و کلام کی طرف ان کی توجہ ہوئی تو عقائد کے نام سے ایسا مجموعہ سامنے آیا جس میں بہت سے دور از کار خیالی مبادی داخل ہو چکے تھے جن کو متکلمین نے فلسفۂ یونان کے مقابلے کی ضرورت سے تسلیم کیا تھا۔ ان فروعات پر عقائد کا مدار رہا اور ان کو اصول سمجھ کر دوسری غیر اسلامی چیزیں بھی انہی پر قیاس کی جانے لگیں۔ اس طرح ان عقائد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے علاوہ جو ان کتابوں میں مذکور تھے بہت سے مزید خیالات نے اعتقادی حیثیت اختیار کر لی۔ کلامی مباحث اور نظریے متاخرین کے توسط سے ہندوستان میں رواج پذیر ہوئے اور ان کی لفظی بحثیں اور "ان قیل قلت" کی بے معنی بھول بھلیاں سامنے آ گئیں۔ نظریات و خیالات کی اصل بنیادیں اور ضرورتیں جن پر یا جن کی وجہ سے یہ نظریے اور خیالات تسلیم کئے گئے تھے آخر میں نظروں سے بالکل اوجھل ہو گئے لہٰذا ان سے اگر کوئی حقیقی فلسفیانہ فائدہ مترتب ہو سکتا تھا بھی تو ایسی حالت میں نہیں ہوا۔ علم کلام کی ضرورت عقائد اسلامیہ کو مخالفین سے اس طرز خیال کے مطابق منوانا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ یہ ضرورت اس لئے تو مسلم تھی کہ کتابوں میں لکھی تھی لیکن چونکہ ان سے مجتہدانہ کوئی سروکار نہ تھا اس لئے ان پر نظر ثانی کی یا از سر نو غور کرنے کی ضرورت کا احساس نہیں ہو سکتا تھا۔

ہندوستان میں علوم عقلیہ علوم عقلیہ کا داخلہ ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت میں ایران کے واسطے سے ہوا۔ اہل ہند کے لئے یہ علوم نئے تھے۔ پورے انہماک کیساتھ ادھر کی طرف متوجہ ہو گئے لیکن یہ ان کی قسمت تھی کہ ہندوستان میں ایرانی متاخرین کی کتابیں ان کی مرعوب کن شخصیت کیساتھ آئیں

چنانچہ انہیں متاخرین کی کتابیں ہندوستانی درس میں مقبول ہو گئیں اور اس طرح بجائے مختلف نظریوں سے روشناس ہونے کے ہمارے حصے میں صرف لفظی بحثیں، بے مقصد اور بے معنی نکتہ آفرینیاں رہ گئیں اور تحسین و تشریح اور تحشیہ در تحشیہ کا بگڑا ہوا مذاق پیدا ہو گیا۔ ان علوم میں بھی اجتہادی اور انتقادی کام سے ان کی عقلی قوتیں محروم ہو گئیں۔ ان کتابوں کی بنا محض قیاسات اور اٹکل پچو کلیات پر تھی اس لئے انکو تجربی قوتوں کی کسی قسم کی مشق نہ ہو سکی بلکہ متاخرین کے عام سلسلۂ فکر کی تقلید میں تجربے کی اہمیت ہندوستانی طلبا اور علما کے سامنے سے اٹھ گئی اور وہ بھی اس کو اپنے عملی درجے سے پست خیال کرنے لگے اور اس سے کام لینا اہل صنعت و حرفت کے لئے مخصوص سمجھا گیا۔ اور علوم عالیہ کے لئے صرف ذہنی اور گھڑے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلیات کو کافی ہی نہیں سمجھا گیا بلکہ ان کو ہی اہم مانا گیا۔ طبعیات، الٰہیات، منطقیات کی یہی حیثیت ہے، عقلیات میں سے وہ فنون جن کو عملی اغراض سے تعلق تھا۔ مثلاً ریاضیات وغیرہ ان میں بھی اس معنی میں کوئی خاص ترقی نہیں ہوئی کہ مختلف مشاہدات، تجربات سے ان کے مسلمہ اصول وضوابط میں کمی بیشی یا اصلاح و ترمیم کی جاتی یا مزید اصول کا استخراج کیا جاتا بلکہ برخلاف ازیں اگلوں کو معصوم از ہمہ ذلل مانکر محض ان کے کلام کی توجیہ و تاویل پر اکتفا کیا گیا اور اس میں بھی تلخیص اور تشریح و حواشی سے آگے نہ بڑھ سکے۔

ہندوستان کے اسلامی عربی مدارس بالکل جدید دور کی پیداوار بعض خاص مدارس کو چھوڑ کر ہمارے موجودہ عربی مدارس کا ڈھانچہ مذکورۂ بالا علمی ماحول میں تیار ہوا اور اس فکری نہج پر نصاب تعلیم کو مرتب کیا گیا اساتذہ کی تعلیم و تربیت کے ڈھنگ نے اس کمی پورا کر دیا جو اس نصاب کے تحت تکمیل کرنے کے بعد ممکن تھا کہ رہ جاتی اور ان کو اس طرز تفکر سے نجات دلا سکتی جس کی پرورش یہ نصاب کرتا ہے قبل ازیں کہ میں نصاب تعلیم کا خاکہ پیش کروں مسلمانوں کے علوم کے دو ممتاز علمی دوروں پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہے اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ مروجہ درس کو کس قسم کی ذہنی تربیت کرنا چاہیئے۔

مسلمانوں کے علوم کے دو عہد مسلمانوں کی علمی تاریخ پر جس شخص کی نظر ہے وہ جانتا ہے کہ مسلمانوں کی علمی فتوحات کا دور اور ان کی مجتہدانہ قوتِ تصنیف کا عہد ساتویں اور زیادہ سے زیادہ آٹھویں صدی پر ختم ہو جاتا ہے چنانچہ مسلمانوں کے تقریباً تمام علمی اکتشافات خواہ فلکیات سے متعلق ہوں یا عنصریات سے طبعیات سے تعلق رکھتے ہوں خواہ کیمیائے ہندسی ہوں یا حسابی جغرافیائی ہوں یا تخطیط الارض سے متعلق ہوں اسی طرح تمام علوم استخراجیہ کا استخراج اور ان کی تدوین بھی ان صدیوں کے اندر ہی اندر ختم ہو گئیں۔ ان صدیوں کے بعد الا ماشاءاللہ صرف نقل و شرح، تلخیص و تحشیہ باقی رہ گیا۔ اس عہد کی تصانیف میں واضح طور پر فنی روح اور تحقیقی اور اجتہادی ذہنیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا رنگ پہلی نظر میں ہی نمایاں ہو جاتا ہے جزئیات سے کلیات کو استنباط کرنے کی
کرنے کی کوشش معلوم ہوتی ہے۔ ہر فن پر اس فن کی حیثیت میں غور ہے، یہ نہیں
کہ ایک فن کے مسائل کی توجیہ میں دوسرے فن کے اصول و ضوابط کو دخل دیا جائے
دلائل میں فرضی کلیات سے زیادہ استقراء کو اہمیت ہے صحیح استفادہ تحقیق میں
اکابر پرستی اور آئمہ کی پیروی حائل نہیں۔

برخلاف ازیں متاخرین اگرچہ تہذیب اور تنقیح کے اعتبار سے متقدمین پر
فائق ہیں لیکن ان میں فنی ادراک کے بجائے جمود اور تقلید ہے۔ اکابر پرستی اور اجتہادی
قوت کی کمی کے باعث ان کے یہاں صرف متقدمین کے کلام کی توجیہیں اور توضیح
میں تحقیق و تنقید اول تو ہے نہیں اور اگر ہے تو وہ فنی وجوہ اور استقرائی دلائل
پر مبنی نہیں۔ ہر فن غیر فنی مباحث سے بھرا ہوا ہے۔ اعتراضات میں جوابات میں
لیکن ان کا تعلق اس فن سے یا اس فن کی اصلی حیثیت سے بالکل نہیں۔ مثلاً نحو و
صرف یا لغت کے مسائل جن کی حیثیت خالص لسانی ہے اور اہل زبان سے سماع
پر مبنی ہے اس پر محض عقلی اور تجریدی حیثیت میں نظر کرنا متاخرین کی خصوصیت ہے
لفظی کج بحثیاں، بے معنی نکتہ آفرینیاں، تخمیص و تلخیص اس طرح کہ کتاب ایک معمہ
اور چیستان ہو جائے، عملاً متقدمین پرستی اور جمود کی جانب دلانا ان تصنیفات
کا عام انداز ہے شرح اور حواشی ایسی توجیہوں اور تاویلوں سے پر ہیں جو مصنفین
متون کے ذہن میں بھی کبھی نہ گزرے ہوں اور نہ ان کی طرف کسی پڑھنے والے
کا ذہن منتقل ہو سکے۔ چنانچہ یہ حقیقت ہے کہ بجز ابتدائی رسالوں کے متاخرین کی
کتابوں سے ممکن ہے کہ سب کچھ آ جائے لیکن وہ فن جس میں وہ لکھی گئی ہیں کسی طرح
نہیں آسکتا۔ اجتہادی قوت تو پیدا ہونا بڑی چیز ہے۔

موجودہ اسلامی مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم

ان دونوں عہدوں کی خصوصیات سامنے رکھنے کے بعد میں موجودہ
عربی مدارس کے نصاب تعلیم کی ایک سرسری فہرست پیش کرتا ہوں۔ یہ ضروری نہیں
کہ اس فہرست کی تمام کتابیں ہر عربی مدرسہ میں زیر درس ہوں، بلکہ بعض مدارس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں یہ کل زیر درس ہیں اور کہیں ان ہیں کا زیادہ حصّہ۔ بعض مدارس میں کچھ ترمیمی ترمیم وتنسیخ کے ساتھ یہی نصاب رائج ہے۔ بہرحال اس فہرست کو پیش کرنے سے مقصود ایک ایسا خاکہ مہیا کر دینا ہے جس سے ہمارے مدارس کا نصاب کے سلسلے میں ایک عام میلان معلوم ہو جائے گا۔

بالکل ابتدائی صرف ونحو وغیرہ کی تعلیم کے موجودہ مدارس میں مروجہ نصاب یہ ہے۔

صرف ونحو۔ المفصل (جار اللہ محمود بن عمر الزمخشری المتوفی ۵۳۸ھ)

الکافیہ (جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب المتوفی ۶۴۶ھ) مع الشرح الفوائد الضیائیہ (نور الدین عبد الرحمن بن احمد الجامی المتوفی ۸۹۸ھ)

الخلاصہ، المعروف بالالفیہ (جمال الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الطائی المعروف بابن مالک المتوفی ۶۷۲ھ)

الشافیہ (ابن الحاجب)

بلاغت۔ تلخیص المفتاح (۱) (شمس الدین محمد بن عبدالرحمن القزوینی الخطیب المتوفی ۷۳۹ھ) مع الشروح المختصر والمطول (سعد الدین مسعود بن عمر التفتازانی متوفی ۷۹۲ھ)

تفسیر۔ تفسیر الجلالین (جلال الدین محمد بن احمد المحلی المتوفی ۸۶۴ھ و جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ)

مدارک التنزیل (حافظ الدین ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی المتوفی ۷۱۰ھ)

انوار التنزیل (القاضی ناصر الدین ابوسعید عبداللہ بن عمر البیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ)

---

(۱) تلخیص المفتاح "سراج الدین ابو یعقوب یوسف بن محمد السکاکی المتوفی ۶۰۶ھ" کی کتاب مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اصول حدیث۔ نخبۃ الفکر مع الشرح نزہۃ النظر (شہاب الدین احمد بن ابن حجر العسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ)

حدیث۔ الموطا (الامام مالک بن انس الحمیری المتوفی ۱۹۷ھ)

الجامع الصحیح (الحافظ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ)

الجامع الصحیح (الحافظ ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری المتوفی ۲۶۱ھ)

سنن ابن ماجہ (ابو عبداللہ محمد بن یزید بن ماجہ القزوینی المتوفی ۲۷۳ھ)

سنن ابی داؤد (ابو داؤد سلیمان بن اشعث السجستانی المتوفی ۲۷۵ھ)

الجامع الصحیح (الحافظ ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی المتوفی ۲۷۹ھ)

السنن الصغریٰ (الحافظ ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی المتوفی ۳۰۳ھ)

شرح معانی الآثار (ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی المتوفی ۳۲۱ھ)

مشکوٰۃ المصابیح (۱) (ولی الدین ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی)

عقائد نسفی (نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد المتوفی ۵۳۷ھ) مع شرح (التفتازانی)

عقائد و کلام المواقف (القاضی عضد الدین عبدالرحمٰن بن احمد الایجی المتوفی ۷۵۶ھ) مع شرح (السید الشریف علی بن محمد الجرجانی المتوفی ۸۱۶ھ) والحاشیۃ الزاہدیہ (میرزا محمد زاہد بن محمد اسلم الہروی المتوفی ۱۱۰۱ھ)

اصول فقہ الحسامی (حسام الدین محمد بن محمد الاخسیکثی المتوفی ۶۴۴ھ)

منار الانوار (ابو البرکات النسفی) مع الشرح نور الانوار (الشیخ احمد بن ابی سعید المعروف بملاجیون الامیٹھوی المتوفی ۱۱۳۰ھ)

---

(۱) مشکوٰۃ المصابیح محی السنۃ ابو محمد الحسین بن مسعود البغوی ۵۱۶ھ کی کتاب مصابیح السنۃ کی تکمیل و تذییل ہے۔ مشکوٰۃ المصابیح کا سن تصنیف ۷۳۷ھ ہے۔

(۲) مکتبہ خدیویہ کی فہرست جلد ثانی میں اور ہندوستان کے ایک قدیم مطبوعہ نسخے میں جس کا سن طبع غالباً ۱۲۸۹ھ ہے مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی المتوفی ۳۲۸ھ بیان کیا گیا ہے لیکن اس کی سند مجھے نہیں مل سکی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التنقیح مع الشرح التوضیح (صدر الشریعۃ الاصغر عبید اللہ بن مسعود المحبوبی المتوفی ۷۴۷ھ)

مع الحاشیہ التلویح (التفتازانی)

کتاب الخمسین فی اصول الحنفیہ المعروف باصول الشاشی (نظام الدین الشاشی ہزا)

مسلم الثبوت (القاضی محب اللہ بن عبد الشکور البہاری المتوفی ۱۱۱۹ھ)

اصول جدل الشریفیہ (السید الشریف) مع الشرح الرشیدیہ (شمس الحق عبد الرشید وخلاف

بن الشیخ مصطفیٰ الجونفوری المتوفی ۱۰۸۳ھ)

فقہ وفرائض مختصر القدوری (ابو الحسین احمد بن محمد القدوری المتوفی ۴۲۸ھ)

البدایہ مع الشرح الہدایہ

(ابو الحسن علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی المتوفی ۵۹۳ھ)

کنز الدقائق (ابو البرکات النسفی)

الوقایہ (تاج الشریعہ محمود بن صدر الشریعہ احمد المحبوبی المتوفی ۶۷۳ھ)

مع الشرح (صدر الشریعۃ الاصغر)

منیۃ المصلی (سدید الدین الکاشغری من القرن السابع)

تنویر الابصار (شمس الدین محمد بن عبد اللہ الغزی المتوفی ۱۰۰۴ھ)

مع الشرح الدر المختار (علاء الدین محمد بن علی الحصکفی المتوفی ۱۰۸۸ھ)

نور الایضاح مع الشرح مراقی الفلاح (ابو الاخلاص حسن بن عمار الوفائی الشرنبلالی المتوفی ۱۰۶۹ھ)

---

(۱) مکتبہ خدیویہ کی فہرست جلد ثانی میں اور ہندوستان کے ایک قدیم مطبوعہ نسخہ میں جس کا سن طبع غالباً ۱۲۸۹ھ ہے مصنف کا نام اسحاق بن ابراہیم الشاشی السمرقندی المتوفی ۳۲۵ھ بیان کیا گیا ہے لیکن اس کی سند نہ مل سکی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرائض السجاوندی المعروف بالسراجی (سراج الدین محمد بن محمد السجاوندی من القرن السابع)

نثر عربی مقامات البدیع (بدیع الزمان احمد بن الحسین الہمدانی المتوفی ۳۹۸ھ)
مقامات الحریری (ابو محمد قاسم بن علی الحریری المتوفی ۵۱۶ھ)
نفحۃ الیمن (الشیخ احمد بن محمد الشروانی الیمنی من القرن الثالث عشر)

عربی نظم المعلقات السبع[1] (حماد ابن سابور الراویہ المتوفی ۱۵۵ھ)
الحماسہ (ابو تمام حبیب بن اوس الطائی المتوفی ۲۳۱ھ)
دیوان المتنبی (ابو الطیب احمد بن حسین الجعفی الکندی المقتول ۳۵۴ھ)

منطق الشمسیہ (نجم الدین عمر بن علی القزوینی الکاتبی المتوفی ۶۹۳ھ مع شرح (قطب الدین بن محمد الرازی المتوفی ۷۶۶ھ) وحاشیہ (السید الشریف)
رسالۃ التصور والتصدیق المعروف بالقطبیہ (قطب الدین الرازی)
مع الشرح (میر زاہد)
التہذیب (التفتازانی) مع الشرح الملا جلال (جلال الدین محمد بن اسعد الدوانی المتوفی ۹۰۷ھ) وحاشیہ (میر زاہد) والشرح الیزدی (نجم الدین عبداللہ بن حسین الیزدی ۹۸۱ھ او ۱۰۱۵ھ)
سلم العلوم (محب اللہ البہاری) مع الشرح (حمد اللہ بن شکر اللہ الصدیقی السندیلوی المتوفی ۱۱۶۰ھ) وشرح (ملا محمد حسن بن القاضی غلام مصطفیٰ المتوفی ۱۱۹۹ھ)
ہدایۃ الحکمۃ (اثیر الدین مفضل بن عمر الابہری المتوفی فی حدود ۶۶۳ھ)
مع الشرح القاضی کمال الدین حسین بن معین الدین المیبذی المتوفی ۹۱۰ھ او فی حدود ۹۰۴ھ) وشرح (صدر الدین محمد بن ابراہیم الشیرازی المتوفی ۱۰۵۰ھ) وشرح الخیر آبادی (شمس العلماء عبد الحق بن فضل حق الخیر آبادی المتوفی ۱۳۱۸ھ)

---

(۱) مشہور جاہلی شعراء امراء القیس طرفہ بن العبد، زہیر بن ابی سلمیٰ لبید بن ربیعہ، عنترہ بن شداد، حارث بن حلزہ الیشکری اور عمرو بن کلثوم کے سات قصیدوں پر یہ مجموعہ مشتمل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحکمۃ البالغۃ مع شرح شمس البازغہ (ملا محمد بن محمد الفاروقی المتوفی ۱۰۶۲ھ)

الہدیۃ السعیدیہ (فضل الحق بن فضل امام الخیرآبادی المتوفی ۱۲۷۸ھ)

ہیئت — الملخص فی الہیئۃ (محمود بن محمد الچغمینی الخوارزمی من القرن السابع) مع شرح قاضی زادہ (صلاح الدین موسیٰ بن محمود الرومی المتوفی ۸۳۰ھ تقریباً)
تشریح الافلاک (بہاء الدین محمد بن الحسین الاملی المتوفی ۱۰۳۱ھ) مع شرح التصریح (امام الدین بن لطف اللہ المہندس بن احمد المعمار الاہوری الدہلوی المتوفی ۱۱۴۵ھ)

حساب — خلاصۃ فی الحساب (بہاؤ الدین محمد الاملی)

ہندسہ — تحریر اقلیدس (نصیر الدین محمد بن محمد الطوسی المتوفی ۶۷۲ھ)

☆

مذکورہ بالا نصاب میں جیسا کہ گذر چکا ہے یہ کوشش کی گئی ہے کہ ہندستان کے پرانے قسم کے موجودہ مدارس کی کل درسی کتابوں کا احصار ہو جائے۔ عموماً مدارس عربیہ میں اب الفیہ، اور مفصل، نہیں پڑھائی جاتیں، نحو کی آخری کتاب شرح جامی، ہے! شافیہ بھی عام طور پر زیر درس نہیں ہے۔ تفسیر میں صرف جلالین اور کہیں مدارک، اور جلالین۔ درسی تعلیم کافی سمجھی جاتی ہے، بیضاوی کی (انوار التنزیل) کم مدارس میں رائج ہے حدیث میں مشکوٰۃ اور آخر میں صحاح ستہ کا دور عام ہے جس پر یہ نصاب ختم ہو جاتا ہے۔ عقائد و کلام میں صرف شرح عقائد، مروج ہے اصول فقہ میں، نور الانوار، اصول شاشی، اور کہیں کہیں توضیح، اور تلویح، بھی زیر درس ہیں فقہ میں، الدر المختار۔ اور، مراقی الفلاح، کا رواج بھی کم ہے عربی نثر میں عموماً مقامات حریری اور نفحۃ الیمن کو کافی سمجھا جاتا ہے منطق میں عبداللہ یزدی کی، شرح تہذیب، قطبی، زیادہ سے زیادہ سلم العلوم، اور، ملاحسن، کا رواج ہے۔ حکمت میں، ہدیہ سعیدیہ، اور ہدایۃ الحکمۃ یا میبذی، مروج ہے ہیئت، حساب اور ہندسہ اب قریب قریب نصاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے خارج ہو چکے ہیں۔ تاریخ خواہ اقوام و ممالک سے متعلق ہو خواہ علوم و فنون نئے نصاب کا لازمی جزو نہیں۔ بعض بعض مدارس میں عرب کی جاہلی تاریخ یا اسلام کی قرون اولیٰ کی تاریخ سے متعلق دو ایک مختصر کتابیں ضمنی طور پر پڑھا دی جاتی ہیں۔ سرکاری نگرانی میں عامی یا تعلیمی مجالس کے تحت جو نصاب بنایا گیا ہے وہ عربی نثر و نظم اور تاریخ کے مفید اضافے کے ساتھ تقریباً انیس کتابوں پر مشتمل ہے۔ لیکن اس نصاب کے تحت تعلیم حاصل کرنے کا مقصد طلبار کے نزدیک محض مقررہ امتحانات پاس کر لینا ہوتا ہے نہ کہ علم یا ذہنی تربیت حاصل کرنا۔ گویا عملاً نصاب اپنا حقیقی مقصد کھو چکا ہے۔

جہاں تک تعلیم و تدریس کا سوال ہے غالباً یہ نصاب کافی سمجھا جاتا ہے لیکن مطالعہ کے لئے یہ کتابیں اساتذہ اور طلبار دونوں کے نزدیک کافی نہیں۔ اساتذہ اور طلبار دونوں کے مطالعے میں ورنہ کم از کم اساتذہ کے مطالعہ میں عموماً ان کتابوں کے حواشی رہتے ہیں۔ چنانچہ تقریباً ہر کتاب کے لئے اس کے متعدد حواشی کا سامنے رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے یہ حواشی کل کے کل متاخرین کی جودت طبع کا نتیجہ ہیں۔ ان حواشی کی تصنیف کا مقصد بالعموم نہ کتاب کا حل ہوتا ہے اور نہ فن کا احصار بلکہ محض اپنی ذہانت طبع اور دقت نظر کا مظاہرہ ہوتا ہے چنانچہ عام حالات میں حواشی کا سمجھنا اصل کتاب کے سمجھنے سے کہیں زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ غالباً خود اصل فن سے حاشیہ کو بس اتنا تعلق ہوتا ہے کہ وہ اس فن کی ہی ایک کتاب کا حاشیہ ہے۔ مدارس میں عام طور پر داخل نصاب کتاب پوری نہیں پڑھائی جاتی۔ بالکل ابتدائی کتابوں کو چھوڑ کر غالباً کوئی کتاب نہ صرف یہ کہ پوری نہیں ہوتی بلکہ نصف اور بعض کتابیں ربع بھی نہیں ہوتیں۔ بعض بعض کتابوں کی مقدار درس اصل کتاب کا تقریباً دسواں اور بارھواں حصہ ہے۔ بعض کتابوں کی مقدار درس اتنی عام ہو گئی ہے کہ ہندستانی مطابع نے بھی کل کتاب کو طبع کرنے کی زحمت گوارا کرنا چھوڑ دی ہے۔ چنانچہ تفسیر بیضاوی، مطول، یا نفحۃ الیمن کے کامل نسخوں کے بازار سے حاصل کرنا اب مشکل ہو گیا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بعض درسی کتابیں تو ہندوستان میں کبھی کامل طبع ہی نہیں ہوئیں اور ان کے غیر درسی حصے ابھی مخطوطات کی شکل میں ہیں جو کیاب بلکہ نایاب ہوتے جا رہے ہیں۔

بعض درسی فنون کا سرسری خاکہ

مذکورہ بالا نصاب پر ایک عام فیصلہ کن نظر ڈالنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ جن فنون پر نصاب بالا مشتمل ہے ان میں سے بعض کی ضروری خصوصیات کا ایک سرسری خاکہ پیش کر دیا جائے اس طرح نصاب بالا کی صحیح افادیت اور اس کی حقیقی اہمیت کا اجمالی اندازہ ہو جائے گا اور یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ یہ کتابیں اور اس نوعیت کی دوسری کتابیں طلبار کی کسی قسم کی ذہنی تربیت کر سکتی ہیں۔

نحو عربوں کو اپنی زبان کے فطری ملکے کی وجہ سے نحوی قواعد کی ضرورت نہ تھی عجمی اختلاط نے لسانی قواعد کے استخراج اور ان کی تدوین کو ناگزیر بنا دیا۔ جن قبائل کی زبان عرب میں زیادہ معروف اور متداول تھی اور نسبتاً ایک عمومی زبان کی حیثیت رکھتی تھی۔ ان کی بولیوں سے عربی قواعد کا استخراج کیا گیا۔ قواعد کے استخراج کے سلسلے میں دو مدارس خیال وجود میں آگئے ایک بصرہ دوسرا کوفہ۔ بصرے کو اہل رائے و قیاس سے زیادہ خصوصیت تھی، اور کوفے کو نقل و روایت سے چنانچہ یہی فرق دونوں مقامات کے نحویوں کے نقطۂ نظر میں پیدا ہو گیا اور اس نے دو مختلف مرکزِ خیال پیدا کر دیئے اہلِ بصرہ قیاس و مماثلت کو زیادہ اہمیت دیتے تھے اور اہلِ کوفہ سماع کو۔ ان دونوں مدرسوں کے اختلافات کو گہری نظر سے دیکھنے کے بعد معلوم ہو جاتا ہے کہ مختلف فیہ مسئلے میں عموماً بصری علمار کسی مخصوص جزوی سماع کو اہمیت نہیں دیتے اور حتی الامکان اس کی توجیہ و تاویل کر کے ایک کثیر الوقوع صورت میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جہاں یہ ممکن نہیں ہوتا شاذ کہہ کر ترک کر دیتے ہیں مگر کوفی علمار اس جزئی مثال کو بھی اصولی اہمیت دینے سے نہیں جھجکتے۔

جب استخراج اور استنباط کا دور ختم ہو گیا تو نحو کی خالص مدرسی حیثیت میں تدوین شروع ہو گئی اس کے بعد تہذیب کا دور آیا اور آخر میں آ کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نویں صدی سے نحو نام ہوگیا ان استخراجی اصول کی محض عقلی بنیادوں پر توجیہ کرنے کی کوشش کا۔ یہ عقلی توجیہیں ابتداءً تو خوش نکات بعد الوقوع کی حیثیت رکھتی تھیں اور کسی نہ کسی حد تک لگتی ہوئی سی تھیں۔ مگر آگے چل کر انتہائی مضحکہ خیز ہوگئیں اور خود فنی حیثیت اختیار کرنے لگیں۔ اور نحو کی مہارت انہیں مضحکہ خیز موشگافیوں کے جاننے کا نام ہوگیا جن کو نہ فن سے تعلق تھا اور نہ اس کی غرض اور غایت سے۔

بلاغت

کلمات کی صوتی خصوصیات، ان کے لغوی معانی اور ان کے استعمال کی نوعیت، مقام کے اعتبار سے ان کی قیمت کا جاننا، جملوں کے اجزاء اور ان کا باہمی ربط اور مقام کے اعتبار سے ربط کی کو پہچاننا، مختلف مواقع کے اعتبار سے اسالیب کلام اور طرز ادا کی خصوصیت اور ان کے اثرات کا علم جن کو وہ پیدا کرتے ہیں، فن بلاغت کا موضوع بحث ہے۔ کلام کو بلیغ بنانے کے لیے مواد اور متکلم کی نفسی کیفیات، احوال کی خصوصیت، کلمات کلام اور طرز ادا کے تاثرات ان سب کو جاننا اور ان کے تحت کلام کو ترتیب دینا ناگزیر ہے۔ اہل زبان میں کسی کلام کے بلیغ ہونے کو اور اس حیثیت سے اس کی قدر و قیمت کو سمجھنے کا مادہ عموماً فطری ہوتا ہے اور بلغاء کے کلام اور ان کے اسالیب پر نظر رکھنے سے خود بھی بلیغ کلام پر قدرت ہو جاتی ہے۔ ابتدائی عہد میں فن بلاغت کی تحصیل کے لئے یہی طریقہ اختیار کیا گیا۔ بلغا کے کلام اور ان پر ادیبوں کے تنقیدی و تعریفی اشارات

جمع کر دیئے جاتے تھے اور اس سلسلے میں مؤلف بھی جو کچھ کہنا ہوتا تھا کہہ دیا کرتا تھا۔ اس دور کے بعد دوسرا دور آیا جس میں کچھ عام اصول جمع کئے گئے لیکن بلاغت کے سلسلے میں سب سے زیادہ اہمیت خود بلغاء کے کلام کو ہی رہی تقریباً چھٹی، ساتویں صدی سے حالت بدلنا شروع ہوئی اور بجائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلغاء کے کلام کے ان مستخرجہ اصول نے اہمیت اختیار کرنا شروع کر دی۔ بلغا کے اسالیب اور جملوں نے شواہد اور امثلہ کی حیثیت اختیار کر لی اور یہیں سے اس فن میں بھی جمود پیدا ہونا شروع ہو گیا طویل کلام خواہ وہ نثر ہو یا نظم اسکی اسالیب پر توجہ کرنا گویا متروک ہو گیا آخر میں صرف یہ اصول رہ گئے اور ان میں عقلی موشگافیاں شروع ہو گئیں اس طرح یہ فن بھی اپنی حقیقی غرض و غایت سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ بلاغت محض جامد اصول کی تلخیص اور تشریح اور دور از کار بحثوں کا نام ہو گیا۔

تفسیر قرآن مجید عرب میں اور عربی زبان میں نازل ہوا صحابہ کے سامنے نازل ہوا۔ اس لئے وہ قرآنی زبان سے اور ان واقعات اور حوادث سے اچھی طرح واقف تھے جن کے سلسلے میں اسکی آیتیں نازل ہوئی تھیں۔ علاوہ ازیں پورا قرآنی ماحول بھی ان کے سامنے تھا۔ ان وجوہ سے قرآنی معنی سمجھنے میں انھیں کوئی دقت نہ ہوتی تھی۔ اس وقت تفسیر کے معنی صرف ان واقعات اور حوادث کا بیان کر دینا تھا جن سے کسی آیت کا تعلق تھا یا اس ماحول کے مطابق کسی لفظ فقرے یا جملے اور عبارت کا مفہوم بتانا یا کسی جزوی مثال کے ذریعہ سے اسے واضح کر دینا یا ناسخ و منسوخ کی تصریح کرنا۔ حلقۂ اسلام کی وسعت کے ساتھ تفسیر میں مشکل الفاظ کی لغوی تشریح بھی داخل ہو گئی تھی۔ چنانچہ قرآن اول و دوم کی تفسیروں کی یہی شان ہے۔ ابتدائی تفاسیر میں ان ہی مختلف روایتوں کو جو صحابہ تک یا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچتی ہیں جمع کر دیا گیا ہے بعض مفسرین نے صحت کا التزام کیا ہے اور بعض نے ہر رطب و یابس کو جو کچھ پہنچا آئندہ انتخاب کرنے والوں کیلئے۔ قرآن میں بہت سے اسرائیلی واقعات اور تلمیحیں ہیں۔ عرب رفع استعجاب کے تحت ان کے متعلق اور ان کے ماسوا ابتداء خلق وغیرہ کے متعلق ان اہل کتاب کی طرف جو اسلام قبول کر چکے تھے رجوع کرتے تھے۔ یہ بزرگ اپنی معلومات کے بقدر جو محدود اور بڑی حد تک عامیانہ اور غیر مستند ہوتی تھیں ان واقعات اور تلمیحوں کو یا دوسرے مختصر واقعات کو بیان کر دیتے تھے۔ اس طرح بہت سی رہ اسرائیلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایتیں جن کے ذکر سے بائبل کا عہد قدیم، اور عہد جدید، اور تالمود بھی بھری ہے قرآنی تفاسیر میں آگئیں۔ اس طرح وہ واقعات بھی جو اگرچہ مروجہ بائبل میں موجود تھے مگر قرآن نے ان کی تصدیق نہیں کی تھی مسلمانوں میں آگئے۔

دوسرے دور کے مصنفین نے اپنے مذاقِ طبع کی بنا پر قدیم تفاسیر یا قدیم تفسیری روایتوں سے جو چیزیں بلا پرکھے ہوئے انتخاب کر لی تھیں مابعد کے مفسرین ان کو اسی طرح پیٹتے رہے۔ عقلی دور کے شروع ہونے کے بعد مختلف عقلی مفادوں کی حمایت کی بنا پر تفاسیر بھی فلسفیانہ تخیلات کی آماجگاہ بن گئیں جس کی وجہ سے آج قرآن مجید کو یونانی اوہام سے جدا کرنا بھی مشکل ہو گیا ہے اسلام میں غیر عربی عنصر کے داخلے کے بعد تفسیریں لسانیاتی نقطہ نظر سے بھی لکھی جانی شروع ہو گئیں ان تفسیروں میں الفاظ کی نحوی، صرفی اور لغوی حیثیت کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

عقائد و کلام

عربی ذہن اپنی بداوت اور سادگی کی بنا پر خدا اور اس کی تنزیہی و تشبیہی صفات کو باریک بینی اور توجیہ و تاویل کے بغیر اسی طرح تسلیم کرتا تھا جس طرح وہ ثابت تھیں۔ اس سلسلے میں ہر قسم کی کھوج اور غور و خوض بدعت خیال کیا جاتا تھا۔ یہی حالت کائنات کی ان توجیہات کے سلسلے میں تھی جو نبی علیہ السلام سے مروی تھیں یا قرآن مجید میں مذکور تھیں۔

جب مختلف قومیں اور مختلف طبقے اسلام سے وابستہ ہو گئے اور دوسری طرف غالباً اول یونانی علوم و فنون اور پھر ایرانی و ہندی خیالات مسلمانوں میں جاگزیں ہونا شروع ہوئے تو اسلامی معتقدات کے متعلق اس سادہ اور بدویانہ نقطہ نظر میں جو عربی قوموں کا خاصہ ہے تبدیلی پیدا ہونا شروع ہو گئی۔ یہیں سے علم کلام کی ابتدا ہوئی اور اعتقادیات کے متعلق خالص محدثانہ طرز کی مقبولیت میں فرق آنا شروع ہو گیا۔ سوالات پیدا ہونا شروع ہو گئے جن چیزوں کو بلا تشریح تسلیم کیا جاتا تھا ان کی تشریح کرنا پڑی۔ اس طرح عقائد میں بہت سی تشریحیں نفیاً یا اثباتاً داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئیں علومِ عقلیہ کی وسعت کے ساتھ عقائد کا باب بھی وسیع ہوتا گیا عقائد کی عقلی توجیہوں کی وجہ سے کلامی مباحث میں فلسفیانہ قسم کی الٰہیات شامل ہو گئی اور کلام ایک تجریدی اسلامی فلسفہ بن گیا اور مختلف مدارس پیدا ہو گئے ان مدارس کے منتسبین نے علمِ کلام میں بھی خالص مدرسیت کی بنیاد ڈال دی۔ لیکن اس کے باوجود ایک جماعت ایسی بھی باقی رہ گئی جو عقائد کے باب میں سلف کی بالکل اس حیثیت میں متبع رہی جو اور ہر قسم کی موشگافیوں اور فلسفیانہ توجیہوں اور تفریعوں کو اثباتاً یا نفیاً تسلیم کرنے سے انکار کرتی رہی مگر اس عقلی شور و شغب میں اس کی اہمیت برابر کم ہوتی رہی۔ آخر جو تھی پانچویں صدی میں جب کلام خالص مدرسی حیثیت میں مستحکم ہو گیا اور لوگوں نے کسی نہ کسی مدرسہ خیال سے وابستہ رہنے کو ضروری سمجھ لیا تو اس کی رہی سہی جماعتی اہمیت بھی ختم ہو گئی

اصولِ فقہ اصولِ فقہ سے ایسے اصول مراد ہیں جن کی بناء پر دلائل شرعیہ قرآن و حدیث اور یا قرآن و حدیث اور اجماع سے مسائل کا استنباط کیا جاتا ہے مختصر لفظوں میں اصولِ فقہ اصولِ اجتہاد کا دوسرا نام ہے چنانچہ جس کسی نے بھی سب سے پہلے کسی مسئلہ کا استنباط کیا ہو گا اسکے لئے اس کے ذہن میں غیر شعوری طریقہ پر ہی کیوں نہ ہو کوئی نہ کوئی اصول ہو گا۔ لیکن جب جزئیات جیسے اصولِ شرعیہ باہمی مختلف اور متضاد صورتوں میں سامنے آئے اور ترجیح و تعارض اور مختلف محتملاتِ استنباط کی طرف مجتہدین کی نظریں پڑیں اور مختلف مدارسِ اجتہاد نے اس سلسلہ میں مختلف نقاطِ نظر پیش کئے۔ مجتہدین یا ان کے منتسبین نے اپنے اپنے اصول مدون کئے اس طرح ہر دائرے کے اصول دوسرے دائرے کے اصول سے کلیۃً متضاد ہوں۔ ہاں بہت سے اصول میں باہم دیگر خاصا اختلاف ہے ایسی صورت میں اصولِ فقہ ایک ایسا فن ہے جس میں ابتدا سے ہی ایک قسم مدرسیت آ گئی۔ مجتہدین کے استخراجی اصول منتسبین کے لئے اصولِ موضوعہ بن گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہ صحابہ بلکہ تابعین تک فقہ میں مدرسیہ رنگ نہیں آیا تھا۔ رواۃ احادیث عام ازیں کہ صاحب اجتہاد ہوں یا نہ ہوں۔ ایسے مسائل میں جن کے متعلق ان کے مرویات میں صحیح احادیث موجود ہوتیں، احادیث کی سند پر فتویٰ دیتے تھے۔ جن مسائل کے متعلق ان کی مرویٰ احادیث نہ ہوتیں تو اپنے سے زیادہ احادیث جاننے والوں کی طرف رہنمائی کر دی جاتی اور اگر کسی مسئلے کے متعلق مستند احادیث معلوم نہ ہوتیں تو مجتہدین منصوص مسائل پر قیاس کرکے فتوے دے دیتے۔ تابعین کے نزدیک کسی مخصوص صحابی کی اس معنی میں کوئی اہمیت نہ تھی کہ وہ تمام پیش آمدہ قضیوں میں اس کی طرف رجوع کریں یا اگر کبھی ابتداءً کسی مسئلے میں کسی خاص صحابی کی طرف رجوع کیا ہے تو آئندہ ہر ضرورت میں اس کی طرف رجوع کیا جائے بلکہ اتفاق و سہولت کے تحت ہر اہل کی طرف رجوع کیا جا سکتا تھا اور کیا جاتا تھا۔ تابعین کے آخر عہد سے مختلف مدارس اجتہاد قائم ہونا شروع ہو گئے جن میں روز افزوں اضافہ ہوتا رہا۔ تیسری، چوتھی صدی میں فقہ پر جب پوری طرح مدرسیت چھا گئی اور مختلف مجتہدین کے اصول و فروع منضبط ہو گئے تو لوگ کسی نہ کسی مجتہد سے اپنے آپ کو وابستہ کرنے لگے۔ تقریباً چھٹی صدی میں عام طور پر مجتہدین اربع امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کے مدارس اجتہاد تسلیم کر لیے گئے۔

فقہ میں مدرسیت آنے کے بعد فقہی تصانیف میں مدرسیت ناگزیر تھی چنانچہ بالکل ابتدائی تصانیف کو چھوڑ کر عموماً فقہی کتابیں کسی نہ کسی خاص فقہی مدرسے سے متعلق ہو گئیں اور رفتہ رفتہ فقہی کتابوں میں سے اجتہادی نقطۂ نظر بالکل فنا ہو گیا جب تک مختلف فقہی مدارس کی ابتدائی تصانیف نہ پڑھیں اس وقت تک پڑھنے والوں میں اجتہادی تخیل پرورش نہیں پا سکتا۔

منطق و فلسفہ مسلمانوں میں منطق و فلسفہ کا داخلہ اموی دور سے شروع ہوا اور عباسی دور میں اس کی تکمیل ہوئی۔ شام کے عیسائی صابی اطباء اور متکلمین ان کے داخلے کا ذریعہ تھے۔ یہ لوگ بالعموم فلسفی تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لئے ان کے ترجموں میں فلسفیانہ حیثیت سے صحت بہت ہی مستبعد ہے۔ اکثر خود ان کا ماخذ بھی ترجمے تھے یا یونانی فلاسفہ کے خیالات لیکن مخلوط۔ مزید براں بعض کتابیں غلط مصنفین کی طرف منسوب تھیں یہ ذخیرہ تھا جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور اس پر انہوں نے اپنی عمارتیں کھڑی کر دیں جو ارسطو اور افلاطون کے سر منڈھ گئیں۔ بہر حال ابتدائیہ فلسفیانہ خیالات ایک حقیقی اور معنوی حیثیت رکھتے تھے مگر ساتویں آٹھویں صدی سے ان کی معنوی حیثیت بھی ختم ہونے لگی اور لفظی مباحث نے انکی جگہ لینا شروع کر دی۔ ابتدائی مسلم فلسفیوں کے خیالات کو یونانی فلسفیوں کے خیالات کی تشریح کے طور پر بے چون و چرا تسلیم کیا جانے لگا اور لفظی دقیقہ سنجیوں کا برابر اضافہ ہوتا رہا۔

مذکورہ نصاب پر سرسری نظر

حدیث اور ادب کو چھوڑ کر پورے گزشتہ نصاب پر ایک مرتبہ نظر ڈال جائیے۔ ان کتابوں کے ثلث حصے کا عہدِ تصنیف آٹھویں صدی ہے جو دسویں صدی تک ہے۔ جو حصہ ساتویں صدی کی تصنیف ہے اس میں اکثر کتابیں عام طور پر نہیں پڑھائی جاتیں جو پڑھائی جاتی ہیں ان میں سے بعض کی اہمیت ذاتی نہیں ہے بلکہ شرحوں کی بنا پر ہے جو بعد کی صدیوں سے متعلق ہیں۔ تین کتابیں چھٹی صدی کی ہیں ان میں سے مفصل، غیر درسی ہوتی جا رہی ہے۔ عقائد نسفی شروح کی وجہ سے اہم ہے۔ پانچویں صدی کی دو کتابیں ہیں۔

اس تقسیم سے حدیث اور ادب کو میں نے قصداً خارج کر دیا ہے متونِ حدیث پر مصنفین کے زمانے کا کوئی اثر نہیں نظم و نثر کی کتابیں اہم ہیں مگر بعض نظم و نثر کے تقریباً ایک ہی عہد سے متعلق ہیں نظم کو بھی اس نصاب میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں لیکن چونکہ اس نصاب کا مقصد ادبیت کی مہارت پیدا کرنا نہیں لہذا فی الحال یہ خارج از بحث ہے گو یہ حقیقت ہے کہ ادبی مہارت کے بغیر قرآن اور حدیث سے صحیح استفادہ تقریباً ناممکن ہے حالانکہ اس نصاب کا حقیقی مقصد اسی کو قرار دیا جاتا ہے۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن خلدون کے قول کے مطابق کسی علم میں مہارت حاصل ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس علم کے مبادی، قواعد اور مسائل پر حاوی ہوجانے کی قدرت اور اسکے اصول سے فروع کو استنباط کرنے کا ملکہ پیدا ہوجائے۔ جب تک یہ قدرت اور یہ ملکہ پیدا نہ ہو اس فن کی مہارت پیدا نہیں ہوسکتی[1]۔ اگر مذکورہ بالا نصاب کو اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو اندازہ ہو جائے گا کہ نہ صرف یہ نصاب علمی مہارت پیدا کرنے سے قاصر ہے بلکہ علم کے صحیح مذاق سے آشنا بنانے کے لئے بھی ناکافی ہے۔

نحو میں 'کافیہ' پڑھایا جاتا ہے۔ اولاً تو کافیہ تمام نحوی مسائل پر حاوی نہیں دوسرے یہ کہ اپنے اختصار کی وجہ سے اتنا مشکل ہے کہ طالب علم کے دماغ پر محض مطلب سمجھنے میں غیر معمولی بار پڑ جاتا ہے اکثر طلباء اس کے نہ سمجھ سکنے کو اپنی کند ذہنی کا نتیجہ خیال کرنے لگتے ہیں جو ان کی ذہنی نشو ونما میں بڑی حد تک حائل ہو جاتا ہے۔ 'کافیہ' کے بعد 'شرح جامی' ہے۔ شروح کی تصنیف کا مقصد ہی چونکہ مسائل کا بیان کرنا نہیں ہوتا لہذا 'شرح جامی' اس اعتبار سے تو مفید ہے ہی نہیں کہ وہ نحو کے مسائل پر حاوی ہے۔ علاوہ ازیں اور اعتبار سے بھی مفید نہیں کہ اس سے نحوی مسائل کی تحقیق اور اخذ و استنباط میں مدد ملتی ہے۔ گویا نہ تو نحو کی غرض وغایت اور اس کے علم آلی ہونے کے اعتبار سے فائدہ بخش اور نہ فن نحو کی اصلی اور ذاتی حیثیت کے اعتبار سے اس میں بجائے اس کے کہ مسائل نحویہ کے دلائل کو اہل زبان کی بول چال سے اخذ کرنے کی اہمیت پر زور دیا جائے اور ان کی صحت اور ترجیح کے لئے اہل زبان کے سماع کو فیصلہ کن قرار دیا جائے عقلی توجیہیں اور موشگافیاں کی گئی ہیں۔ اس سے طلباء میں فن کا صحیح مذاق پیدا ہونے کے بجائے ایک غلط اور غیر فنی مذاق پیدا ہو جاتا ہے۔

یہی صورت فن بلاغت میں ہے۔ مسائل کے لئے آٹھویں صدی کی صرف

---

[1] مقدمہ ابن خلدون، الفصل السادس من الکتاب الاول فی العلوم واصنافہا والتعلیم وطرقہ الفصل الثانی ص [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک کتاب تلخیص زیرِ درس ہے مع اپنی دو شرحوں کے اور وہ بھی نا تمام فنِ بلاغت کا جو سرسری خاکہ میں نے پیش کیا ہے اس کو اور متاخرین کے عہد کی خصوصیات کو سامنے رکھنے سے غالباً یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ کتابیں کسی حیثیت سے بھی مفید نہیں۔

اس نصاب میں جو تفسیریں شامل ہیں وہ نہایت مختصر ہیں اور ترجمے کی حد تک مفید ہیں لیکن اصل قرآن فہمی میں جو تفسیر کا مقصد ہے ان سے زیادہ مدد نہیں ملتی۔ اختصار کے باوجود بھی ان میں اسرائیلیات اور یونانی اوہام مخلوط ہیں۔ صحیح روایات کا التزام نہیں، اکثر مقامات پر یہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے کہ اگر اسرائیلی روایات سے قطع نظر کر لی جائے اور یونانی تصورات علٰحدہ کر دیئے جائیں تو خالص عربی اسلوب عبارت اور لسانی اصول و قواعد کے تحت ان کا کیا مفہوم ہو گا اور قرنِ اول میں کیا مفہوم سمجھا جاتا تھا۔ قرآن میں صحیح تدبر اور غور کرنے کی نہ مشق ہوتی ہے اور نہ ان کے حقیقی حدود متعین ہوتے ہیں۔ بر خلاف اس کے بے راہ روی کی راہیں کھل جاتی ہیں۔

عقائد و کلام میں جن کتابوں کی تعلیم ضروری ہے ان کے ذریعہ سے اسلام کے ان حقیقی اور بنیادی معتقدات و خیالات تک پہنچنا جن پر اسلام موقوف ہے بہت دشوار ہے۔ ان عقائد اور اس کی تشریحات اور عقلی توجیہوں کا ڈھانچہ وہ ہے جو اس دور کے مختلف فرقوں کی مذہبی آویزشوں اور مختلف فلسفیانہ خیالات کی ذہنی کشمکشوں کے تحت تیار ہوا ہے لہٰذا اگر وہ کبھی مفید تھا بھی تو آج نہیں رہا ہے اس لئے کہ نہ وہ مذہبی فرقے موجود ہیں اور نہ ان فلسفیانہ خیالات کی کشمکش ہے۔

فقہ و اصول جس حیثیت میں مروج ہیں اور جو کتابیں موجودہ نصاب میں شامل ہیں وہ اس اعتبار سے نہایت مایوس کن ہیں کہ ان کی نوعیت محض ایک جامد اور تقلیدی فن کی ہو کر رہ گئی ہے۔ جس سے اجتہاد اور اخذ و استنباط کا ملکہ نہ پیدا ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ فقہی اصول اور مسائل ایسی مسلمہ حقیقتیں ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس میں تکرار غور و فکر کی کوئی گنجائش نہیں۔

منطق و فلسفہ وغیرہ عقلی اور تجربی فنون میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں ان کی کیفیت گذشتہ بیان سے اجمالی طور پر معلوم ہو گئی ہو گی۔ ان میں سے متون تو مسائل پر حاوی ہیں جن پر سے بعض اپنے انتہائی اختصار کی وجہ سے بہت دشوار اور طلبہ کے ذہنوں کے لئے بار ہو گئی ہیں۔ لیکن شروح صرف لفظی مباحث اور نکتہ آفرینیوں سے پُر ہیں۔ علاوہ ازیں ان علوم میں اب تک جو اضافے اور جو ترمیمیں اور تنقیحیں ہو چکی ہیں اصولی بھی اور فروعی بھی وہ محتاج بیان نہیں۔ ہیئت یکسر بدل چکی۔ طبعیات بدل چکی۔ منطق پر تنقیدیں ہوئیں۔ اضافے ہوئے۔ فلسفے کے بہت سے شعبے ہو کر مستقل فنون بن گئے۔ حساب میں بہت سے نئے قاعدوں کا اضافہ ہوا اور ان کے عملوں میں بہت سی نئی سہولتیں پیدا ہوئیں مگر ہمارے مدارس ان تمام جدید تبدیلیوں سے بے خبر ہیں اور ان فنون کو ان کی قدیم جامد شکل میں لئے بیٹھے ہیں گویا یہ عقلی اور تجربی علوم بھی الہامی اور منصوص ہیں جن میں ہر قسم کی ترقی اور حرکت ختم ہو گئی اور تکمیل کے اس نقطے پر پہونچ گئے جس میں صرف لفظی مباحث اور عقلی نکات ہی باقی رہ گئے ہیں۔

طرزِ تعلیم

عربی مدارس کی تمام تر تعلیم کتابی ہے جن فنون کی تعلیم دی جاتی ہے ان فنون کی کتابیں ہی پڑھائی جاتی ہیں۔ داخل درس کتابیں ہی اصل فن ہیں۔ بالعموم اساتذہ کے اپنے معلومات بھی فنی ہونے کے بجائے مخصوص کتابوں پر ہی منحصر ہوتے ہیں اور وہ خود بھی نئے معلومات اور فنون کی ترقی و ارتقائی حرکتوں سے اتنے ہی ناواقف ہوتے ہیں جتنے طلبا۔ ان کی فنی بصیرت اور علمی مہارت کے معنی محض زیر درس قدیم کتابوں اور ان کے حواشی کا علم ہے۔ طالب علم زیر درس کتاب کو پڑھتا ہے اور استاد اس مقام کے مطلب کی تقریر کرتا ہے۔ اس تقریر میں کتاب کی عبارت پر نظر ڈالی جاتی ہے اور نحوی، صرفی اور بعض اوقات لغوی حیثیت سے اس عبارت پر جو اعتراضات وارد ہوتے ہیں ان کو بیان کیا جاتا ہے عموماً یہ اعتراضات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کتاب کے حواشی میں مذکور ہوتے ہیں۔ ایسا کم ہوتا ہے کہ خود اپنی طرف سے اساتذہ اعتراض کریں۔ یہ اعتراضات کبھی حقیقی نوعیت کے ہوتے ہیں اور کبھی بالکل لغو۔ ان اعتراضات کے جواب دینے کی کوشش کی جاتی ہے جن کی حیثیت اعتراضات ہی کی طرح کبھی حقیقی ہوتی ہے اور کبھی کمزور دلیلیں۔ عام طور پر یہ جوابات بھی حواشی سے منقول ہوتے ہیں۔ درمیان میں طلباء کو بھی یہ حق ہوتا ہے کہ استاد کی تقریر پر یا اصل کتاب پر اعتراضات کریں جن کے جوابات دینا اساتذہ کا پیشہ ورانہ وظیفہ ہے۔ سمجھ دار طلباء اس حق کو استعمال بھی کرتے ہیں کتاب کی عبارت کے نکات بیان کیے جاتے ہیں اور الفاظ، فقروں اور جملوں تک کی وجہیں بیان ہوتی ہیں گویا مصنف نے ہر ہر لفظ اور ہر ہر تعبیر بہت سوچ سمجھ کر اور عجیب و غریب فوائد کو پیش نظر رکھ کر اختیار کیا ہے حالانکہ ان میں سے کسی ایک کی طرف بھی عام پڑھنے والے کی نظر نہیں پہونچ سکتی۔ اور عموماً یہ سب نکات قطعاً طفلانہ ہوتے ہیں۔ اس اثنا میں اس مقام پر جو فنی اعتراضات و جوابات ہیں ان کو بیان کیا جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے اور جواب دیا جاتا ہے۔ یہ فنی اعتراضات اور جوابات بھی فن کی قدیم روایات اور متاخرین کی تشریحات کے تحت ہوتے ہیں۔ ورنہ ان کی حقیقی نوعیت بڑی مشتبہ ہوتی ہے۔ دوسرے مصنفین کے بیانات سے جو تعارض واقع ہوتے ہیں ان کی توجیہہ کی جاتی ہے۔ جو عام طور پر ان کی باہمی تطبیق کی کوشش پر منتج ہوتی ہے۔

کتاب کی ایک ایک سطر کے متعلق اس نوعیت کی تقریر بعض اساتذہ ہفتوں بلکہ مہینوں کر سکتے ہیں جو ان کی قابلیت کی دلیل سمجھی جاتی ہے۔ افغانستان اور سرحد کے علاقوں کے اساتذہ جو یک فنی ہونے کے بجائے عام طور پر یک کتابی ہوتے ہیں، وہ تو حقیقتاً مہینوں تقریر کیا ہی کرتے ہیں ورنہ ہفتوں میں تو کوئی کلام ہی نہیں لیکن ہندستان کے اساتذہ اتنے ماہر نہیں۔ پھر بھی تاہم بعض بعض مقامات کی تقریریں دو دو تین تین دن تک جاری رہتی ہیں۔ اس طرح کہ ہر دن چار چار، پانچ پانچ گھنٹے تقریر کی جاتی ہے۔ اب چونکہ مہارت کم ہوتی جارہی ہے اساتذہ اور طلباء دنیا بھر کے حواشی نہیں دیکھ سکتے ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور نہ اتنا مطالعہ ہی کر سکتے ہیں اس لئے تقریریں بھی اختصار بڑھتا جا رہا ہے۔

اساتذہ کا روشن خیال طبقہ اس طرز سے پہلے سے ہی متنفر ہے اور یہ تنفر برابر بڑھ رہا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ محض کتاب کو اس کی عبارت کے پڑھانے تک محدود کیا جائے۔ گویہ طریقہ عام طلباء کے لئے باعث دلکشی نہیں اور پرانے قسم کے اساتذہ کے نزدیک بھی علمی مہارت کے خلاف ہے۔ یہ طریقہ تعلیم اپنی اصل کے اعتبار سے متاخرین کے اس طرز تشریح اور تحشیہ سے ماخوذ ہے جس کو میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

یہ طریقہ تعلیم جواب کچھ بدلتا جا رہا ہے اور خدا کرے جلد سے جلد بدل جائے کسی حیثیت میں بھی مفید نہیں نہ طلباء میں فنی بصیرت پیدا کرتا ہے اور نہ کتاب فہمی کی استعداد۔ نہ مسائل ہی یاد رہتے ہیں اور نہ مباحث۔ مسائل مباحث میں مخلوط ہو جاتے ہیں اور مباحث اپنے تنوع اور طوالت کی بنا پر حافظے میں محفوظ نہیں رہتے

اسلامی مدارس کے نصاب کی اصلاح

اس سے پہلے کہ اسلامی مدارس کے نصاب کی اصلاح کا اور ان میں رائج طرز تعلیم میں ترمیم کا اصولی خاکہ پیش کیا جائے یہ مناسب ہوگا کہ خود علم کے مقصد، اسلامی مدارس کی خصوصیات اور عصری مقتضیات و محرکات کے تحت ان کی حیثیت پر ایک معمولی نظر ڈال لی جائے اور اصلاح کے متعلق عام بنیادی تصور کو پیش کر دیا جائے۔ ان چیزوں کے سامنے آجانے کے بعد غالباً اصلاح و ترمیم کی ضرورت اور اس کی صحیح سمت کا تعین خود بخود واضح ہو جائے گا اور ساتھ ساتھ زیر بحث مسئلے کے متعلق عام شکوک کا ازالہ ہو سکے گا۔

علم کا مقصد

اسلام کی اساسی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے ہر چیز کے رخ کو خدا کی طرف پھیر کر ہر چیز میں ایک اعلیٰ قسم کی روحانیت سمو دی ہے۔ اس کا عملی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مادی ناکامیاں نہ افراد کو ناکام بنا سکتی ہیں اور نہ جامد اور قنوطی۔ برخلاف ازیں یہ پاکیزہ تخیل ان کے اعمال کو پاکیزہ بنا دیتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ناکامی کو کامیابی کی شکل میں صورت پذیر کرکے مزید سرگرمیوں کے لئے آمادہ کر دیتا ہے۔ چونکہ مادی طور پر دنیا کا ہر شخص کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس میں تصادم و تنازع لازم ہے یک کامیاب ہوگا اور دوسرا ناکام۔ اگر ہم چیزوں کو محض مادی نقطۂ نظر سے دیکھنا شروع کر دیں تو اس سے علیحدہ ہو کر بھی کہ ناکامی کے بعد جمود اور قنوطیت پیدا ہونا ناگزیر ہے سب سے بڑی خرابی یہ ہوگی کہ ہم جارحانہ خود غرضی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ اور اپنے حلقے کے لئے ایک ذلیل قسم کا خطرہ بن جائیں گے۔

اسلام کی یہی ہمہ گیر اور عملی روحانیت علم کی غرض و غایت میں بھی سرایت کئے ہوئے ہے۔ علم کا مقصد اپنے دل میں خدا کا خوف پیدا کرنا اور اس کی معرفت اور رضا کو حاصل کرنا ہے۔ گویا علم کا حقیقی مقصد اور اس کی اصل غرض کسی دنیاوی یا دوسرے لفظوں میں کسی مادی فائدے کا حاصل کرنا نہیں ہے۔ تحصیل علم کے بعد یا دوران تحصیل میں اگر ہم مادی کشمکشوں میں کامیاب نہیں ہوتے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ علم کی اپنی حقیقی قیمت میں کوئی کمی پیدا ہو گئی۔ ہاں اگر ہم نے علم سے خدا کی ارضی اور سماوی نشانیوں پر تدبر کرنا نہ سیکھا یا ان قوانین و ضوابط پر عمل نہ کیا جو خود ہماری اخلاقی سیاسی اور معاشرتی فلاح کے لئے ہیں اگر ہم اپنے علم سے دوسرے بنی نوع کو فائدہ نہ پہنچا سکے اور اس کو دوسروں کی اصلاح و ترقی میں صرف کرنے سے گریز کیا تو گویا ہم نے علم سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور اس کی حقیقی غرض و غایت سے بہت دور جا پڑے۔

علم کا یہ مقصد ممکن ہے کہ بعض سطحی نظر کے افراد کو عجیب معلوم ہو، مگر ان کے جھٹلانے اور انکار کرنے کے باوجود بھی یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی فلاح اور افراد و اقوام کا سکون مادیت کے بجائے روحانیت میں ہے خصوصاً جہاں تک علم کا تعلق ہے اس کی ترقی اور تعلیم و توسیع کے لئے تو خالص مادی نقطۂ نظر زہر سے کم نہیں۔ کیا علم کے متعلق محض مادی نقطۂ نظر رکھنے کا ہی یہ نتیجہ نہیں ہے کہ علم جس کی افادیت اتنی بدیہی ہے کہ اس کی مزید توضیح و تشریح خود علم کی تحقیر ہو، ہمارے اس ہندستان میں اس میں کمی پیدا کرنے کے ذرائع پر غور ہو رہا ہے بلکہ مختلف طریقوں سے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ کم سے کم لوگ اعلیٰ تعلیم حاصل کر سکیں اور محض اس لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جب علم کو مادی فوائد کا پیش خیمہ سمجھ کر حاصل کیا گیا تھا آج وہ اپنے اس فائدے کو کھو چکا۔ ہم نے علم کو سونے چاندی سے تولا تھا اور علم دفنیٰ کی اعلیٰ شہادتوں کو ڈپٹی کلکٹری جیسے عہدوں کا ذریعہ جانا تھا مگر آج خداوندانِ حکومت نہ اس وزن کو قائم رکھ سکے اور نہ اس کی شہادتوں کے ذریعہ ہونے کو۔

بہرحال اور قوموں کے نزدیک علم کا کوئی مقصد بھی ہو لیکن اسلام اور مسلمانوں کے نزدیک علم کا مقصد خدا تھا یا یوں کہئے کہ انسانِ کامل بننا اور دوسروں کو بنانا تاریخ جانتی ہے کہ جب تک مسلمان جماعتی حیثیت میں علم کے حامل رہے انہوں نے اس مقصد کو برقرار رکھا۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے اسلامی مدارس میں ابھی تک بھی مادیت نہیں پہنچی ہے۔ ان مدرسوں میں اب بھی مادی فوائد کو سامنے رکھ کر نہ علم پڑھایا جاتا ہے اور نہ پڑھایا جاتا ہے۔ اگر یہ مدرسے اپنے اس تخیل کو قائم رکھیں اور آگے کو بڑھیں تو یقین ہے کہ کوئی تعلیمی ادارہ بھی نہ تو علم کی توسیع و اشاعت میں ان کا مقابلہ کر سکتا ہے۔ اور نہ تحقیقات میں اور جہاں تک اصل انسانیت کے کمال کا تعلق ہے تو اس میں غالباً یہ بلا شرکتِ غیرے یکتا ثابت ہوں گے۔

اِسلامی مدارس میں مروّجہ علوم و فنون

ابتداءِ اسلام میں علم کا احاطہ قرآن تک اور پھر حدیث اور اس کے بعد فقہ تک محدود رہا مگر جوں جوں اجنبی علوم آتے گئے یا نئے پیدا ہوتے گئے مسلمانوں نے پوری کشادہ دلی سے ان کی پذیرائی کی۔ اور وہ بھی ان کے تعلیمی مرکزوں کا جزءِ درس بن گئے۔ جو نئے علوم داخل ہوئے اور مسلمانوں نے انھیں قبول کیا ان پر اگر ایک سرسری نظر ڈال لی جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں ہر قسم کے علوم تھے عقلی بھی اور نقلی بھی۔ اور عقلی بھی اس قسم کے جن کے اصول و فروع اسلامی اصول و فروع کے صریح خلاف تھے تاہم اسلامی اصول و فروع سے یہ مخالفت اس بات کا سبب نہ بن سکی کہ مسلمان اپنے تعلیمی مرکزوں سے اُن کو خارج کر دیتے۔ پھر ان میں سے جو علوم تجربوں پر موقوف تھے ان کا تجربہ بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا گیا اور تجربوں کے لئے جس قسم کے آلات ضروری تھے انھیں حاصل کیا گیا، ایجاد کیا گیا اور ان سے کام لیا گیا

نئے نئے اکتشافات اور نئی تحقیقات سے ان میں حذف و اضافہ بھی جاری رہا۔ اس پس منظر کو سامنے رکھ کر یہ کہنا بجا ہے کہ علوم و فنون کی خصوصیت تاریخی طور پر اسلامی مدارس کی امتیازی صفت نہیں یعنی اگر عربی صرف و نحو، ادب و لغت، عقائد، تفسیر و حدیث، یونانی الہیات، طبعیات، ہیئت، ہندسہ، ان سب کا مجموعہ یا ان میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد فنون نہ پڑھائے جائیں تو ہماری تعلیم گاہوں پر اسلامی مدارس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ ان ہی اسلامی مدارس سے (مختلف عہدوں کے اعتبار سے ان مدارس کی عصری حیثیت کوئی بھی ہو) دینیات، لسانیات تاریخیات، منطقیات ریاضیات، طبعیات، الہیات اور دوسرے علوم کے ماہرین نکلے عمومی بھی اور خصوصی بھی۔ لہٰذا اس زمانے میں اگر اسلامی مدارس ان علوم کی جدید عصری ترقیوں اور اضافوں کے ساتھ تعلیم دیں یا دوسرے بالکل جدید اور عصری فنون پڑھائیں تو کسی طرح بھی ان کی روایتی حیثیت سے تضاد اور تخالف نہ ہوگا بلکہ برخلاف ازیں ان کی اپنی تاریخی خصوصیت کا تتبع ہوگا۔

اسلامی مدارس کی تاریخی خصوصیت

یہ واضح ہو گیا ہوگا کہ جہاں تک علوم و فنون کی خصوصیت کا سوال ہے اسلامی مدارس اور دوسری تعلیم گاہوں میں کوئی حقیقی فرق نہیں۔ ان میں فرق و امتیاز بالکل دوسری نوعیت کا ہے جو نسبتہً زیادہ گہرا اور زیادہ بنیادی ہے۔ اسلامی مدارس میں اور دوسری تعلیم گاہوں میں وہ امتیاز مذہبیت اور لامذہبیت ہے۔

اسلامی مدارس کی بنیاد مذہب پر ہے۔ مسلمانوں کے جتنے بھی علوم و فنون ہیں ان میں کسی نہ کسی طرح اسلامیت شامل ہے۔ یہی حال ان کی تصانیف کا ہے نیز طرز تعلیم میں بھی یہ عنصر موجود ہے۔ اسلامیت کے شمول سے میرا مقصد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک عام اسلامی روح کا شمول ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان کے تمام علوم و فنون میں اسلام کی حیثیت مخدومانہ اور دوسری چیزوں کی خادمانہ رہتی ہے۔

مرحوم حضرت علامہ سید سلیمان صاحب ندوی نے اپنی ایک تقریر کے دوران میں بہت لطیف پیرائے میں فرمایا تھا کہ مسلمانوں نے ہر قسم کے علوم سیکھے مگر اس طرح کہ پہلے ان کو مسلمان کر لیا۔ علمی تاریخ شاہد ہے کہ مسلمانوں کے اس طریقہ تفکر اور طرزِ عمل نے ان کو علمی دوڑ میں کسی سے پیچھے نہیں رکھا۔ بلکہ وہ اپنے دورِ ترقی میں تمام معاصر قوموں سے اس مسابقت میں آگے نکل گئے۔ اس خیال کو اگر عصری محرکات کے تحت اور نئے تعلیم یافتہ طبقے کی زبان میں ادا کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے علوم و فنون میں ان کی تعلیم میں اور بنا بریں ان کے مدارس میں ایک نصب العین تھا اور ان سب چیزوں کا رخ تھا ان کے اپنے قومی اور ملی تصوراتِ حیات کی طرف اس طرح افراد کی آزادی جماعت کے مقصد اور نصب العین کے ساتھ ہم آہنگ ہو گئی تھی جس کی وجہ سے اس بین الاقوامی برادری میں ذہنی افتراق و تشتت راستہ نہیں پا سکتا تھا۔

موجودہ اسلامی مدارس میں خوش قسمتی سے آج بھی یہ خصوصیت موجود ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہم اپنی جن کوششوں کا رخ اس نصب العین کی طرف پھیرے ہوئے ہیں وہ خود اپنی ذاتی قیمت کھو چکی ہیں۔ ہماری جو آزاد انفرادی ذہنیت جماعتی ذہنیت کے ساتھ ہم آہنگ ہو رہی ہے وہ ذاتی حیثیت میں خود اصلاح کی محتاج ہے۔ بہرحال اسلامی مدارس کی یہ امتیازی خصوصیت ہے جو ان کے تمام عہدوں میں یکساں مشترک ہے۔

دوسرے مدارس کی تشکیل چونکہ اسلام کی بین الاقوامی برادری کے نصب العین اور بین الملی تصورات اور اس کے جماعتی مزاج کے تحت نہیں ہوئی ہے بلکہ دوسرے نصب العینوں اور دوسرے تصورات اور دوسرے جماعتی مزاجوں کے تحت ہوئی ہے ان میں تعلیم کے مقصد دوسرے ہیں۔ بنا بریں ان کے طلبا اور اساتذہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دونوں اپنی جماعتی حیثیت میں ہماری اسلامی درسگاہوں کے اساتذہ اور طلباء سے نہ صرف علوم وفنون کے اعتبار سے بلکہ اس سے زیادہ گہری اور زیادہ بنیادی حیثیت کے اعتبار سے مختلف ہیں۔ اور یہی فرق ان دونوں قسم کی درسگاہوں میں ہے جب تک یہ فرق نہ اٹھایا جائے دونوں میں اتحاد ناممکن ہے لیکن اس فرق کو کون اٹھائیگا یہ اسلامی مدارس کا کام ہے کہ وہ ان کو اپنے آپ میں سمولیں اور اس طرح جدید و قدیم کا فرق مٹاکر دونوں ایک منبر سے دین و دنیا کی خدمت کے لئے آواز اٹھائیں اور علم وعمل میں ایک ہوکر ایک دوسرے کا ہاتھ بٹائیں۔

مدارس اسلامیہ اور عصری مقتضیات و محرکات

موجودہ اسلامی مدارس میں زمانے کی ضرورتوں اور اہل زمانہ کی ذہنیتوں سے بالارادہ یا بلاارادہ تغافل برتا گیا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے علوم وفنون کی موجودہ ترقیوں اور وسعتوں سے تو گویا قصداً بے خبر رہنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اسلامی مدارس کا یہ طرز عمل جس طرح خالص علمی نقطۂ نظر سے غلط ہے اسی طرح مادی حیثیت میں بھی سخت مضر ہے۔ اس کا نتیجہ ہے کہ آج ہندوستان کی مشین کے کسی پرزے پر بھی اسلامی مدارس کی تعلیم یافتہ جماعت کا کوئی اقتدار نہیں۔ ملک کے تعلیم یافتہ طبقے کی نمائندگی خواہ وہ کسی شعبہ سے بھی متعلق ہو مغربی بنیادوں پر استوار درسگاہوں کے تعلیم یافتہ کر رہے ہیں۔ اگر ہماری درسگاہیں کے بیل ونہار یہی رہے تو مستقبل میں بھی کوئی امید نہیں کہ ان کو اس مشین میں کوئی دخل ہوگا۔ بلکہ جس طرح غلام ملک کے نظام کی فکری اور عملی باگ ڈور اجنبی اقتدار کی سرپرستی میں فرنگیت اساس کالجوں کے تعلیم یافتہ طبقے کے ہاتھ میں رہی اس طرح آزاد ملک کے نظام کی قیادت بھی بلا شرکت غیرے اس طبقے کے ہاتھوں میں رہے گی۔

اس کے علاوہ سب سے اہم وجہ جو زمانے کی ضرورتوں اہل زمانہ کی ذہنیتوں اور علوم وفنون کی ترقیوں اور وسعتوں سے باخبر رہنے پر اور ان میں حصہ لینے پر ہمیں مجبور کرتی ہے وہ ہمارے مذہب یا اسلام کا مطالبہ ہے۔ اور یہی چیز ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارے تمام اسلامی مدارس کا محور اور ان میں تعلیم و تعلم کی اساس ہے۔

یہ کہنا کہ مذہب خدا اور بندے کا ایک ذاتی روحانی تعلق ہے ممکن ہے کہ عیسائیت کے متعلق صحیح ہو مگر اسلام کے متعلق یقیناً غلط ہے۔ یہ غلط خیال بازگشت ہے اس تصور کی جو مغربی علماء نے عیسائیت کے متعلق قائم کیا ہے اور دلیل ہے اس لاعلمی کی جو ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں اسلام کے متعلق اب تک بحالہٖ قائم ہے۔ اور نتیجہ ہے مغرب کی اس کورانہ تقلید و نقالی کا جس میں یہ طبقہ آج بھی پھنسا ہوا ہے۔ حالانکہ جس کو اسلام سے کچھ بھی مس ہو گا اور اس نے اسلام کو معمولی طور پر بھی سمجھنے کی کوشش کی ہوگی وہ اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ اسلام جس طرح ایک فکری نظام رکھتا ہے اسی طرح ایک عملی نظام رکھتا ہے اور اس کا یہ فکری اور عملی نظام زندگی اور اس کے تصورات کے ہر ہر شعبہ پر حاوی ہے۔

بہر حال کہنا یہ ہے کہ خالص مذہبی زاویۂ نظر کے اعتبار سے اسلام کی تبلیغ فرض ہے خصوصاً علماء پر۔ اس کا ایک نظام ہے اور اس کو قائم کئے بغیر اسلام کے وجود کے کوئی صحیح معنی نہیں۔ اسلام کا دعویٰ ہے کہ وہ ابدی صداقتوں پر مشتمل ہے، اس میں دنیا کی تمام ضرورتوں کی تکمیل ہے، اس کا نظام ہر دور کے پیچیدہ مسائل کا حل ہے اور یکہ وہ ایک مکمل اور عالمگیر دین ہے۔ سوال یہ ہے کہ اگر ہم [illegible] کی ذہنیتوں سے ان کے طرزِ تفکر سے اور ان علوم و فنون سے جن کی واقعیت روزمرہ کے تجربوں اور مشاہدوں نے ثابت کر دی ہے یا ان کے متعلق ایسا یقین کیا جاتا ہے نہ واقف ہوں بلکہ ان میں مہارت نہ رکھتے ہوں اور تاوقتیکہ ہمیں دنیا کے موجودہ مسائل کا علم نہ ہو اور مختلف قسم کے سیاسی، اقتصادی، معاشرتی نظاموں پر گہری نظر نہ ہو جبتک ملک کی انتظامی اور قانونی مشین میں ہماری حیثیت اثر انداز پرزوں کی نہ ہو اور ساتھ ساتھ اسلام پر بھی ہر ہر زاویۂ نظر سے دیکھنے کی استعداد نہ ہو ہم اسلام کی صحیح اور مؤثر تبلیغ کس طرح کر سکتے ہیں۔ اور اس کے نظام کو بروئے کار لانے میں اپنے فرض کو کس طرح ادا کیا جا سکتا ہے۔

آج دنیا کی زبان بدل چکی ہے۔ اس کے مفروضات اور مسلمات تبدیل ہو گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اس کے تصورات میں زمین آسمان کا فرق آگیا ہے۔ طرز تفکر بالکل دوسرا ہوچکا ہے۔ اس کے مسائل دوسرے ہوگئے ہیں اس کی طاقتوں میں نوعی فرق آگیا ہے۔ اس نے پرانے اسلحہ بالکل بدل ڈالے ہیں۔ سلوے لفظوں میں کہا جاسکتا ہے کہ دنیا اور اس کا مزاج کلیتہً بدل گیا۔ لہٰذا اگر آج ہم کو اس کے سامنے اسلام کی ابدی صداقت کا پیغام پہنچانا ہے تو پہلے سے مختلف زبان اختیار کرنا پڑے گی۔ اور اس کے تفکر کے مطابق نئے طریقوں سے اسلام کو اس کے دماغ میں پہنچانا پڑے گا۔ دنیا کے نئے مسائل کے لئے ہمیں اسلام کو نئے زاویۂ نظر سے دیکھنا پڑے گا۔ اس سے نبرد آزمائی کے لئے نئی طاقتیں حاصل کرنا ہوں گی اور نئی اسلحہ بندی کرنا پڑے گی۔ اس کو متاثر کرنے کے لئے نئے اثرات استعمال کرنا ہوں گے۔ اس مادی دنیا کے سامنے اسلام کی روحانیت کو اس کی مادی سڑک سے لے جانا پڑے گا۔ اور ان سب کی تیاری بجز ہماری اپنی تعلیم گاہوں، تربیت گاہوں اور تجربہ گاہوں کے کہاں ہوسکتی ہے۔

اسلامی مدارس کی اصلاح کے متعلق ایک بنیادی تصور اسلام میں

دین و دنیا اور روحانیت و مادیت میں افتراق کی کوئی گنجائش نہیں ہے تجربات حیات سے مستفید ہونے کی کوئی ممانعت نہیں بلکہ کائنات میں تدبر و تفکر مسلمان کی خصوصیت ہے۔ اس سلسلے میں اسلام کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ دنیا میں دین سمویا ہوا ہو اور مادیت میں روحانیت سرایت کئے ہوئے۔ تجربات حیات سے استفادہ کا مقصد اور کائنات میں تدبر و تفکر کی غرض رب حیات اور خالق کائنات سے بغاوت و سرکشی کرنا نہ ہو بلکہ اس کی عظمت کا یقین حاصل کرنا اور اس کی ودیعت کی ہوئی پوشیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کر کے منت پذیری کے جذبے کے ساتھ ان سے کام لینا ہو اسلام کے اس تصور کے تحت مسلمانوں کی تعلیم اور ان کی تعلیم گاہوں کے نقطۂ نظر میں اختلاف ہو جاتا ہے۔ اسی اختلاف کی بنا پر ضروری ہے کہ ہمیں مدارس میں ایک خاص قسم کا ماحول پیدا کرنا چاہیے اور خاص تربیت کا لحاظ رکھنا چاہیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور یہ کہ ہمارے مدارس کو نہ کسی خاص علم وفن سے مختص ہونا چاہئے اور نہ مخصوص اغراض رکھنے والے طبقوں سے۔ بلکہ تمام علوم وفنون سے اور تمام طبقات سے ان کی مختلف اغراض کا لحاظ رکھتے ہوئے یکساں تعلق ہونا چاہئے۔ اس طرح ان کے طلبار خواہ کسی علم وفن کی تحصیل کریں اور زندگی کے کسی شعبے کو اپنی جدوجہد کی جولانگاہ بنائیں سب میں ایک قسم کی وحدت خیال اور وحدت مقصد قائم رہے گی اور باہم تضاد وتخالف پیدا نہ ہو سکے گا۔ ہندستان کے مختلف سرکاری اور غیر سرکاری جدید قسم کے مغربی بنیادوں پر استوار جوامع سے تعلیم یافتہ گان کو دیکھئے ان میں مختلف علوم وفنون کے ماہر بن ملیں گے، اس طرح کہ ایک کو دوسرے کے مضامین سے نہ کوئی دلچسپی ہوگی اور نہ کوئی ادنیٰ تعلق بلکہ ساتھ ساتھ نہ طرز معیشت میں یکسانی ہوگی۔ نہ معاشرتی درجات میں اور نہ ان کی عملی سمتوں میں اتحاد اور نہ جدوجہد کی جولانگاہوں میں۔ مگر ان سب عظیم اختلافات کے باوجود ان میں ایک وحدت خیال اور وحدت تفکر موجود ہوتی ہے کہ وہ نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتے بلکہ ایک دوسرے کے شانہ بشانہ کام کر سکتے ہیں، اور کرتے ہیں اور یہ اس قسم کی وحدت ہوتی ہے جو ان میں اور ہمارے اسلامی مدارس کے طلبہ میں نہیں ہوتی۔

اس تصور کو سامنے رکھ کر ہی ہم کو اپنی درسگاہوں کی اصلاح کی طرف اقدام کرنا چاہئے۔ اور اس طرح تمام علوم وفنون کو اور تمام علمی تجربات کو اور صنعتی تربیتوں کو ایک طرح سے مسلمان بنا لینا چاہئے۔

میں جانتا ہوں کہ ہماری اسلامی درسگاہوں کی پشت پناہی نہ حکومت کر رہی ہے اور نہ ہماری قوم کا دولت مند طبقہ بلکہ ان کا بار محض غریب اور مفلس طبقے کے کمزور کاندھوں پر ہے اور اس لئے ہمارے لئے یہ ناممکن ہے کہ ہم اپنی درسگاہوں کو جدید قسم کی یونیورسٹیوں کے معیار پر لا سکیں، اور ہر قسم کے علوم وفنون کو ان کی نظری اور عملی حیثیت میں تعلیم دے سکیں، اور اس قسم کے اساتذہ اور اس طرح کے آلات اور دوسرے ضروری سامان مہیا کر سکیں لیکن اپنی اس مکمل بے سروسامانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے باوجود ایک چیز کر سکتے ہیں کہ ہم اس قسم کی درسگاہوں کو ایک حقیقی نصب العین بنا کر اپنی موجودہ درسگاہوں کو اپنے نصب العین درسگاہ کا ایک جزو سمجھ لیں اور اپنی حدود اور وسعت کے مطابق تدریجاً ان کو وسیع کرتے جائیں۔ فی الحال اپنی موجودہ درسگاہوں میں کم از کم کچھ مضامین کی تعلیم شروع کر دیں جن کی حیثیت خالص نظری ہے یا جن کو نظری طور پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ ان علوم کی تعلیم کے لئے ہمیں اپنی ملکی زبان کو ہی اختیار کر لینا چاہئے اور اس زبان کی کتابوں کو نصیب درس کر دینا چاہئے۔ یہ سچ ہے کہ ہمیں فی الحال ایسے اساتذہ نہیں ملیں گے جو ہمارے نصب العین سے یا ہماری تربیت سے ہم آہنگ ہوں لیکن آئندہ جب ہماری جماعت میں یہ علوم آ جائیں گے تو اس قسم کی دشواری ختم ہو جائے گی۔

آج علم بہت گراں ہے کیونکہ اعلیٰ تعلیم صرف دولت مند طبقے کے افراد ہی حاصل کر سکتے ہیں اور غریب طالب العلم خواہ اس کو کتنا ہی شوق ہو اور اس کی ذہنی صلاحیتیں کتنی ہی بلند ہوں لیکن اس کو جاہل رہنا پڑے گا۔ اس کے برخلاف آج علم بہت ارزاں بھی ہے۔ اس کو ہر شخص حاصل کر سکتا ہے خواہ اس کی جیب میں علم کی صحیح قیمت دینے کے لئے نہ محنت کے سکے ہوں اور نہ شوق کے خواہ اس کے پاس ذہنی صلاحیت اور فکری استعداد و مناسبت کی معمولی دولت بھی نہ ہو ہاں صرف سونے اور چاندی کے ٹکڑے اس کے یا اس کے سرپرست کے پاس ہوں۔

چونکہ جدید درسگاہوں کی زمام اقتدار اس طبقے کے ہاتھ میں ہے جو مغرب کی تہذیب اور تمدن سے متاثر ہے اس کے سامنے وہی گراں تعلیم ہے لہٰذا وہ کبھی بھی علم کو مالی اعتبار سے ارزاں نہیں کر سکے گا جس کا کھلا ہوا نتیجہ یہی ہے کہ علم کی دولت اس کے صحیح مستحقین کو تقسیم نہ ہو سکے گی اور نہ اس میں وسعت پیدا ہو گی لیکن اگر ہماری اسلامی درسگاہیں ان علوم و فنون کو یا ان کے کسی حصے کو اپنے نصاب میں شامل کر لیں تو پھر ان ہی چٹائیوں اور دریوں سے علم اپنے حقیقی مستحقین میں پہونچ سکے گا۔ اور اساتذہ بھی اپنی روایتی للہیت کی بنا پر علم کو تقسیم کرنے میں نہ بخل سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام لیں گے اور نہ مالی معاوضے کو اہمیت دیں گے جب ان میں یہی علوم آجائیں گے تو یقیناً ان میں محض مغرب کی تقلید اور نقالی نہ ہوگی بلکہ وسیع النظری اور مجتہدانہ استعداد ہوگی۔

اسلامی مدارس کے نصاب کی اصلاح کا اصولی خاکہ

اسلامی مدارس کی موجودہ مالی مشکلات کو سامنے رکھتے ہوئے ان میں تمام متداول علوم و فنون کی تعلیم جس طرح ہونا چاہیے نہیں ہو سکتی۔ مگر تاہم فی الحال بعض ضروری فنون کا خصوصاً جو زیر درس فنون سے مناسبت رکھتے ہیں اضافہ ضروری ہے مثلاً حساب، ہندسہ، مساحت، جغرافیہ، ہیئت، نظری طبیعات، مغربی فلسفہ، نفسیات، سیاسیات، اخلاقیات، اقتصادیات، تاریخ، فلسفہ تاریخ، اصول قانون وغیرہ۔ بقیہ فنون کے لئے نیز ان میں سے بھی بعض فنون کی اعلیٰ تعلیم کے لئے کسی دوسرے وقت کا انتظار کرنا چاہیے اور حالات کے سازگار ہونے کے ساتھ ان کو بڑھاتے رہنا چاہیے کیونکہ ان فنون کی بہت سی کتابیں اردو میں منتقل ہو چکی ہیں لہٰذا مدارس پر ترجمہ کرانے کا بار نہ پڑے گا۔ ان فنون کو قدیم مروجہ فنون کے ساتھ ان کی مناسبتوں کا لحاظ رکھ کے ملا جا سکتا ہے۔ انگریزی کو ثانوی زبان کی حیثیت دیدی جائے۔ مروجہ علوم میں جہاں تک عربی صرف و نحو کا تعلق ہے ابتدائی اور سہل کتابوں پر اکتفا کیا جائے اور ان کو زبان کے ساتھ اس طرح پڑھایا جائے کہ قواعد کی مشق ہو جائے اور لکھنے پڑھنے میں قواعد کی غلطیاں نہ رہیں۔ بقیہ فنون میں متقدمین کی کتابوں کو اور متاخرین کی ایسی تصانیف کو جو مجتہدانہ تحقیقات پر مشتمل ہوں ترجیح دی جائے۔ ابتدائی فنون کو چھوڑ کر اعلیٰ فنون میں فنون کی تاریخوں کو مطالعے کے لئے لازم کر دیا جائے۔ ان تاریخوں سے نہ صرف یہ کہ فن اجمالی طور پر سامنے آجائے گا۔ بلکہ اس کی تدریجی ترقیوں پر اور ان وجوہ و اسباب پر بھی نظر ہو جائے گی جن کی وجہ سے ان میں کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔ اور علم کی صحیح قیمت معلوم ہو جائے گی۔ اکثر علوم و فنون کی تاریخیں موجود ہیں بعض قدیم اسلامی فنون ایسے ہیں جن کی تاریخیں میرے علم میں نہیں۔ بہرحال اگر نہ ہوں تو لکھوائی جا سکتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان تمام فنون کی تعلیم ظاہر ہے کہ ہر ہر طالب علم نہیں حاصل کر سکتا اور نہ ان سب کو اوسط استعداد کا ایک طالب علم محفوظ رکھ سکتا ہے۔ لہٰذا اسلامی مدارس کی تعلیم کو اگر ان تمام مضامین پر حاوی کیا جائے تو ہمیں اپنے قدیم اور آج کل کے جدید جامع کے اصول کی پیروی کرنا ہوگی بعض مناسب فنون کے جوڑ مقرر کر دیئے جائیں۔ ان جوڑوں کی ترجیح اختیاری ہے۔ ان بعض خاص فنون کے اعتبار سے اس کے موقوف علیہ جوڑ ضروری کر دیئے جائیں۔ ہندستان کے موجودہ اسلامی مدارس جو اپنے بعض زیر درس فنون کے اعتبار سے خصوصی شہرت رکھتے ہیں وہ اپنی اس شہرت کو اصلاح و ترمیم کے بعد بھی قائم رکھ سکتے ہیں اس طرح کہ وہ ان فنون پر زیادہ زور دیں اور ان کے لیے خصوصی ماہرین کا انتظام قائم رکھیں اور ان مضامین میں طلبہ کی سخت جانچ کئے بغیر سند نہ دیں۔

اگر اس طریقۂ اصلاح کو اسلامی مدارس کے موجودہ مقصد کے خلاف سمجھا جائے تو بھی کم از کم مروجہ نصاب میں کسی نہ کسی حد تک ترمیم کرنا ناگزیر ہے مثلاً متاخرین کی کتابوں کی اس کثیر تعداد میں کمی کر کے متقدمین کی بعض اہم کتابوں کو داخل کیا جائے حواشی اور شرح نے جو اہمیت ہمارے نصاب میں حاصل کر لی ہے اس کو کم کیا جائے متاخرین کی ایسی تصانیف کو داخل کیا جائے جو مجتہدانہ حیثیت رکھتی ہوں۔ اور ساتھ ساتھ چار پانچ کتابیں جدید فلسفے اور طبعیات و ہیئت کی شامل کی جائیں۔ بعض فنون کی تاریخوں کو مطالعے کے لئے لازم کر دیا جائے

مدت تعلیم اور مضامین کی تقسیم

مدت تعلیم کے تعین، مضامین کی تعلیم کے معیار، ان کے صحیح جوڑ اور ان کی صحیح تقسیم کے لئے ان حضرات کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جو ان مضامین کے ماہر ہیں اور تعلیم کا تجربہ رکھتے ہیں اس کے متعلق مجھ جیسے بے سواد کی رائے واقع میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی لیکن ان کی ترمیم و تنسیخ کے لئے مواد فراہم کرنے کی حد تک ایک معمولی اور مجمل خاکہ غیر مناسب نہ ہوگا۔

مکمل تعلیم کا زمانہ کم از کم پندرہ سال ہونا چاہیے۔

ابتدائی تعلیم کے لئے تین سال جس میں کلام اللہ شریف ابتدائی نوشت و خواند وغیرہ حساب چاروں بسیط قاعدوں تک اردو پڑھانے میں ایسی کتابیں جو اسلامیات سے متعلق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجوں رکھی جا سکتی ہیں۔

ثانوی تعلیم کے لیے پانچ سال جن میں حساب، مساحت، ہندسہ، جغرافیہ نقشہ کشی ابتدائی انگریزی زبان کے ساتھ عربی کی ابتدائی صرف و نحو وغیرہ کی تعلیم کو تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ان مضامین میں سے بعض بطور تبادل اختیاری ہوں گے بعض یکے بعد دیگرے۔

جامعی تعلیم کے لیے پانچ سال جن میں سے سال اول میں نحو عربی، بلاغت کے ابتدائی سادے مسائل، فقہ، منطق، انگریزی، تاریخ وغیرہ اس میں بھی مضامین کی کثرت کی صورت میں بشرط ضرورت تبادل اختیاری کیا جا سکتا ہے۔

سال دوم و سوم میں عربی ادب، بلاغت و عروض، فقہ و اصول، تاریخ، منطق و مناظرہ، طبیعیات، کلام، انگریزی۔ اس دوران میں چار مضامین لازم کر دیے جائیں گے۔

سال چہارم و پنجم میں عربی ادب، فقہ و اصول، اقتصادیات، اصول قانون، ہیئت، تاریخ و فلسفہ تاریخ، فلسفہ، کلام، سیاسیات، نفسیات، اخلاقیات، حدیث، انگریزی۔ اس دوران میں تین مضامین لازم ہوں گے۔

بعد الجامعی تکمیل کے لیے دو سال۔ حدیث، فقہ و اصول فقہ۔ عربی ادب، اقتصادیات، تاریخ و فلسفہ تاریخ، فلسفہ مع کلام، سیاسیات، نفسیات، انگریزی، تکمیل کے لیے کوئی ایک مضمون کافی ہوگا۔

ان مضامین میں سے بعض کے ساتھ بعض مناسب جوڑ لازم کیے جا سکتے ہیں۔ مثلاً فقہ و اصول فقہ کی تکمیل کے لیے موجودہ عہد میں کم از کم اصول قانون ضروری ہے۔ اس کے بعد اقتصادیات کی اہمیت ہے۔ کلام کے ساتھ فلسفہ ناگزیر ہے اور اس کے بعد نفسیات کی ضرورت ہے۔ یا عربی ادبیات کے لیے بلاغت و عروض کافی اہمیت رکھتے ہیں۔ وعلیٰ ہذا القیاس جن قدیم مضامین میں نئی ترقیاں اور ترمیمیں ہوئی ہیں ان میں ان کی عصری تحقیقات کو حقیقی اہمیت دی جائے۔ تکمیل کی صورت میں مضامین کی تاریخوں کو کافی اہمیت ہے۔ نیز بعض مضامین کی تکمیل موجودہ عہد میں بلا انگریزی جانے ہوئے ممکن ہی نہیں۔ جامعی تعلیم کے دوران میں ترجمۂ قرآن کو ختم ہو جانا چاہیے۔ طلبہ کی حیثیت کے مطابق اس کی لسانی اہمیت، عملی افادیت، تاریخی صحت، فلسفیانہ توثیق پہ توجہ رکھی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرزِ تعلیم اور تربیت جہاں تک ابتدائی تعلیم کا یا ان فنون کی تدریس کا سوال ہے جن کی کتاب کے تعلق کے بغیر تکمیل نہیں ہوسکتی ان میں تو تعلیم کو کتاب تک محدود کرنا ہوگا۔ مگر جامعی تعلیم میں کتابوں کو غیر معمولی اہمیت دینا شاید زیادہ مفید نہ ہو۔ چنانچہ جامعی تعلیم میں کم از کم اس کے آخری سالوں میں تو فن اور مضمون کی تعلیم کی طرف توجہ منعطف رہنا چاہیئے اس طرز سے طلبہ میں اس فن سے دلچسپی پیدا ہوجاتی ہے اور فن پر پوری نظر ہوجاتی ہے۔ مضامین کی تعلیم خالص اجتہادی اور انتقادی ہو مگر اس انتقاد کو محض تخریبی اور سلبی ہی نہ ہونا چاہیئے بلکہ تعمیری اور مثبت ہونا چاہیئے طلبہ میں فنی اجتہاد اور انتقاد کی صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ حتی الامکان محض لفظی اعتراضات وجوابات سے طلبہ کے ذہن کو محفوظ رکھنا چاہیئے۔ جو موضوع زیرِ درس ہو طلبہ کو پہلے سے اس کے لئے تیار ہونے پر آمادہ کیا جائے اور اس پر مطالعہ کرنے کے لئے کتابیں تجویز کر دینا چاہئیں۔ اس سلسلے میں طلبہ کی اوسط استعداد اور صلاحیت کا لحاظ ضروری ہے۔

فقہ کلام اور قرآن کی تعلیم میں عصری نظریوں کو سامنے رکھا جائے اور آزادانہ مقابلہ کیا جائے۔ فقہ اور کلام میں قرآن وحدیث سے اصول وضوابط کے موافق آزادانہ استخراج واستنباط کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اصول فقہ میں نفس اصول پر نظر ڈالنا ان کی صحت کو جانچنا بھی مفید خدمت ہوگی۔ تکمیلی جماعتوں کے طلبہ کو اپنے مضامین کی تحقیق پر آمادہ کرنا مفید ہوگا۔

طلبا کا مقصد کسی فن کی بھی تحصیل ہو لیکن ان کے عادات واخلاق کی نگرانی بہت ضروری ہے۔ ان کے عام اخلاق وعادات کو اسلامی رہنا چاہیئے ان کو ان درسگاہوں کے مقصد ان کی خصوصیات اور ان کے نصب العین کا پیکر ہونا چاہیئے۔ ان کی توجہ محض مادی فوائد پر مرکوز نہ ہونا چاہیئے۔ اسلامی روح سے نہ یہ کہ صرف ان کو آشنا بنایا جائے بلکہ اسلامی روح کو ان میں جذب کرنے کی کوشش ہونا چاہیئے ان کی عملی قوتوں کو بیدار رکھنا چاہیئے اور ہر شعبۂ حیات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخصوص مقاصد سامنے رکھ کر جد و جہد پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے۔ رواداری، ایثار، خدمت خلق اور بنی نوع کی اعانت کے ملکات کی تخلیق میں ان کی مدد کرنی چاہئے۔ یہ کوشش ہونا چاہئے کہ ان کے انفرادی مفاد جماعتی مفاد سے متصادم نہ ہوں۔ ان کا انفرادی نصب العین بین الملی نصب العین سے نہ ٹکرا جائے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی تربیت اسلامی ہونا چاہئے اور ان کے لئے ہماری ساری درسگاہوں کو اسلامی ماحول مہیا کرنا چاہئے۔

اس تعلیم اور طرز تعلیم سے جو طلبہ اس ماحول کے تربیت یافتہ نکلیں گے ان کے متعلق غالباً یہ توقع کرنا بیجا نہ ہوگا کہ ان کے دماغ روشن ہوں گے۔ ان میں صلاحیت فکر پیدا ہوگی۔ اور اجتہادی صلاحیت ان کی زندگی میں ایک ہم آہنگی پیدا ہو جائے گی

———— اسلامی نصب العین کی طرف ان کا رویہ نہ صرف یہ کہ ہمدردانہ ہوگا بلکہ ایک حد تک والہانہ ہوگا۔ ان میں مختلف صلاحیتیں ہوں گی۔ جن کی بنا پر وہ مختلف شعبہ ہائے حیات میں ہماری نمائندگی کر سکیں گے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید مقبول احمد[1]

اسلام نے شروع ہی سے علم کے حصول پر زور دیا (طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ : حدیث نبوی ﷺ)، قرآنی آیت " وعلم آدم الاسماء کلھا " سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ علم اور حصول علم پر انسان کو برتری ملا ہے، قرآن مجید میں بار بار ذہین لوگوں اور احمقوں میں امتیاز کیا جاتا رہا ہے، عقل کا لفظ اپنی متعدد شکلوں میں قرآن مجید میں ان گنت بار استعمال ہوا ہے، رسول کریم ﷺ کی بعثت کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ عرب بدوؤں کی غربت، جہالت، غریبی اور بیماری کو دور کریں، اور تعلیم کی اہمیت کا اندازہ ان کے اس قول سے بھی ہوتا ہے کہ "اطلبوا العلم ولو کان بالصین"

ظہور اسلام کے وقت عرب میں لوگ لکھنا زیادہ نہیں جانتے تھے۔ شاعری سینہ بہ سینہ چلتی تھی۔ اس لئے شروع میں پڑھنے لکھنے کی طرف بہت زیادہ توجہ دینی پڑی خصوصاً اس وجہ سے کہ قرآن کو لکھنا بھی تھا پڑھنا بھی تھا۔ رفتہ رفتہ تعلیم پھیلتی گئی، اور اموی عہد میں قرآن ہی سے کئی علوم پھوٹ نکلے اس وقت میں اسلام کے نفوذ کے سبب قرآن ہی کے لئے صرف ونحو کی بنیاد

---

[1] پروفیسر ایس مقبول احمد، ڈائرکٹر علی گڑھ سینٹر آف ویسٹ ایشین اسٹڈیز۔ عرب جغرافیہ اور ہند وعرب تعلقات، کے موضوعات پر متعدد مشہور کتابوں کے مصنف۔ مسلمانان ہند کے رسوم، روایات اور ان کے افکار پر اصلاحی نقطۂ نظر سے گہری فکر کے ساتھ سوچنے والے دس پانچ مغربی تعلیم یافتہ لوگوں میں سے ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی پڑ گئی۔ ۸ ویں صدی میں غالباً چین سے، کاغذ بھی ادھر آگیا۔ یہ صدی سیکولر علوم کی ترویج کے اعتبار سے بھی اہم ہے۔ یہی زمانہ ہے جب مسلمان یونانی، ایرانی اور ہندستانی علوم سے آشنا ہوئے (گو ایرانی علوم سے کس قدر پہلے سے کچھ واقفیت بھی) اس وقت تک بعض اسلامی علوم ارتقا کے منازل طے کر کے اپنی متعین صورتیں بھی اختیار کر چکے تھے، تفسیر، فقہ، صرف و نحو، اور منطق، پہلے عربوں کے یہاں نہیں تھے لیکن ۸ ویں صدی کے بعد تو جغرافیا، طب، ریاضیات، طبیعات، اور دوسرے اسی قسم کے علوم بھی عربوں میں در آئے؛ اور اگلی چار صدیوں میں، عربوں نے ان علوم کو سیکھنے ہی پر اکتفا نہیں کیا۔ ان میں بنیادی اضافے بھی کئے؛ اور تعلیم و تحقیق کے متعدد ادارے وجود میں آگئے!

ابتدائی تعلیم تو مکتبوں اور مدرسوں میں دی جاتی تھی، مگر اعلیٰ تعلیم کے لئے کالج یا یونیورسٹیاں نہیں تھیں۔ جو طلباء اسلامی علوم کی تکمیل کے خواہشمند ہوتے تھے۔ انھیں اساتذہ کے پاس جانا پڑتا تھا جو اپنے گھروں میں یا مساجد میں اسباق دیتے تھے۔ ہر علم کے خصوصی ماہروں سے کچھ حاصل کرنے کے لئے طلباء کو بعض اوقات خاصے لمبے سفر کرنا پڑتے تھے۔ اطمینانِ خاطر ہو جانے کے بعد اساتذہ اپنے طلباء کو اسناد بھی عطا کرتے تھے۔

عباسی عہد میں تعلیم کی اشاعت کے دوگونہ اثرات مرتب ہوئے: ایک طرف سماج نے ترقی کی، دوسری طرف فلسفہ و طبیعات کے نئے افکار و نظریات نے جو یونانی کتابوں کی راہ سے داخل ہو رہے تھے مسلمانوں کے مذہبی افکار اور ان کے انداز فکر پر ایک مستقل اثر چھوڑا، ایسے ہی ہندو اور بدھ فلسفے نے بھی اپنے اثرات ڈالے اسی لئے، اس عہد میں، مسلمان دانشور متعدد مسلکوں میں بٹے ہوئے ملتے ہیں۔ یہ صورت حال ۱۱ ویں صدی تک قائم رہی۔ پھر سکہ بند مذہبیت غالب آگئی؛ اور پھر، اگلی کئی صدیوں تک مکمل طور پہ چھائی رہی۔

○

گیارہویں صدی تک سیکولر اور سائنٹفک تعلیم بڑے وسیع پیمانے پہ جاری تھی، لہٰذا اس کا آزادانہ حصول بہت آسان تھا۔ دینیات کی تعلیم کے سلسلہ میں مدرسوں کا سا انتظام بھی شروع ہو گیا تھا، لیکن اس وقت تک باقاعدہ مدرسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا اسکول وجود میں نہیں آئے تھے۔ اس قسم کا پہلا مشہور اور اہم مدرسہ ملک شاہ سلجوقی کے وزیر نظام الملک نے قائم کیا۔ بغداد میں پہلا مدرسہ قائم ہونے کے بعد پوری اسلامی دنیا میں ایک سلسلہ چھڑ گیا۔ ان مدارس کا مقصد دینی اور اخلاقی تعلیم دینا تھا؛ شاید یہ مقصد بھی ہو کہ اسماعیلی تبلیغ کے جلو میں جو الحاد و بے دینی نت نئے رنگ میں پھیلتی جا رہی تھی، اور مصر میں ایک پوری پشت پناہ سلطنت وجود میں آ چکی تھی، اس سب کا کچھ ازالہ کچھ سدباب ہو سکے۔ اور کیا یہ تاریخ کا ایک واقعہ نہیں ہے کہ حسن بن صباح کے ایک فدائی ہی نے نظام الملک کو قتل کر ڈالا......

نظام الملک کا جو بھی مقصد رہا ہو، لیکن تعلیم کے اس نئے نظام سے اگلی چند صدیوں میں اسلامی معاشرے کے ارتقا پر کچھ اچھا اثر نہیں پڑا۔ اس کے لئے جو نصاب تیار کیا گیا جس میں قطعیت کے ساتھ دینی اور اخلاقی پر سارا زور تھا، امام غزالی کا اس پر دیرپا اثر رہا۔ بغداد کے نظامیہ میں غزالی خود بھی درس دیتے تھے۔ ان کے یہاں بنیادی حیثیت اخلاقیات کو حاصل تھی۔ یہ ان کی تصنیفات سے بھی نمایاں ہے؛ لبرل اور سیکولر انداز فکر کے وہ مخالف تھے، یہ بھی طے ہے؛ یونانی فلسفہ کے تو وہ صاف صاف مخالف ہی تھے، اسماعیلیوں کے بھی خلاف تھے۔ اسی طرح فاطمی خلفائے کے بھی۔ چنانچہ ان کے تعلیمی افکار میں اخلاقی تعلیم کا حصول مسلمان کے لئے ایک فریضۂ زندگی قرار پا گیا۔ بقیہ ساری تعلیم (سائنٹفک یا کیسی بھی) کو ثانوی حیثیت دیدی گئی۔ بغداد کے نظامیہ کالج کے افتتاح اور غزالی کے نئے تصور تعلیم نے مسلم معاشرے کی ساری توجہ سیکولر اور سائنٹفک تعلیم سے ہٹا کے مذہبی تعلیم پر مرکوز کر دی۔ سائنٹفک تعلیم باقاعدہ اور منظم طریقے پر دی بھی نہیں جا رہی تھی، اور نہ حکمراں طبقے کی اسے حمایت حاصل تھی؛ اس لئے بھی اس کے زوال میں آسانی ہو گئی اس کے برخلاف ان مدرسوں کے نظام کو بادشاہ امراء اور رؤساسب کی امداد و اعانت حاصل تھی؛ جس کے نتیجہ میں کچھ ہی عرصہ میں سلجوقیوں اور ترکوں کے سایۂ عاطفت میں یہ مدرسے پوری اسلامی دنیا میں پھیلتے چلے گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام غزالی کا فلاسفہ کی جانب جو رویہ تھا، اس کے نتیجے میں مسلمان فلاسفہ بے دین قرار دیئے جانے لگے۔ اس طرح یونانی فلسفہ ناپسندیدہ اور ناجائز ٹھہرا، اور رفتہ رفتہ تمام یونانی علوم اور سائنٹفک تعلیم پر زوال آتا گیا جس کے ساتھ آزادانہ جستجو، تلاش اور اوریجنل ریسرچ کے کام بھی تنزل پذیر ہونے لگے۔ بالآخر، ایک مرحلہ آگیا جب تعلیم روایتی ہو کر رہ گئی: مدرسوں میں قدیم متن پڑھائے جاتے، اور بجائے اس کے کہ اصل مضمون کی تعلیم ہوتی، متون کے نحوی اور لغوی مباحث پر ساری ذہانت صرف ہونے لگی۔ اور، اسلامی علوم میں بھی اب اس کے سوا کوئی قابل قدر اضافہ نہ ہو سکا کہ ان قدیم درسی متون کے حواشی اور شروح کا ایک انبار لگتا چلا گیا۔

مدرسوں کے نصاب میں طبیعات، ریاضی، جغرافیہ، اور ہیئت قسم کے علوم کو کوئی مستقل جگہ نہیں مل سکی، بس دینی اور اخلاقی علوم داخل درس تھے اور انھیں پر سارا زور تھا۔ اگر منطق اور کلام نصاب کا جز تھے تو اس لئے کہ ان کے ذریعہ طالب علم کو ہر قسم کے الحاد و بیدینی کے خلاف اسلام کا دفاع کرنا آجاتا تھا۔ خلاصہ کلام یہ کہ، ۱۱ویں صدی میں مسلم تعلیم میں جو تبدیلی آئی، یہ اسی کا اثر تھا کہ ہمارے اپنے عہد تک مدرسوں کا نظام تعلیم محض روایتی ہو کر چلتا رہا۔ یہ تعلیم بڑی SUBJECTIVE قسم کی تھی، اور انتہائی کٹر، جس میں نئے افکار و خیالات کی یا عقائد اسلامی کی سکہ بند توجیہات کے برخلاف کچھ نئے تصورات کی کوئی گنجائش نہ تھی، انھیں الحاد اور بدعت کہہ کر رد کر دیا جاتا تھا تعلیم و تعلم کے اس عہد زوال میں، یعنی ۱۱ویں صدی سے ۱۹ویں صدی تک، کتنے ہی بے گناہ مسلمان اس قسم کے الحاد یا کفر کا شاخسانہ بن کر مرحلۂ دار و رسن سے گذرتے رہے۔

اسلامی معاشرے میں سکہ بند مذہبیت اور آزاد خیالی کی کشمکش کوئی چار صدی چلی، ۸ویں سے ۱۱ویں صدی تک یہ کشمکش تھی عقلیت پسندی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سائنٹفک انداز نظر ــــ اور مذہبی معتقدات اور روایت پرستی کے درمیان۔ تاریخ عالم میں اس قسم کی کشمکش کے نمونے دوسری جگہوں پر بھی ملتے ہیں:

ہندوستانی تاریخ میں مثلاً، موریہ اور گپتا تا بناک عہد کے بعد علوم و معاشرہ دونوں پر زوال آتا گیا۔ موریہ اور گپتا عہد میں ہندوستانی فلسفہ اور علوم اپنے عروج پر پہنچے ہوئے تھے؛ یہ لبرلزم اور سماجی ترقی کا زمانہ تھا، سیاسی اتحاد اور اقتصادی خوشحالی کا دور تھا۔ مگر ۷ویں یا ۸ویں صدی کے بعد ہندوستانی سماج کو زوال کا گھن لگ گیا، جو عہد جدید تک چلتا رہا۔ یہاں، میرے خیال میں، سبب یہ تھا کہ ۷ویں ۸ویں صدیوں میں بدھ مت زوال آمادہ ہو کر برہمنیت کو جگہ دینے لگا تھا۔ بدھ فلسفہ نسبتہً زیادہ دنیوی اور عقلیت پسندانہ انداز نظر کا حامل تھا جس نے یقیناً ہندوستانیوں میں علم اور سائنٹفک تعلیم کے لئے بے چین خواہش پیدا کر دی ہوگی۔ مذہبی احیاء نے اس کے برخلاف، اپنی دنیا سے دوسری دنیا کی طرف منہ موڑ دیا؛ دوسرے اسباب کے ماسوا غالباً یہ ایک اہم سبب تھا جو ازمنہ وسطیٰ میں ہندوستانی فکر کے زوال کے لئے ذمہ دار ہوا۔ اور ہندوستان سائنس اور تعلیم دونوں میں پسماندہ بنا رہا۔ اگرچہ مذہبی احیاء نے، یوں، کتنے ہی مذہبی فلسفوں اور بھگتی کے افکار کو جنم دیا، لیکن عمومی طور سے ہندوستانی معاشرہ سماجی اور ذہنی طور سے، عہد جدید سے قبل، قطعی پسماندہ ہی رہا۔ تا آنکہ مغربی اثر سے ۱۸ویں ۱۹ویں صدی میں نئی جاگرتی ہوئی۔ اس سے پہلے تو اسلام اور اسلام کا تعلیمی نظام بھی یہاں کے معاشرے میں کوئی قابل ذکر تبدیلی نہیں لا سکے! اس کی وجہ یہ تھی کہ تعلیمی نظام جو یہاں رائج کیا گیا وہ جامد ہو کے رہ گیا؛ پھر یہ بھی ہوا کہ اسلام، اور ہندوستان کے دوسرے مذاہب، پہلو بہ پہلو، بلا کسی کشمکش کے پنپتے رہے۔

تاریخ میں اس قسم کی ایک مثال قرون وسطیٰ کے یورپ کی بھی ہے، جہاں مذہبی عقیدے اور سائنٹفک انداز نظر میں مقابلہ ہوا۔ لیکن وہاں خوش قسمتی سے کلیسا نے راستہ دے دیا اور تعلیم پادریوں کے حلقۂ اثر سے نکل گئی جس کے نتیجہ میں لبرلزم اور عقلیت پسندی کا دور شروع ہوا، اور سائنٹفک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلیم اور تلاش وجستجو نے سائنس کو ایسی ترقی دی جس سے وہ صنعتی انقلاب رونما ہوا جو آج بھی ہمارے سامنے ہے

اس قسم کی کشمکش جب عالمِ اسلام میں ہوئی تو گیارہویں صدی میں عقلیت پسندی ہار گئی، اور اس کے بعد سے تعلیم زوال پذیر ہو گئی۔ اور پھر اسلامی معاشرہ میں اگلی کئی صدیوں تک ترقی کا کوئی سوال ہی پیدا نہ ہو سکا۔ یہ بات اس سے بھی ثابت ہے کہ اسلام کے بڑے بڑے دماغ اور دیوزاد عالم، وہ فقہ و دینیات اور کلام میں ہوں یا ریاضی، ہیئت، جغرافیہ، کیمسٹری اور طب میں، تقریباً سب کے سب آٹھویں سے بارہویں صدی تک کے عرصہ میں پیدا ہوئے۔ ابن سینا، ابن رشد، البیرونی، عمر خیام اور پھر غزالی وغیرہ سب کے سب اسی عرصے کی پیداوار ہیں۔ اس عہد کے برخلاف، اس قدر کا کوئی عالم، تیرہویں صدی سے انیسویں صدی تک کے عرصے میں نہیں ملتا، اور بلکہ عہدِ جدید میں بھی نہیں، کچھ استثنیٰ ضروری ہیں: ابن عربی، ابن تیمیہ، شیخ احمد سرہندی، محمد ابن عبدالوہاب، شیخ سنوسی، مہدی سوڈانی، اپنے اپنے زمانے کے بڑے مفکر تھے، مگر یہ لوگ محض مذہبی مصلح تھے، اور مذہبی مفکر! کچھ قابلِ تعریف مثالیں شاہ ولی اللہ جیسی بھی ہیں! لیکن ان کے مسلمانہ افکار بھی اسلامی ہند کی روایت پرستی اور تقلید کے خلاف کامیاب نہ ہو سکے!

سائنٹفک تعلیم اور عقلیت پسندی کے زوال کا ایک واضح اثر یہ ہوا کہ بارہویں صدی کے بعد تمام عالمِ اسلامی میں مسلمانوں کے اندر پسماندگی بڑھنے لگی۔ سائنس کے زوال کے ساتھ مادی ترقی کے لئے وہ ابلتے سوت سوکھ گئے۔ اگر سائنٹفک اور عقلیت پسندانہ تعلیم منظم اور معمول عام بنائی جاتی جس طرح کہ گیارہویں صدی کے بعد سے مدرسوں کے نظام کو منظم اور مربوط کیا گیا، تو اسلامی معاشرہ بھی یورپ کی مانند صنعتی اور تکنیکی انقلاب سے اسی عہد میں گزر چکا ہوتا لیکن مشرقِ اسلامی میں حالات دوسرا ہی رخ لے چکے تھے!!!

○

یہ صحیح ہے کہ نظام الملک کے بغداد میں، نظامیہ قائم کرنے سے پہلے بھی کچھ مدرسے موجود تھے: مثلاً نیشاپور کا مدرسہ جہاں غزالی نے تعلیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ائی۔ لیکن نظامیہ کے قیام کے بعد سے تو سلسلہ مدارس جنگل کی آگ کی طرح عالم اسلام میں پھیلتا چلا گیا۔ شام، عراق، مصر، عرب، وسط ایشیا اور ہندوستان میں ہزار ہا مدرسے کھل گئے۔ ان مدرسوں کے نام اور ان کی تاریخیں متعدد مورخوں نے محفوظ کر لی ہیں۔ مثلاً قاضی نعیمی کی کتاب "الدارس فی تاریخ المدارس" میں شام کے مدرسوں کا تفصیل سے ذکر ہے۔ تفسیر، حدیث اور فقہ کے لئے الگ الگ خصوصی مدرسے ہوتے تھے۔ لیکن سب سے بڑی تعداد فقہ کے لئے ہی تھی، اور فقہ میں بھی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی فقہ کے مدرسے ہوتے تھے۔ اور اسی طرح اثنا عشری اور اسماعیلی فقہ کے لئے۔

شروع میں کسی ایک خاص فقہی مسلک کو ماننے یا کسی دوسرے کو نہ ماننے کے سلسلہ میں کوئی بہت واضح اصول نہیں تھے۔ مصر کے قاضی اکثر مقدموں میں ایک یا ایک سے زیادہ فقہی مسلک سے مدد لے کر فیصلے کرتے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ صرف ایک مسلک سے وابستگی پر سختی سے عمل ہوتا آیا، اور بالآخر امت چار فقہی مذاہب میں بٹ گئی۔ جو شروع میں تو محض قرآن و حدیث کی قانونی توجیہہ یا تفہیم کی ایک کوشش تھی، کچھ فقہا کے ہاتھوں، جو بہر حال انسان ہی تھے۔ لیکن پھر یہی انسانی کوشش قانون اور شریعت بن گئی جسے معاشرہ کے مستقل قوانین کا رتبہ مل گیا۔ دین یا عقیدہ کو قوانین اسلام یا شریعت کے ساتھ گڈمڈ کر دیا گیا۔ وہ شریعت جو انسانی توجیہات کا نتیجہ تھی۔ پھر ایک مرحلہ پر فقہا کے مابین یہ طے ہوا کہ قرآن اور سنت کا اچھا خاصا مطالعہ ہو چکا ہے، اور اب کسی مزید تفہیم و توجیہہ کی ضرورت نہیں ہے، بالفاظ دگر اجتہاد یا توجیہہ کے دروازے ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے۔ یہ روایت پرستی یا تقلید، اسلامی قانون میں ایک اہم عنصر تھی جو اسلامی معاشرہ میں زوال کا باعث بنی ــــ کہ یہ شرعی قوانین مسلمان کو کسی بھی نئی چیز سے، جو شریعت سے مختلف ہوتی تھی، اثر لینے سے روکتے تھے۔ تاہم، اس شرعی جکڑبندی کے باوجود، جو گویا دین کا درجہ اختیار کر گئی، شریعت، تاریخ اسلامی کے ان سارے ادوار میں مسلسل تبدیل ہوتی رہتی ہے، اور آج قانون شخصی (پرسنل لاء) کے سوا یا پھر عبادات کے قوانین کے سوا، عملاً ساری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ساری شریعت مغربی رنگ میں رنگے ہوئے قوانین اور قانونی تصورات کے لئے جگہ چھوڑ چکی ہے۔

مدارس کا نظام جیسا کہ اوپر کہا گیا ان مختلف فقہی مسلکوں کے مطابق چل رہا تھا۔ ہندستان میں مدارس کا نظام غزنی سے آئے ہوئے ترکوں کے ہاتھوں شروع ہوا۔ ملتان۔ لاہور اور دہلی میں مدرسے قائم کئے گئے اور عالم اسلام میں دوسری جگہوں پر جو نصاب چل رہا تھا وہ یہاں بھی رائج ہوا۔

کئی صدیوں تک اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اِلّا یہ کہ کوئی مسلمان بادشاہ کچھ سیکولر عناصر کو بڑھا دیتا یا تعلیم کو کچھ اور وسعت دے کر نصاب میں طبیعی اور قدرتی علوم کو بھی داخل کرا دیتا ایسی ایک کوشش علاؤ الدین خلجی نے کی تھی! ایک ایسی ہی اور کوشش اکبر نے بھی کی جب اس نے ریاضی ہیئت فلسفہ، اور بعض دیگر علوم کو نصاب کا جز بنایا۔ مگر اورنگ زیب کی تخت نشینی کے بعد گھڑی کی سوئی پیچھے کو لوٹ گئی! پھر مدرسوں کے نظام میں ۱۹ ویں صدی تک کوئی تبدیلی نہیں آئی ــــ جب لکھنؤ کے ملا نظام الدین نے نصاب کو سہل بنایا اور ہر مضمون کے لئے متعدد کے بجائے ایک نصابی کتاب (ٹکسٹ بک) بطور متن کے مقرر کر دی (پہلے متن بھی کئی کئی تھے حواشی بھی کئی کئی) ملا نظام الدین کے نصاب کو ہندستان کے اکثر مدرسوں نے اپنا لیا اور یہ درس نظامی کے نام سے مشہور ہو گیا: آج بھی ہندستان کے ہزاروں مدارس میں یہ سب سے زیادہ رائج نصاب ہے۔ اس کا جھکاؤ سیدھا سادا دینی تعلیم کی طرف ہے، اور اب بھی ایسے مدرسوں کا قیام اور امداد خیر و برکت کا کام سمجھا جاتا ہے! ۱۹ ویں صدی کے اواخر تک ہندستان میں مسلمانوں کے نظام تعلیم میں کوئی تبدیلی نہیں آسکی، اس شان کو پہلی بار علی گڈھ تحریک کے بانی سرسید نے توڑا انھوں نے جدید اور سائنٹفک تعلیم کی ضرورت کا احساس ملت کے لئے احساس کرایا۔ پھر متعدد مسلمان مفکرین اور مصلحین نے، امیر علی، شبلی وغیرہ نے، مدرسوں کے نظام تعلیم میں اصلاح پر زور دیا۔ لکھنؤ کا ندوۃ العلما بھی مذہبی دیوبند، اور غیر مذہبی (مدرستہ العلوم)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی گڈھ میں توازن پیدا کرنے کے لئے وجود میں لایا گیا تھا۔ شبلی کا خیال تھا کہ مذہب کو خارج کر کے یکسر جدید تعلیم دینے کی علی گڈھ والی کوشش اور سائنس کا تعلیم کو چھوڑ کے قطعی مذہبی تعلیم دینے کا دیوبند والا انداز دونوں غلط ہیں۔ اسی نصب العین کو سامنے رکھ کے ندوۃ العلماء کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن یہ اپنے مطمحِ نظر میں ناکام ہو گیا اور ہندوستان کے ان گنت مدارس میں سے ایک مدرسہ ہو کے رہ گیا۔ شبلی اس کے بارے میں بہت پر امید نہیں تھے۔ وہ نظامیہ درس میں بنیادی تبدیلیاں چاہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اصل مضمون سیکھنے کے بجائے طلبا ان نحوی اور صرفی بحثوں میں پھنسے رہتے ہیں۔ جو شروح اور حواشی لکھنے والوں نے خوب چھیڑ رکھی ہیں۔ اس لئے وہ موجودہ نظام ہی سے قطعی نالاں تھے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ اگرچہ مسلمان طلبا کی بھاری اکثریت جدید یونیورسٹیوں اور کالجوں میں داخلہ لیتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مگر اب بھی ہندستان کے طول و عرض میں چھوٹے بڑے چار ہزار کے قریب مدرسے بھی پھیلے ہوئے ہیں جہاں درسِ نظامی دیا جاتا ہے۔ طلباء ملت کے مختلف طبقوں سے آتے ہیں، لیکن اکثریت میں غریب یا یتیم ہوتے ہیں۔ جو اسکولوں، کالجوں کی ماڈرن تعلیم کا خرچ نہیں جھیل سکتے مگر یہ تعلیم بہت سے سماجی اور اقتصادی مسائل کا سبب بن رہی ہے۔ وہ طلبا جو ان مدارس سے تعلیم مکمل کر کے نکلتے ہیں نہ کسی سرکاری ملازمت کے لئے اپنے کو پیش کر سکتے ہیں۔ نہ کوئی معمولی کام انھیں مل سکتا ہے۔ مسلمانوں میں حکومت کی طرف سے ان کے لئے کسی مذہبی نوکری کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ نتیجہ میں وہ مفتی، مولوی، پیش امام، موذن، قاضی یا پھر انھیں مدرسوں کے مدرس بن جاتے ہیں۔ بہت سے واعظ کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں یا تعویذ وغیرہ کے دھندے میں لگ جاتے ہیں۔ کچھ سیاست میں شامل ہو جاتے ہیں اور فرقہ وارانہ سیاسی پارٹیوں کے ممبر بن کر ازمنۂ وسطیٰ کے سیاسی نظریوں کا احیاء کرنے لگتے ہیں۔ معاشرہ ان کی کوئی ضرورت پوری نہیں کرتا۔ اور وہ معاشرہ کی کوئی ضرورت پوری نہیں کرتے ـــــــ سوائے مذہبی معنی کے اس لئے میری رائے یہ ہے کہ حکومت، ہندستانی عوام اور خاص کر مسلمانوں کو یہ کوشش کرنی چاہئے کہ مسلم تعلیم کی یہ دوئی ہندستان میں ختم کر دی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ میری سمجھ میں تنہا حل یہی آتا ہے کہ جدید نصابات جن میں تاریخ جغرافیہ سائنس، ریاضیات، اور جدید زبانیں شامل ہوں ان مدرسوں میں جاری کر دیئے جائیں۔ ساتھ ہی فقہ، حدیث، تفسیر، اسلامی تاریخ، اور عربی زبان و ادب کو برقرار رکھا جائے تاکہ طالب علم جدید تعلیم کے ساتھ اسلامی تعلیم بھی حاصل کرتا رہے۔ اور یہ اندازِ تعلیم کچھ انوکھا مشکل نہیں ہے۔ عیسائی کانونٹ سلسلۂ تعلیم ہمارے سامنے ہے، جہاں عیسائی اساتذہ ہوتے ہیں۔ اور عیسائی ماحول برقرار رکھا جاتا ہے، ساتھ ہی جدید تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ اسی طرح اسلامی ماحول ان مدرسوں میں برقرار رکھا جائے جہاں اسلامی تعلیم بھی دی جائے اور جدید تعلیم بھی۔ شروع شروع میں یہ تبدیلی کا انداز خود مسلمانوں کی کوششوں سے شروع ہونا چاہیے، اور مسلمان تعلیم یافتہ نوجوانوں کی اس کام میں دلچسپی سے بہت کچھ رضاکارانہ اور بلا معاوضہ کام نکل سکے گا ساتھ ہی ملک کے مختلف حصوں میں پھیلے ہوئے مسلم اوقاف کو بھی آگے بڑھ کے اس کام میں ہاتھ بٹانا چاہیے اور ان مدرسوں کی مدد کرنا چاہیے جو نئے نصابات کو جدید انداز دینا چاہئیں۔ رفتہ رفتہ ایسے مدارس کو جو تجدید کر چکے ہیں ریاستی حکومتوں اور متعدد تعلیمی بورڈوں کی طرف سے تسلیم کر لیا (Recognised) جانا چاہیے۔ ان میں سے کچھ پرائمری اسکولوں کا درجہ لے سکتے ہیں کچھ سکینڈری یا ہائر سکینڈری کا، کچھ کالجوں کا، اور ــــ دیوبند یا ندوہ کی طرح ــــ کچھ یونیورسٹیوں کا بھی۔ اس طرح ان مدرسوں کو تعلیم و تدریس کے جدید اداروں میں تبدیل کیا جا سکے گا۔ اور غریب مسلمان طلبا مفت تعلیم پا سکیں گے ــــ اور ہندوستان کے مفید شہری بن سکیں گے!

○○

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سعید احمد اکبر آبادی

اسلام میں مجرد علم کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اس سے زیادہ کیا ہو سکتی ہے کہ قرآن میں آدم کے مسجود ملائکہ ہونے کے استحقاق کی وجہ، علم کائنات بتایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں وعلم آدم الاسماء کلہا میں کلہا کی قید خاص طور پر پیش نظر رہنی چاہیئے۔ مذہب تو خیر ایک مسلمان کی زندگی اور اس کا اوڑھنا بچھونا ہی ہے جس پر اس کی دنیا اور آخرت کی بھلائی موقوف ہے۔ اس لئے دینی علوم و فنون اور اس کے ممد و معاون علوم و فنون سے دلچسپی لینا اور اس سے شغف رکھنا ایک امر طبعی تھا۔ اس کے علاوہ چونکہ قرآن میں جگہ جگہ عالم کائنات کو اللہ کی آیات کہا گیا اور اس میں غور و فکر کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا گیا کہ زمین اور اس کے دریا اور سمندر، جمادات، نباتات اور حیوانات اور اسی طرح عالم بالا کی مخلوقات یعنی سورج، چاند، ستارے اور سیارے، وغیرہ یہ سب انسان کی خدمت اور نفع رسانی کے لئے پیدا کئے گئے اور خدا نے ان سب چیزوں کو انسان کے حیطۂ تصرف و اقتدار میں رکھ دیا ہے۔ (وسخر لکم الشمس والقمر دائبین) اس بناء پر مسلمانوں میں ان علوم و فنون کے حاصل کرنے کا شوق اور ولولہ پیدا ہوا جس کے ذریعہ وہ عالم ارض و سما کی کائنات و مخلوقات سے زیادہ مستفید ہو سکیں علاوہ ازیں اسلام ایک عالمی مذہب تھا اس بناء پر مسلمانوں کو دنیا کی مختلف قوموں اور گروہوں سے ان کی زبان، تاریخ، تمدن، فلسفہ اور ان کی ثقافت سے واقف ہونا ضروری تھا۔ بہرحال یہ وجوہ اور اسباب تھے جن کے باعث مسلمانوں

لے مشہور عالم، برہان کے ایڈیٹر اور علیگڈھ کے شعبہ دینیات میں ریڈر۔ یہ مقالہ سیمینار میں پڑھا گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے اپنی تاریخ کے ابتدائی دور میں کبھی کسی علم اور زبان کو اپنے لئے شجرۂ ممنوعہ نہیں سمجھا۔ صرف یہی نہیں بلکہ قرآنی تعلیمات کے مطابق علوم معاش ومعاد کی تحصیل کو اپنے لئے فرض کفایہ قرار دیا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم ومسلمۃ۔" ایک اور جگہ ارشاد ہوا "اطلبوا العلم ولو کان بالصین" حضرت زید بن ثابت کو عبرانی زبان سیکھنے کا حکم دیا۔ حضرت سلمان فارسی سے ایرانیوں کا طریق جنگ دریافت فرمایا۔ آپ کے سکریٹریٹ میں جو حضرات کام کرتے تھے ان میں عمرو بن العاص اور عمران بن حصین جیسے متعدد اصحاب تھے جو اپنی زبان کے علاوہ متعدد زبانیں جانتے اور ان میں خط وکتابت کر سکتے تھے۔

البتہ ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اللھم انی اعوذ بک من علم لا ینفع۔ اے خدا میں اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نافع نہ ہو۔ اس علم سے مراد جعفر و رمل اور علم طلسمات و نیرنجات وغیرہ ہیں جن کی بنیاد ظن وتخمین ہے اور جن سے انسانی معاشرہ کے ارتقا میں کوئی مدد نہیں ملتی۔ بلکہ انسان اسیر تو ہم اور وساوس ہو کر رہ جاتا ہے علاوہ ازیں اس ارشاد میں آپ نے اس کی طرف اشارہ فرما دیا کہ علم کا مقصد نفع رسانی اور خدمت خلق ہے۔ اس بنا پر اگر کوئی شخص ایسا علم حاصل کرتا ہے جو بذات خود ہے تو نافع، لیکن یہ شخص اپنے اس علم کے خزانہ پر سانپ بنا بیٹھا ہے اور کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔ یا اس علم سے وہ تخریب انسانی کا کام لے رہا ہے تو بے شبہ اس شخص کا علم بھی "علم لا ینفع" کی تعریف میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ بات بھی مستفاد ہوتی ہے کہ اسلام میں تحصیل علم کا مقصد کس درجہ اعلیٰ وارفع ہے، اور اس میں کسی درجہ ہمہ گیری اور افادیت ہے، چنانچہ احادیث میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے جو محض کسب زر اور دنیوی مقصد کے لئے علم حاصل کرتا ہے اور خلق خدا کی خدمت اور ان کی نفع رسانی کا کوئی جذبہ نہیں رکھتا۔

اسلام کی ان تعلیمات اور اس کی اسپرٹ کا ہی نتیجہ تھا کہ مسلمانوں نے یونان، روم اور ہند وچین کے خزانوں کو کھنگال ڈالا۔ ان کو حیات نو بخشی اور وہ ارسطو کی گاڑی کے قلی ہو کر نہیں رہے۔ ان کی تشریح کی۔ ان پر نقد وتبصرہ کرکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رطب ویابس کی نشاندہی کی۔ اور ان پر اضافہ کرکے کاروانِ علم وتحقیق کیلئے پیشقدمی کی نئی نئی راہیں کھولیں۔ مسلمانوں کی تاریخ میں تعلیم قدیم وجدید کا کبھی فرق وامتیاز نہیں ہوا۔ اور انھوں نے کسی علم اور فن کو اپنے لئے اچھوت نہیں سمجھا۔ عربی لٹریچر تو اس کے کارناموں سے پر ہے۔ انگریزی میں بھی جارج سارٹن کی کتاب HISTORY OF SCIENCE اور اس کے علاوہ LEGACY of ISLAM اور HERITAGE OF THE ARABS اور HERITAGE OF PERSIA وغیرہ جیسی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ علوم دینیہ واسلامیہ کے علاوہ طبعی اور سماجی اور بنیادی علوم وفنون میں سے کوئی علم وفن ایسا نہیں ہے جس کے میدان میں انھوں نے شہسوارانہ تگ وتاز نہ دکھائی ہو اور اس کے ذریعہ انھوں نے انسانی اجتماع وتمدن کے قافلہ کو آگے بڑھنے میں مدد نہ دی ہو۔

ابتداء میں جب مسلمانوں میں بڑے پیمانہ پر اور منظم طریقہ پر مدارس یا جوامع قائم کرنے کا رواج نہیں تھا مسجدوں میں یا خاص خاص گھروں میں چھوٹے قسم کے مکتب ہوتے تھے جنھیں کتاب یا مکاتیب کہتے تھے۔ یہاں قرآن مجید، عربی زبان، اور بعض دوسرے علوم وفنون کی ابتدائی تعلیم ہوتی تھی۔ اس سے فارغ ہونے کے بعد طالب علم کو جس علم وفن سے زیادہ دلچسپی اور وہ اس میں مہارت پیدا کرنا چاہتا تھا تو وہ مختلف بلاد وامصار کا سفر کرتا تھا جہاں مختلف علوم وفنون کے ماہر اور اساتذہ شخصی طور پر مصروف درس ہوتے تھے۔ اس کے بعد جب مدارس قائم ہونے شروع ہوئے جن میں سب سے بڑا بغداد کا مدرسہ نظامیہ تھا، اور اندلس میں قرطبہ غرناطہ اور اشبیلیہ کی یونیورسٹیاں قائم ہوئیں تو ان سب علوم کی تعلیم کا یکجائی انتظام ہوگیا۔ ان مدارس یا یونیورسٹیوں میں نصاب تعلیم جن علوم فنون پر مشتمل ہوتا تھا ان کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ (۱) علوم نقلیہ (۲) علوم عقلیہ (۳) اور علوم آلیہ۔ پہلی قسم میں دینی علوم وفنون شامل تھے۔ دوسری قسم منطق، فلسفہ، ریاضی، علم ہندسہ علم نجوم اور طب وغیرہ پر مشتمل تھی۔ اب رہی تیسری قسم تو اس سے مراد وہ علوم ہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فنون تھے جو علوم نقلیہ اور عقلیہ کے لئے بمنزلہ آلہ یا وسیلہ کے تھے مثلاً صرف ونحو، معانی و بیان و بلاغت، لغت، عروض و قافیہ، تاریخ و جغرافیہ اور شعر و ادب وغیرہ۔

یہ کچھ عرض کیا گیا پرانی داستان کا ایک ورق تھا جو "گاہے گاہے بازخواں ایں قصہ پارینہ را" کی نصیحت کے مطابق محض "تازہ خواہی داشتن ایں داغہائے سینہ را" کی غرض سے نہیں، بلکہ صرف اس مقصد سے سنا دیا گیا ہے کہ جن لوگوں کو ماضی کی روایات سے غیر معمولی عشق ہوتا ہے اور جو ہر منزل میں اسلاف کے نقش قدم کی جستجو اور اس کی پیروی کی آرزو کرتے ہیں وہ اپنے حال کے عمل کو ماضی کے آئینہ میں دیکھ کر معلوم کر سکیں کہ خود اپنے نصب العین کے مطابق وہ کہاں تک صراط مستقیم پر ہیں۔ بہرحال مسلمانوں کا یہ نظام تعلیم اس وقت تک برقرار رہا جب تک ان میں اس حقیقت کا شعور باقی رہا کہ وہ سارے عالم کے لئے ہیں اور سارا عالم ان کے واسطے ہے اجتہاد و اختراع تحقیق و اکتشافات اور حقائق نو کی دریافت کا جذبہ بیقرار ان میں زندہ و بیدار تھا۔ چنانچہ آٹھویں صدی کے بعد جب ان میں مختلف اسباب و وجوہ کے باعث ذہنی اور علمی انحطاط پیدا ہونا شروع ہوا اور وہ تقلید و جمود فکر کا اسیر دلوں بن کر رہ گئے تو اب جو علوم و فنون پہلے سے ان کے نصاب درس میں شامل تھے اور جس ہیئت ترکیبی کے ساتھ تھے وہ انہیں پوتا لیٹ ہو کر بیٹھ گئے اور چونکہ سیاسی اور سماجی طور پر بھی عالمی بیداری سے ان کا رشتہ منقطع ہو گیا تھا اس بنا پر تھا۔ ہویں اور انیسویں صدی میں یورپ میں جو عظیم الشان علمی اور صنعتی انقلاب پیدا ہو رہا تھا۔ مسلمان ان سے بے خبر رہے اور دنیا جہان کی طرف سے آنکھ بند کئے اپنے اسی پرانے ڈگر پر چلتے رہے۔ اقبال نے اس صورت حال کا جو مرثیہ لکھا ہے اس میں کہتے ہیں:-

آتی ہے دم صبح صدا عرش بریں سے — کھویا گیا کس طرح ترا جوہر ادراک
کس طرح ہوا کند ترا نشتر تحقیق — ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
اب تک ہے رواں گرچہ لہو تیری رگوں میں — نے گرمی افکار نہ اندیشہ بیباک
باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری — اے کشتۂ سلطانی و ملائی و پیری۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پہلا دور مسلمانوں کی توسیع و ترقی EXPANSION AND PROGRESS کا دور تھا اور اب سمٹنے سکڑنے اور زوال SHRINKING AND DECLINE کا عہد شروع ہوا تو ان کی ہر چیز رسمی ہو کر رہ گئی ہے چنانچہ ان کا نظام تعلیم بھی رسمی A FORMALITY اور بے جان ہو گیا۔ یہ صورت حال کسی ایک ملک کے ساتھ مخصوص نہیں تھی، بلکہ پورے عالم اسلام کو محیط تھی۔ قاہرہ کا جامعۃ الازہر جس نے کبھی ہر علم و فن کے آفتاب و ماہتاب پیدا کئے تھے اس کا گذشتہ صدی کے آخر میں کیا حال تھا؟ اس کا اندازہ مولانا شبلی کے سفرنامہ مصر و روم و شام سے ہو سکتا ہے۔ بہر حال کہیں کچھ ہو، ہماری آج کی مجلس کا مقصد ہندوستان کے اسلامی مدارس پر گفتگو کرنا ہے۔ اس لئے اب اس سلسلے میں چند معروضات پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

۱۸۵۷ء میں ہندوستان پر انگریزوں کے قبضہ کے بعد جب مسلمانوں کو یہ محسوس ہوا کہ اب ان کا دین اور دنیا دونوں خطرہ میں ہیں تو اب ان میں دو تحریکیں پیدا ہوئیں۔ ایک دیوبند کی جس کو عمر کے اعتبار سے اولیت کا مرتبہ حاصل ہے اور دوسری علی گڑھ کی۔ علی گڑھ تحریک کا مقصد مسلمانوں کی دنیا کو ہلاکت سے بچانا اور محفوظ رکھنا تھا۔ اور دیوبند کا مقصد اور نصب العین صرف ان کے دین کی حفاظت تھا۔ اور چونکہ ہر مسلمان کو خواہ کیسا ہی دنیادار ہو دین سے ربط رکھنا ناگزیر ہے اس لئے علی گڑھ نے دنیا کا اہتمام کرنے کے باوجود دینیات کی تعلیم کو نظر انداز نہیں کیا لیکن دیوبند مسلمان کے لئے شاید "دنیا" ایسی کوئی ناگزیر ضرورت نہیں تھی اس لئے دیوبند نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ اور اس نے وہی قدیم نصاب تعلیم کسی ترمیم و تنسیخ کے بغیر اپنے ہاں رائج کر لیا۔ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا۔ درس نظامی جو فارسی اردو اور حساب وغیرہ کی ابتدائی تعلیم کے بعد کم و بیش آٹھ برس کی مدت پر پھیلا ہوا تھا مذکورۂ بالا تین قسم کے علوم پر مشتمل تھا یعنی علوم نقلیہ جن کا دوسرا نام علوم دینیہ ہے، اور علوم عقلیہ و علوم آلیہ۔ اس نصاب کا مقصد ایسے علماء پیدا کرنا تھا جو اپنے درس و افتا اور تبلیغ و ارشاد کے ذریعہ مسلمانوں کو احکام و مسائل شرع سے واقف کر سکیں۔ اسلام پر اگر اعتراضات ہوں تو اس کا جواب دے سکیں، اور جہالت یا مغربی تعلیم کے باعث جو مسلمانوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ایمان اور اسلام خطرہ میں ہو اس کی حفاظت کا جذبہ پیدا کر سکیں۔ جہاں تک اس مقصد کا تعلق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ دیوبند تحریک کو اس کا عظیم الشان کامیابی حاصل ہوئی۔ دیوبند کے چراغ سے ہندوستان میں ہزاروں چراغ روشن ہوئے اور اسی نہج اور انداز پر ملک کے طول و عرض میں شہر بشہر مدرسے قائم ہو گئے جنھوں نے مغربی تہذیب کے سیل رواں کے بالمقابل ایک نہایت مضبوط اور کارگر دیوار کا رول ادا کیا۔ ان مدارس نے غیر منقسم ہندوستان میں جو کام کیا ہے اس کی حقیقی قدر و قیمت کا اندازہ خاکسار راقم الحروف کو اسپین میں جاکر ہوا جب وہاں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بیرونی استعمار نے اس ملک کے لوگوں کے مذہب، زبان اور کلچر کو کس طرح تہس نہس کر کے رکھ دیا تاکہ یہ لوگ ہسپانوی قومیت کا جزو بن جائیں۔ ہمارے مدارس کی یہ خدمت بے حد بڑی اہم اور لائق افتخار ہے لیکن یہ تصویر کا صرف ایک رخ ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ ایک خاص قسم کے نصاب اور ایک خاص ماحول، نقشہ اور طریقہ رہائش کے باعث یہ مدارس عمومی طور پر ایسے افراد کو پیدا کرنے سے قاصر رہے ہیں جو عصر حاضر کے علمی سماجی اور تہذیبی مسائل و معاملات میں اپنی شان کے مطابق مسلمانوں کی مثبت قیادت کا فرض ادا کرنے کے قابل ہوں۔ علماء کا کام صرف یہ نہیں ہے کہ عوامی سطح پر اسلام کی تبلیغ یا وعظ و ارشاد کریں، کتب درسیہ کی تعلیم دیں، انھیں کتابوں کے حواشی اور شرح لکھیں، اور یا در مختار اور شامی اور فتح القدیر کی اساس پر فتاویٰ لکھیں۔ بلکہ یہ بھی ہے کہ خود اپنے علوم و فنون پر ناقدانہ اور مجتہدانہ نظر رکھیں، اور جدید علوم و فنون اور جدید تہذیب کے پیدا کردہ مسائل و معاملات جن کا انسانی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے، ان سب میں مسلمانوں کی علمی اور ذہنی قیادت کریں۔ انگریزوں کے عہد حکومت میں یہ کوتاہی خواہ کچھ ایسی زیادہ محسوس نہ ہوئی ہو لیکن اب جبکہ ہم آزاد ہیں اور اس کی ضرورت ہے کہ ہماری سوسائٹی کا کوئی جز ایسا نہ ہو جو قومی دھارے سے الگ رہ کر تنہائی اور گوشہ گیری کی زندگی بسر کرے اور اس کے وجود اور شخصیت سے جو توقعات ہو سکتی ہیں ان کی تکمیل نہ کرے تو یہ صرف کسی ایک جز کا نہیں بلکہ کل کا نقصان ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر قوم استعمار کی گرفت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آزاد ہونے کے بعد سب سے پہلے اپنے نظام تعلیم پر توجہ کرتی اور جب ضرورت و موقع اس میں ادل بدل کرتی ہے۔ اس نقطۂ نظر سے ہم جائزہ لیتے ہیں تو اسلامی مدارس کے نصاب میں متعدد خرابیاں اور نقائص نظر آتے ہیں ان نقائص کو مندرجۂ ذیل عنوانات کے ماتحت بیان کیا جا سکتا ہے:

(۱) مدت درس

(۲) علوم درس

(۳) کتب درسیہ

(۴) طریق درس۔

مدتِ درس:۔ مدارس عربیہ میں مدتِ درس عام طور پر آٹھ برس ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کی درجہ بندی نہیں ہوتی۔ پوری تعلیم ختم ہونے کے بعد فارغ التحصیل کو ایک سند دے دی جاتی ہے۔ اس کا نہ کوئی ٹائٹل ہوتا ہے اور نہ نام۔ اصولِ تعلیم کے لحاظ سے یہ طریقہ غلط ہے۔ تعلیم کے مختلف مدارج ہونے چاہئے۔ مثلاً ابتدائی، موسطی، علیا۔ پھر علیا کے بھی دو حصے ہونے مناسب ہیں۔ ایک علیا (الف) اور دوسرا علیا (ب) اور ان دونوں کا الگ الگ نام مقرر کرکے مثلاً عالم اور فاضل ان کی مدتِ تعلیم تعین اور ان کا ایک مستقل امتحان ہونا چاہئے۔ علیاء کے بعد ایک درجہ تخصص کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ جو طالب علم کسی ایک خاص فن میں درک و کمال حاصل کرنا چاہتا ہے وہ کر سکے اور ہر مرحلہ کی تکمیل کے بعد یہ محسوس کرے کہ اس میں خود اعتمادی پیدا ہو کہ اس نے اپنے سفر کی ایک منزل طے کر لی ہے۔ تعلیم کے ان مراحل و منازل اور ان کے مقاصد کے پیش نظر ہی مدتِ تعلیم کا تعین ہونا چاہئے۔ یہ کل مدت چودہ برس بھی ہو سکتی ہے اور سولہ برس بھی۔

علوم درس:۔ مدارس میں جو علوم پڑھائے جاتے ہیں ان میں عقلیہ بھی ہیں یعنی منطق، فلسفہ، اور ہیئت۔ یہ سب علوم مولانا حالی کے بقول اب یونان کا دفتر پارینہ بن چکے ہیں۔ ان کی افادیت علمی اور تحقیقی اعتبار سے غیر معتبر قرار پا چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کی تعلیم پر ایک طالب علم کا بہت کافی وقت صرف ہوتا ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کو ختم کرکے ان کی جگہ علوم جدیدہ رکھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائیں۔ تاکہ مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل آج کل کے اہل علم سے ان کی زبان میں گفتگو کرسکیں۔ البتہ چونکہ ہمارے اسلاف کی بعض کتابوں کا سمجھنا قدیم منطق اور فلسفہ کے جاننے پر موقوف ہے اس لئے ان دونوں علوم کا ایک مختصر نصاب جو ایک برس میں ہی پورا ہو جائے اگر شامل درس رہے تو چنداں مضائقہ نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں منطق میں صغریٰ اکبریٰ اور مرقاۃ اور فلسفہ میں ہدیۂ سعیدیہ اور میبذی بہت کافی نہیں۔

کتب درس :۔ علوم عقلیہ کے علاوہ علوم کی باقی دو قسمیں یعنی علوم نقلیہ اور علوم آلیہ جو پڑھائے جاتے ہیں تو ان کی ضرورت اور افادیت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ لیکن ان علوم کی تعلیم کے لئے جو کتابیں نصاب میں رکھی گئی ہیں۔ ان پر نظر ثانی کی شدید ضرورت ہے۔ مثلاً عربی صرف و نحو اور معانی و بیان کی تعلیم پر ایک طالب علم کا جو وقت صرف ہوتا ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ اور پھر بھی جو حاصل ہوتا ہے وہ بہت کم ہے اس سلسلہ میں کافیہ اور شرح جامی جیسی کتابیں نہ صرف غیر ضروری ہیں بلکہ اصل مقصد کے لئے نقصان رساں ہیں کیونکہ طالب علم کی ساری توجہ ان کتابوں کی ادق اور پیچیدہ عبارتوں کا مطلب سمجھنے پر مرکوز رہتی ہے۔ قاہرہ اور دوسرے ملکوں میں اب کثرت سے ایسی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ جو جدید فن کی تعلیم کا فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

نظم کی کتابوں کا یہ ہے کہ یہ سب کتابیں پرانی دقیانوسی اور از کار رفتہ ہو چکی ہیں حماسہ اور دیوان متنبی اور سبعہ معلقہ بیشک بہت اہم کتابیں ہیں لیکن ایک پوری کتاب کو شامل کورس رکھنے سے کہیں زیادہ بہتر یہ ہے کہ قدیم و جدید دواوین کے انتخابات پڑھائے جائیں تاکہ طالب علم عربی شاعری کے مختلف ادوار اور ان کی خصوصیات سے واقف ہو سکیں۔ نظم کے علاوہ نثر میں بھی یہ ہی ہونا چاہیئے۔ آج عربی نثر کی اعلیٰ سے اعلیٰ کتابوں کے انبار لگے ہوئے ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ پھر ادب کے ساتھ تاریخ ادب نہ پڑھانا ایک حد درجہ افسوسناک کوتاہی ہے۔ اسی طرح نقد نثر و نظم پر بھی ایک دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتابیں ہونی ضروری ہیں۔ علوم دینیہ میں جو کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ ان پر بھی نظرثانی کی ضرورت ہے۔ موجودہ زمانہ میں جبکہ اصول فقہ اور اصول حدیث اور اصول تفسیر پر اعلیٰ سے اعلیٰ کتابیں دستیاب ہیں اصول الشاشی نور الانوار، نخبۃ الفکر اور الفوز الکبیر پر اصرار کرنا روشن ضمیری کی دلیل نہیں ہے۔

طریقِ درس :۔ اب لیجئے طریقِ درس! تو اس میں سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ مدارس میں اساتذہ اور طلباء دونوں تمام تر توجہ کتابوں پر اور ان کے ضمائر کے مراجع اور عبارتوں کا مطلب معلوم کرنے پر مرکوز رہتی ہے۔ گویا طالب علم فن نہیں پڑھتا۔ کتاب پڑھتا ہے اور اس کو سمجھ لینے کو ہی اپنے لئے معراجِ کمال جانتا ہے۔ میں بعض ایسے حضرات کو بھی جانتا ہوں جو اس پر فخر کرتے تھے کہ انھوں نے شرح جامی گیارہ مرتبہ اور مقامات حریری دس مرتبہ پڑھی ہے اور انھیں رٹا ہے۔ اسی طریقِ درس کا نتیجہ ہے کہ سب کچھ پڑھ لینے کے بعد بھی طالب علم کو فن نہیں آتا اور اس کا ذہن تخلیقی (CREATIVE) ہونے کے بجائے محض تقلید میں RECEPTIVE ہو کر رہ جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو بدل کر لکچر دینے کا طریقہ رائج کیا جائے، اور طلبہ میں خود مطالعہ اور غور و فکر کا مادہ پیدا کیا جائے۔

اسلامی مدارس کے عام نصاب میں جو نقائص ہیں، اور جن کی اصلاح ضروری ہے۔ اس کا مختصر بیان تو ختم ہوا۔ اب اس سلسلہ میں مزید گزارش کرنا ضروری ہے۔

۱۱۔ اوپر کہا گیا ہے کہ علوم عقلیہ کی جگہ علوم جدیدہ یا الفاظ صحیح تر علوم عصریہ کا اضافہ ہونا چاہئے۔ اب سوال یہ ہے کہ یہ علوم سب کے سب تو داخل نصاب ہو نہیں سکتے تو پھر کن علوم کا انتخاب کیا جائے؟ جواب یہ ہے کہ ظاہر ہے اسلامی مدارس کا مقصد انجینئر، ڈاکٹر، سائنٹسٹ، قانون داں اور ماہر تجارت پیدا کرنا نہیں ہے۔ اس بنا پر مدارس کے درس نظامی میں علوم جدیدہ میں سے صرف وہی مضامین داخل نصاب ہونا چاہئے جو یونیورسٹیوں میں فیکلٹی آف آرٹس اور فیکلٹی آف سوشل سائنس کے تحت میں آتے ہیں مثلاً اقتصادیات، فلسفہ، پالیٹکس سائنس تاریخ، ریاضی، جغرافیہ، سوکس، ان کے علاوہ مدارس کے طلباء کو جنرل سائنس اور ادبیات سے بھی ناواقف نہ رہنا چاہئے۔ مذکورہ بالا علوم کے علاوہ انگریزی، جرمنی یا فرانسیسی زبان کا

2094

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاننا اور اس کے ادب سے واقف ہونے کی بھی سخت ضرورت ہے کیونکہ یہ تینوں زبانیں علمی وادبی ذخائر سے مالامال ہیں اور آج یہ عالم ہے کہ کسی ایک اسلامی یا دینی موضوع پر بھی ریسرچ ان تینوں میں سے کم از کم کسی زبان کے علم کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ عصر حاضر کے تقاضے کیا ہیں؟ اور دنیا کی ہوا کا رخ کیا ہے؟ اس کا بھی صحیح اندازہ کسی ایک ترقی یافتہ مغربی زبان کو جانے بغیر نہیں ہو سکتا۔

حضرات! میں نے اس مقالہ میں چند اصلاحی تجاویز پیش کی ہیں لیکن ان سا کوئی مکمل خاکہ پیش نہیں کیا یعنی میں نے یہ نہیں بتایا کہ ابتدائی، وسطی اور علیا جماعت میں کون کون سے مضامین اور کس ترتیب سے پڑھائے جائیں۔ میرے لئے ایسا نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ نہایت مکمل اور مفصل طریقہ پر، میں اپنے رفقائے کرام کی مدد واعانت سے کر چکا ہوں اور وہ شائع بھی ہو گیا ہے۔ غالباً آپ حضرات کو علم ہوگا کہ جس زمانہ میں پروفیسر ہمایوں کبیر مرکزی وزیر اور سنٹرل وقف کونسل کے صدر تھے انھوں نے سینٹرل وقف کونسل کی ایک کمیٹی بنائی تھی جس کا کام وہی تھا جو آج کے مذاکرہ کا موضوع ہے۔ اس پہلی میٹنگ کو خود پروفیسر موصوف نے خطاب کیا اور مدارس اسلامیہ کے نصاب تعلیم کی اصلاح کی ضرورت پر پر مغز اور پر زور تقریر کی۔ اس کے بعد اس کمیٹی نے تشکیل نصاب کے لئے ایک سب کمیٹی بنا دی جو صرف تین افراد پر مشتمل تھی۔ خاکسار راقم الحروف کا اس سے تعلق یہ تھا کہ وہ کمیٹی اور سب کمیٹی دونوں کا ممبر تھا۔ اس سلسلہ میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ کئی ماہ کی سخت محنت کے بعد جب سب کمیٹی نے یہ نصاب بنا کر کمیٹی کے سامنے پیش کیا تو کمیٹی کی اس میٹنگ میں تعلیم جدید کے نمائندے پروفیسر نیفی پروفیسر محمد اجمل خان مسٹر اسد اللہ کاظمی اور تعلیم قدیم کے نمائندے مولانا محمد طیب دیوبند، مولانا محمد میاں فاروقی اور پرنسپل عبدالوہاب بخاری یہ سب موجود تھے۔ ان سب حضرات نے اس نصاب کی بڑی تعریف کی اور اسے منظور کر لیا۔ اس کے بعد جب یہ نصاب سینٹرل وقف کونسل کی میٹنگ میں پیش ہوا جس کی صدارت اب مسٹر فخر الدین علی احمد کر رہے تھے تو اس موقع پر پروفیسر ہمایوں کبیر نے پھر ایک پر زور تقریر کی اور جدید نصاب کی تشکیل پر اپنی غیر معمولی مسرت کا اظہار کرتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرمایا کہ یہ نصاب مسلمانوں کی قدیم تعلیم کی تاریخ میں ایک نہایت اہم سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور بڑی عجیب اور خوش آئند بات یہ ہے کہ اس کو قدیم اور جدید دونوں طبقوں کی منظوری اور رضامندی حاصل ہے۔ یہ نصاب سینٹرل وقف کونسل کی طرف سے میرے قلم سے چند صفحات کا مقدمہ کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے۔ اور ہر شخص اسے دیکھ سکتا ہے۔

حضرات: مدارس کے لئے جب نصاب جدید ہوگا تو اس کی تنقید کے لئے اور بھی بہت سی چیزیں کرنی ہوں گی۔ مثلاً مدارس کے لئے تعمیر۔ اساتذہ کی تنخواہیں طلباء کے وظائف طلباء کے رہن سہن کے طور طریقے۔ ان کے لئے کھیلوں اور ورزش کا انتظام۔ لائبریری۔ وغیرہ۔ ان تمام چیزوں میں بھی حسب موقع و محل اصلاح کرنی ہوگی اور اس کا خیال رکھنا ہوگا کہ جب طلباء اس نصاب کی تکمیل کر کے مدارس سے نکلیں تو سماج میں ان کی ایک وقیع حیثیت ہو اور ان کے لئے معاش کو حاصل کرنے کی بھی ایک دو نہیں متعدد اور با وقار راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اگر ہم یہ کر سکیں تو صرف ایک طبقہ ایک فرقہ کی خدمت نہیں ہو سکے گی بلکہ پورے ملک کی اور اس سے بھی بڑھ کر انسانیت کی اہم خدمت ہوگی۔

●●

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا قدیم[1] نصاب تعلیم جو عربی مدارس میں ایک عرصہ سے رائج اور متداول ہے تین قسم کے علوم و فنون پر مشتمل ہے۔ ایک علوم دینیہ جس میں تفسیر، حدیث، فقہ اور علوم الفرائض داخل ہیں، دوسرا علوم آلیہ مثلاً صرف و نحو، معانی، بیان و بلاغت اور عربی ادب وغیرہ تیسری قسم علوم عقلیہ کی ہے جیسے منطق، فلسفہ، ہیئت و ہندسہ وغیرہ۔ ہمارے جن بزرگوں نے یہ نصاب بنایا تھا، ان کے پیش نظر یہ بات تھی کہ اصل مقصد تو علوم دینیہ کی تعلیم ہے جن کی تحصیل کے بعد قوم میں علمائے دین پیدا ہوں اور اپنے علم و عمل سے مسلمانوں کی مذہبی رہنمائی کی خدمت انجام دیں، اسلامی علوم و فنون کی تبلیغ و اشاعت کریں اور اگر اسلام کی تعلیمات پر کسی طرف سے کوئی اعتراض ہو تو وہ اس کا خاطر خواہ جواب دے سکیں۔

ہندستان میں جب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے اقتدار اور ان کی حکومت کے قیام کے بعد ملک کے حالات میں عظیم تبدیلی پیدا ہوئی تو اس تبدیلی کا ایک اہم پہلو یہ بھی تھا کہ ملک میں انگریزی اور مغربی علوم و فنون کا رواج ہوا اور اس کے نتیجہ میں جدید افکار و خیالات کی ایک نئی دنیا آباد ہوئی۔

ہمارے عربی مدارس جو اس انقلاب عظیم کے بعد قائم ہوئے ان کا چونکہ اساسی مقصد مسلمانوں کو مذہبی اعتبار سے اس سیاسی انقلاب کی زد سے محفوظ رکھنا تھا اس بنا پر انھوں نے افکار و نظریات کے اس تغیر و تبدل اور اس کے علمی و تعلیمی اسباب کو درخور اعتنا نہیں سمجھا اور اس بنا پر اپنے اس قدیم نصاب تعلیم پر قناعت کیے رہے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک میں علوم دینیہ کے بڑے بڑے فاضل اور ماہر علماء پیدا ہوئے جنھوں نے تصنیف و تالیف درس و تدریس، وعظ و ارشاد اور افتا کے میدانوں میں اہم اور یادگار خدمات انجام دیں، ایسے مشائخ پیدا ہوئے جن کی روحانی تربیت اور باطنی تعلیم و تلقین سے ہزاروں مسلمانوں نے فیض پایا۔ بہت سی جاہلانہ رسومات جو ان کی سماجی زندگی کا جزو ہو گئی تھیں ان کی اصلاح کی اور ملک میں مذہب کا

---

[1] وقف کونسل کے مرتبہ نصاب کا مقدمہ، ضبط از سیمینار کے مقالات ...

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقار باقی رکھا لیکن اس کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ مسلمانوں میں قدیم تعلیم یافتہ اور جدید تعلیم یافتہ کے نام سے دو مستقل گروہ پیدا ہو گئے جو باہم ایک دوسرے کے رقیب تھے۔ بعض حضرات نے ملی اور قومی مفاد کے پیش نظر اس خلیج کو پر کرنے کی سعی کی۔ لیکن اس میں خاطر خواہ کامیابی نہ ہو سکی۔ اور صورت یہ ہو گئی کہ جو حضرات کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل ہوتے تھے وہ مذہب اور اس کے علوم و فنون سے نا آشنا اور بے خبر تھے۔ اور اسی طرح جو حضرات طبقۂ علماء میں شمار ہوتے تھے انھیں نہ انگریزی زبان سے واقفیت تھی اور نہ کسی مغربی علم و فن سے۔ اس بناء پر اول الذکر طبقہ مغربی افکار و نظریات سے غیر معمولی حد تک متاثر ہونے کے باعث مذہب اور اس کی روایات سے دور ہو گیا۔ اور دوسری جانب ہمارا طبقۂ علماء وقت کے تقاضوں اور جدید مطالبات سے ناواقف رہا۔ اور تعلیم یافتہ طبقہ پر اس کے اثرات روز بروز کمزور ہوتے رہے۔ علاوہ ازیں عصر حاضر کے علمی رجحانات اور فکری امتیازات سے انجان رہنے کے باعث اس طبقہ کو فکر و نظر کے میدان میں جو رہنمائی دینی چاہیے تھی وہ نہ دے سکا۔ اس میدان میں اس کی عاجزی اس حد تک پہونچ گئی کہ نہ وہ خود عصر جدید کی زبان میں گفتگو کر سکتا تھا اور نہ اپنی زبان کسی کو سمجھا سکتا تھا۔ یورپ کی مختلف زبانوں میں مستشرقین کی اور بعض خود مسلمان علماء و فضلاء کی کوششوں سے اسلامی علوم و فنون کا عظیم الشان ذخیرہ جمع ہو گیا ہے اور اس بنا پر آج عالم یہ ہے کہ کسی خالص اسلامی موضوع پر بھی ریسرچ اور تحقیق کا حق انگریزی فرانسیسی یا جرمنی زبان سے واقفیت کے بغیر ادا نہیں ہو سکتا۔ ہمارا یہ طبقہ اس عظیم ذخیرہ سے بے خبر تھا اور جب وہ اس کا علم ہی نہیں رکھتا تھا تو اس پر نقد و تبصرہ کی توقع اس سے کیونکر ہو سکتی تھی یہاں مزید تفصیل کی ضرورت نہیں ہے لیکن ہر حساس اور صاحب فکر و نظر مسلمان اچھی طرح جانتا ہے کہ اس صورت حال کے باعث نہ صرف مسلمان کو بحیثیت ایک فرقہ کے بلکہ خود اسلام کو کس درجہ عظیم نقصان پہنچا ہے جس کی تلافی عرصہ دراز کی مسلسل جد و جہد اور کوششوں کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔

خوشی کی بات ہے گذشتہ جنگ عظیم دوم کے بعد سے ایشیا اور افریقہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آزادی کا نیا دور شروع ہوا اور ہر ملک میں تعمیر و تنظیم تعلیم اور دوسرے قومی مسائل کی از سر نو تشکیل کی طرف عام توجہ مبذول ہوئی تو جہاں تک مسلمانوں کے معاملات و مسائل کا تعلق ہے علماء میں مدارس عربیہ و دینیہ کے قدیم نصاب تعلیم کے نقص کا قوی احساس بھی پیدا ہوا۔ اور اس نقص کو دور کرنے کی غرض سے اصلاحی کوششوں کا آغاز ہوا۔ چنانچہ گذشتہ چند برسوں میں مسلم ممالک میں عموماً اور عرب ممالک میں خصوصاً ان مدارس میں جو تعلیمی اور تنظیمی اصلاحات ہوئی ہیں، انھوں نے ان مدارس کو ایک نئی شکل و صورت اور ایک نئی تب و تاب بخشی ہے، یہ سب کوششیں ایک ہی قسم اور ایک ہی نوعیت کی نہیں ہیں، کہیں افراط بھی ہے اور کہیں تفریط بھی۔

یہاں ان کے تفصیلی جائزہ لینے اور ان پر نقد و تبصرہ کرنے کا موقع نہیں ہے ان کے ذکر سے مقصد صرف یہ ہے کہ مسلمانوں کے مدارس دینیہ کی اصلاح کا مسئلہ اب کوئی [illegible] حقیقت نہیں ہے جس کا احساس صرف [illegible] فہم و بصیرت تک محدود ہو بلکہ اب یہ احساس عالمگیر ہے اور اس [illegible] یا ہر جگہ اقدامات ہو رہے ہیں۔

ہمارا ملک ایک وسیع ملک ہے جس میں چھ کروڑ کے لگ بھگ مسلمان آباد ہیں ان کے جو مدارس عربیہ ملک کے اطراف و اکناف میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے اور یہ ہندستان کے مسلمانوں کی خوش قسمتی ہے کہ تقسیم سے قبل جن مدارس کو مرکزی اور نمایاں حیثیت تھی اور ۱۸۵۷ء کے بعد اس ملک کے مسلمانوں کی دینی اور ثقافتی زندگی کی تعمیر و تشکیل کی راہ میں جن مدارس نے بہت اہم رول ادا کیا تھا وہ اکثر و بیشتر تقسیم کے بعد بھی ہندستان میں ہیں اور اپنے فرائض باحسن وجوہ انجام دے رہے ہیں، اب ضرورت ہے کہ ان مدارس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ کی جائے تاکہ جدید حالات اور نئے قومی و بین الاقوامی مطالبات کے پیش نظر آج جس قسم کے علماء کی ضرورت ہے وہ ان مدارس سے پیدا ہو سکیں اور ان مدارس کی افادیت کا دائرہ وسیع تر ہو۔

جہاں تک مدارس کی اصلاح کے مقصد اور غرض اساسی کا تعلق ہے اس بارے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہونا چاہیئے کہ مدارس کی غرض و غایت انجینیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر یا علوم جدیدہ کے ماہر پیدا کرنا ہرگز نہیں ہے تو بلکہ ان کا مقصد علمائے دین پیدا کرنا ہے۔ اور اصلاح سے غرض صرف یہ ہے کہ یہ علماء دین وہ ہوں جو پاک و صاف عملی زندگی کے ساتھ ایسی علمی استعداد بھی رکھتے ہوں کہ وہ عصر جدید کی زبان سمجھ سکتے اور اس میں اپنی بات سمجھا سکتے ہوں، علوم جدیدہ سے اپنی ضرورت کے مطابق استفادہ کرنے کی صلاحیت سے محروم نہ ہوں اور شہری زندگی میں اپنی ضروریات کسی دوسرے کی مدد کے بغیر خود پوری کر سکتے ہوں۔

علاوہ ازیں ہم اپنے قدیم نصاب تعلیم پر نگاہ ڈالتے ہیں تو اس میں چند اور نقائص نظر آتے ہیں مثلاً:

(۱) علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے جو کتابیں اور جس ترتیب سے رکھی گئی ہیں وہ مقصد کے حصول کے لئے کافی نہیں ہیں۔ پھر ان کا جو طریق تعلیم ہے وہ بھی ناقص ہے، طالب علم کا واسطہ صرف کتاب سے رہتا ہے فن سے نہیں، اس بناء پر کتاب کی جزئیات پر وہ حاوی ہوتا ہے لیکن فن کے اصول و فروع اور اس کے آداب و مبادی پر اس کی نظر نہیں ہوتی۔

۲۔ علوم آلیہ یعنی صرف نحو، معانی، بیان و بلاغت اور عربی ادب وغیرہ۔ اس سلسلہ میں دو قسم کی تبدیلی کی ضرورت ہے۔ ایک طریق تعلیم میں اور دوسری کتب درسیہ میں۔ اول الذکر میں اس لئے کہ ہمارے طلباء عربی ادب میں مقامات، سبعہ معلقہ اور دیوان متنبی وغیرہ پڑھ جانے کے باوجود عربی زبان میں نہ لکھ سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں؛ اب رہیں کتب درسیہ تو ظاہر ہے عربی ادب پر اب بہتر سے بہتر کتابیں یا ان کے منتخبات چھپ کر آ گئے ہیں یہی حال صرف و نحو اور معانی و بیان کا ہے۔ تو پھر ان کتابوں سے کیوں نہ استفادہ کیا جائے جن سے علوم آلیہ کے درس کے مقصد کی تکمیل زیادہ بہتر طریقہ پر ہو سکتی ہے۔

(۳) علوم عقلیہ کے سلسلہ میں جو مضامین پڑھائے جاتے ہیں وہ کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق ہیں۔ ایک طالب علم کی عمر کا بہترین حصہ اس کی تحصیل و تعلیم پر خرچ ہوتا ہے لیکن ان کا فائدہ کچھ نہیں۔ اگر ان علوم کی جگہ جدید معاشرتی یا فطری علوم و فنون (SOCIAL & NATURAL SCISNCES)

میں سے وہ علوم و فنون پڑھائے جائیں جن کی آج کل سخت ضرورت ہے اور جن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے بغیر آج کل کی اصطلاح میں کسی شخص کو تعلیم یافتہ کہنا مشکل ہے تو ہمارے مدارس عربیہ کے فارغ التحصیل حضرات آسانی سے علوم قدیمہ کے ساتھ علوم جدیدہ سے بھی آشنا ہو سکتے ہیں۔

سینٹرل وقف کونسل، نئی دہلی نے اپنی میٹنگ منعقدہ ۲۷ و ۲۸ فروری ۱۹۶۵ء میں پروفیسر ہمایوں کبیر صاحب چیرمین سینٹرل وقف کونسل سے درخواست کی کہ وہ ایک ایسی کمیٹی بنائیں جو ملک کے مدرسوں و مکتبوں کی موجودہ تعلیمی حالت کا جائزہ لے اور ان مدارس کی اصلاح اور ترقی کے لئے سفارشات پیش کرے۔ پروفیسر موصوف نے اس تجویز کے مطابق ایک کمیٹی کی تشکیل کر دی کمیٹی نے موضوع زیر بحث کے متعلق تبادلہ خیالات کرنے کے بعد ایک اپنی سب کمیٹی مقرر کی جس کے لئے ممبر حضرات ذیل تھے۔ مولانا سعید احمد اکبر آبادی۔ مولانا سید علی نقی نقوی۔ مولانا ابو عرفان ندوی۔ اور کمیٹی مندرجہ ذیل نتیجہ پر پہنچی۔

ہم نے مدت تعلیم سولہ سال رکھی ہے۔ یہ اس مفروضہ پر مبنی ہے کہ ہمارے یہاں جو طلباء آئیں گے وہ پرائمری ایجوکیشن کی تکمیل کے بعد آئیں گے ہم نے اس سولہ سالہ سال کی مدت کو چار حصوں پر تقسیم کیا ہے۔

۱۔ شروع کے ۵ سال پرائمری (مکتب)
۲۔ "ثانویہ" جس کی مدت ۵ سال ہوگی۔
۳۔ "عالیہ" جس کی مدت ۴ سال ہوگی۔
۴۔ "تخصص" جس کی مدت ۲ سال ہوگی۔

ہمارا "ثانویہ" ہائی اسکول کے برابر ہوگا۔ "عالیہ" بی۔ اے کے مساوی اور "تخصص" ایم۔ اے کے مساوی ہوگا۔ نصاب کی تشکیل میں یہ اصول پیش نظر رکھا گیا ہے کہ "ثانویہ" کے درجہ تک سب طلباء کو دینیات اور عربی کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید مضامین مثلاً ہندی حساب، جغرافیہ، اردو، فارسی اور آخر کے درجات میں تاریخ و سائنس اور انگریزی بھی اس حد تک پڑھا دیئے جائیں کہ ایک ہائی اسکول کے طالب علم کو ان مضامین میں جو قابلیت حاصل ہوتی ہے، وہ ہمارے یہاں کے طلباء کو بھی حاصل ہو، ایک مضمون کے گھنٹے تدریجی طور پر مختلف سالوں میں گھٹتے بڑھتے رہے ہیں اسی بناء پر تعلیمی اوقات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی اضافہ نہیں ہوا جس کی وجہ سے طالب علم کے دماغ پر غیر معمولی بوجھ پڑتا مگر ان مضامین سے واقفیت پیدا ہو جاتی ہے ۔اس کے بعد "عالمیت" میں بنیادی علوم دفنون تو علوم عربیہ و دینیہ ہی ہیں لیکن قدیم نصاب تعلیم میں علوم عقلیہ یعنی منطق۔ فلسفہ اور ہیئت وغیرہ پر جو وقت صرف ہوتا تھا اس کو ہم نے جدید علوم کی تعلیم کے لئے لیا ہے اور اس طرح اس نصاب کو پڑھنے کے بعد ایک طالب علم جب عالمیت کا امتحان پاس کرے گا تو اس کو علوم دینیہ وعربیہ میں بصیرت کے ساتھ جدید علوم میں بھی دسترس ہوگی۔ عالمیت سے فراغت کے بعد دو سال تخصص کے ہیں تخصص پانچ مضامین میں ہوگا چونکہ اسمیں پوری توجہ مضمون متعلقہ پر ہوتی ہے اسی بنا پر اس مضمون کیساتھ کسی دوسرے مضمون کی تعلیم نہیں دی جاسکتی لیکن خود اس مضمون کو اتنی وسعت دی گئی ہے کہ اس کو حصوں میں تقسیم کردیا ہے ہر حصہ کیلئے الگ الگ ایک پرچہ- انمبر کا رکھا گیا ہے آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ تخصص میں تفسیر حدیث فقہ کے علاوہ عربی ادب اور تاریخ میں بھی تخصص رکھا گیا ہے اور یہ اسلئے ہے کہ عالمیت کی تکمیل کے بعد ایک طالب علم کو علوم دینیہ وعربیہ ایک بڑی حد تک تو آہی جاتے ہیں اب اس کے

بعد اگر غیر دینی علوم میں یعنی تاریخ یا عربی ادب میں مہارت پیدا کرنا چاہتا ہے تو اس کیلئے اسکا امکان پیدا کیا گیا ہے یہ گنجائش اس لئے رکھی گئی ہے کہ طلبا اپنے اپنے ذوق کیمطابق معاشی ترقی کر سکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امتیاز علی عرشی ؎

پہلے انھیں تعلیم گاہوں کے نکلے ہوئے اشخاص مختلف عہدوں پر کام کرتے تھے، وہ بات تو اب جاتی رہی کہ قاضی بھی ہو سکے، مفتی بھی ہو سکے۔ اب یہ اسلامی تعلیم والے دنیا کی زندگی سے واقف نہیں ؛ اور دوسرے طریقہ کے پڑھنے والے دین کے بارے میں نہیں جانتے۔ ہمارے یہاں دو رنگی تعلیم کا یہ سلسلہ پہلے نہیں تھا۔ اب تو گویا دو الگ طبقے بن گئے ہیں۔ اس میں خاص نئی تعلیم والوں کو یہ نقصان پہنچا کہ قدیم درسگاہوں سے نکلے ہوؤں کو انھوں نے حقیر سمجھا، تو جن فنون کے اندر وہ واقعی استعداد رکھتے تھے، اُن سے بھی فائدہ نہیں اٹھایا جا سکا اور ان لوگوں کو یہ نقصان پہنچا کہ جو کچھ وہ پڑھتے پڑھاتے آ رہے تھے انھوں نے اسی کو آخری حرف سمجھ کر اکتفا کر لیا ؛ اب یہ نہیں سوچا کہ وحی آنے کی تو اب گنجائش ہی نہیں رہی ہے، اب تو خود ہی پچھلوں کی دی ہوئی روشنی میں آگے بڑھنا پڑے گا، اور یہ طے کرنا ہوگا کہ ان علوم کو چھوڑنا چاہیے، اور ان علوم کو پڑھنا چاہیے۔

مثلاً ہمارے یہاں پرانی تعلیم ہے کہ زمین ساکن ہے۔ مولانا آزاد کے والد نے ایک رسالہ اسی سلسلہ میں لکھا تھا، اس میں حرکتِ زمین کے ابطال کے لئے تین سو دلیلیں ہیں۔ حتیٰ کہ شروع میں سرسید نے بھی اس موضوع پر ایک رسالہ حرکت ابطال ثابت کرنے کے لئے لکھ ڈالا تھا۔ لیکن یہ سب کچھ اب داستانِ پارینہ ہو گئی، یا نہیں؟ تو ضرورت تھی اس کی کہ جائزہ لیتے کہ کن فنون کی ضرورت ہے۔ ان میں سے کچھ کام کے بھی نکل آتے۔

نئے نئے مسائل پیدا ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اب یہ خلا میں انسان کے جانے سے روزے کے بارے میں، نماز کی سمت کے بارے میں، اور کتنے ہی مسائل ہیں کہ اگر وہاں کی مخلوق کو ضرورت ہے اجتہاد کی، تو اس کے بارے میں کیا فیصلہ کیا جائے۔ یہ جائزہ لینے کے بعد کہ کس طرف زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے، اس کی طرف زیادہ توجہ دی جائے ؛ اور جس کی طرف کم توجہ دینے کی ضرورت ہے اُدھر کم توجہ دی جائے۔ اور یہ جو علوم غیر دینی ہیں، ان میں سے اپنے یہاں جو علوم پڑھاتے چلے آرہے

؎ کم لوگ جانتے ہیں کہ رامپور کے ماہر عرشی صاحب تفسیر ثوری کے مرتب ہیں؛ علوم اسلامیہ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی! اور بہت سے مسائل پر سوچتے رہتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں (جن کو دینی کہتے ہیں!) ان کو تاریخی حیثیت دے دی جائے، موجودہ تحقیقات کے اعتبار سے ان کو پڑھانا ہوگا۔

اور سب سے بڑی ضرورت تو اس کی ہے کہ —— جیسے کہ فخر الدین رازی کے زمانے تک جو علم کلام ہوتا تھا، اس میں اپنے زمانے کے مسائل سے مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی رہی، تو نیا علم کلام پیدا کرنے کی ضرورت ہے میں ایک مثال دیتا ہوں:

میری دانست میں قرآن پاک کے کسی بیان میں اور مسلمہ حقائق میں کوئی تناقض نہیں ہے؟ کسی قسم کا! قرآن جس زمانہ میں نازل ہوا، کچھ باتیں ایسی تھیں جو مسلمۂ قوم کا درجہ رکھتی تھیں، قرآن نے اپنی تعلیم پہنچانے کے لیے جو تدبیریں اختیار کیں ان میں ان مسلمات قوم کو بھی استعمال کیا اور دلیل میں پیش کیا آج قرآن پاک نازل ہوتا تو اور انداز ہوتا اس کا۔ قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ سات آسمان ہیں! اور کوئی پوچھے کہ سات آسمان آپ کیسے کہتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن قرآن پاک کا مقصد ایسٹرونومی تھی؟ اس کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔ وہ تو۔۔ یہ کہنا چاہتا تھا کہ خدائے تعالیٰ ہی زمین و آسمان سب کا بنانے والا ہے، وہ ایک ہے اور اسی کو سجدہ زیبا ہے —— قرآن پاک کے اندر جو بیان کیا گیا ہے مگر ایک حقیقت نفس الامری ہے، اور ایک حقیقت مسلمۂ قوم ہے؛ قرآن پاک حقیقت قوم سے کام لے رہا ہے۔ اب یہ سمجھنا کہ وہ مسلمات قوم، مسلمات نفس الامری کا درجہ رکھتے ہیں، غلط ہے۔ اگر اس زمانہ میں آج کے مسئلے اٹھا دیئے جاتے تو وہ لوگ جو رسولؐ کو ویسے ہی دیوانہ کہتے تھے، کوئی سننے کو تیار ہوتا یہ بات کہ زمین سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ (وغیرہ)

ایک اور مثال دوں:

آپ نے دیکھا ہوگا، نماز پڑھ کے امام شمال کی طرف منھ کر کے بیٹھ جاتا ہے۔ ایک عزیز اس کی وجہ پوچھنے لگے تو انھیں بتایا گیا کہ ادھر مدینہ منورہ ہے۔ ایک دن انھوں نے مجھ سے پوچھا، میں نے کہا بھائی ادھر تو نینی تال ہے، ہمالیہ ہے، تبت ہے، روس ہے، مدینہ ادھر کیسے ہوگیا۔ انھیں تعجب ہوا تو میں نے کہا نقشہ لاؤں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے: اب دیکھیے ہم یہاں رہتے ہیں، طے ہے یہ، میں نے کہا، مدینہ اور مکہ کے درمیان تین سو میل کا فاصلہ ہے صرف؛ تو یہ تین ہزار یا چار ہزار میل پر جو آدمی کھڑا ہے اس کے لیے سمت یہی رہے گی نا؛ برابر ہی برابر میں ہوں گے وہ؛ مکہ اور مدینہ کا آپس میں جو فرق ہے وہ ٹھیک ہے یعنی مکہ سے شمال میں ہے مدینہ۔ اگر مکہ میں کوئی آدمی ہو اور وہ یہ کہے کہ میں ادھر پیٹھ نہیں کرتا، تو وہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ یہ بات میں نے نقشہ بنا کے سمجھا دی، یوں بھی سمجھا دی۔ مگر انھوں نے دوسرے وقت مجھ سے کہا، کہنے لگے بھئی ٹھیک کہتے ہو، مگر نسبت جو شمال و جنوب کی ہے!

اب یہ ان کی نیکی تھی۔ ورنہ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ جغرافیہ نہ جاننے کا یہ سارا فتوا تھا۔ اب ایک انگریزی داں کے اوپر کتنا برا اثر پڑے گا۔ اس واقعہ کا۔ اور وہ آئندہ کسی اعتبار سے بھی مولوی صاحب کی کوئی بات ماننے کا نہیں۔ اور یہ مسلمات میں سے ہے کہ جب تک دماغ مرعوب نہیں ہوتا، فرد کا فرد سے یا قوم کا قوم سے، اس وقت تک آپ کسی کو کسی بات کی جانب مائل نہیں کر سکتے۔ رعب اس وقت ہو سکتا ہے کہ جب عربی کی تعلیم کے نظام میں خود فہمی کے درجہ پر ہوں تو وہ ان کو صحیح طور پر سمجھ سکیں؛ اور ہماری زندگی سے جن حقائق کا واسطہ ہے انھیں سمجھیں؛ اور پھر ان میں اگر کوئی اسلامی مسئلہ ان سے متعلق ہوتا ہے تو وہ ایک حل نکال سکیں۔ مختصر یہ کہ جیسے کہ سر سید نے اپنے زمانے میں ایک علم کلام پیدا کیا تھا، علم کلام پیدا کرنے کی اب ضرورت ہے، اور اس میں پچھلی باتوں کو جو غلط ثابت ہو چکی ہیں، یہ ماننا ہے کہ غلط ہیں۔ رہا معاش اور معاد دونوں کا مسئلہ، تو اگر ان دونوں کو ملا دیا جائے اور اس طرح نصاب مرتب کیا جائے کہ اس میں یہ سب چیزیں ہوں تو میرے خیال میں ایسا مسئلہ کچھ نہیں۔ بھائی، یہ عربی علوم پڑھنے کے بعد ابن سینا پیدا ہو سکتا ہے، بیرونی پیدا ہو سکتا ہے، میں پیدا ہو سکتا ہوں —— اس زمانے میں تفریق نہیں تھی علوم دینی اور غیر دینی کی، سب پڑھائے جاتے تھے۔

بات یوں ہے کہ مسلمان چاہتا یہ ہے کہ وہ مسلمان رہتے ہوئے معاش، اور معاد دونوں کا مسئلہ حل کرے۔ ہمارے یہاں دینی مزاج کے جو آدمی ہیں۔ وہاں یہ بات پیدا نہیں ہوتی؛ دیوبند میں بھی؛ جماعت اسلامی کی درسگاہوں سے نکلے ہوئے بعض لوگ ہیں جو نئے علوم سے بھی اچھی طرح سے واقف ہیں ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملئے۔ ان کی صورت سے یہ نہیں معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسجد کے امام ہیں یہ ! لیکن اپنے فن میں نہایت عبور ہے۔

ابھی تک جو کوششیں بھی ہوئیں بالآخر وہی معاشیات کا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ کھائیں گے کمائیں گے کیا۔ مگر کیا تجارت اور مزدوری کے سارے راستے بند ہیں ؟ آپ جو معاشرہ بنانا چاہتے ہیں، اس میں خالی آپ کو سرکاری ملازم ہی تو نہیں چاہئیں، اس میں آپ کو تاجر بھی چاہئیں، ڈرائیور بھی چاہئیں، کارخانوں اور کھیتوں میں کام کرنے والے بھی چاہئیں۔

مسئلہ اصل میں سوچنے کا ہے اور اپنے دماغ سے سوچنے کا ہے ہم پہلے اوروں کی تقلید کرتے تھے ! اب یورپ کی کرتے ہیں !!!

ے نئی دہلی کے سیمینار کے لیے پیام پر بھی ڈاکٹر صاحب کی بے تکلفانہ گفتگو سنیے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخلاق احمدؒ

منگولوں کے حملے سے مسلمانوں کا بڑا نقصان ہوا۔ ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ اس تخریب کے ساتھ ساتھ ہندوستان میں تخریبی کاموں میں تعمیری کوشش کافی زور پکڑ گئی، وسط ایشیا کے فاضل ہندوستان میں آنے لگے اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیل گئے، اور کاموں کے ساتھ ساتھ درس اور تدریس کا کام بھی بڑی خوبی کے ساتھ انجام پانے لگا۔ اسی طرح درس نظامیہ بغداد کے اثرات ہندوستان کی فضا میں بھی پھیل گئے۔

سکندر لودی کے عہد میں تھوڑی تبدیلی نمایاں ہوئی۔ شیخ عبداللہ اور شیخ عزیزاللہ ملتان سے آئے۔ شیخ عبداللہ نے دہلی میں اور شیخ عزیزاللہ نے سنبھل میں سکونت اختیار کی۔ کہا جاتا ہے کہ علم منطق کو ہندوستان میں دینی تعلیم کے اندر انہیں حضرات کے وجود سے فروغ ہوا۔ ان کے آنے سے پہلے صرف دو کتابیں رائج تھیں، اگلے دور میں فتح اللہ شیرازی نے نصاب میں کچھ اضافے کئے، اور منطق اور ریاضی پر زور دیا۔ تیسرے اور چوتھے دور میں دو ہستیاں قابل غور ہیں جنہوں نے اس سلسلہ میں نمایاں تبدیلیاں کیں۔ ایک شاہ ولی اللہ دہلوی جنہوں نے اہم ترمیمات کیں، اور کتابوں کی ترتیب کو بھی بہت حد تک بدل دیا۔ دوسرے ملا نظام الدین سہالوی جن کا تیار کردہ نصاب تمام شمالی ہندوستان میں رائج ہو گیا۔ ایک عرصے کے بعد اس میں متعدد اصلاحات کی گئیں۔ غالباً سب سے پہلے فرنگی محل کے مولانا نظام الدین نے یہ اصلاحات کیں۔ انہوں نے بعض کتب اور مضامین میں رد و بدل بھی کی۔ ان کے بعد اور تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ یہی درس نظامی معمولی تبدیلی کے ساتھ دارالعلوم دیوبند اور ہند و پاک کے تمام مدارس عربیہ و دینیہ میں رائج ہے۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف فقہ، عقائد، تفسیر اور حدیث کی کتب میں۔

پانچواں دور اس سلسلہ کا گویا آخری دور ایسا ہے جس میں علوم اسلامیہ کی تدریس و تحقیق میں تبدیلی کے لئے کافی کوشش کی گئی۔ اس میں مولانا شبلی نعمانی، مولانا عبدالعزیز نظام آبادی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر علماء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے نمایاں حصہ لیا۔ خاص طور سے اہل حدیث لوگوں کے مدارس میں انتخاب حدیث اور تفسیر قرآن کے سلسلہ میں خاص اضافے ہوئے ہیں۔ ندوۃ العلماء اور مدرسۃ الاصلاح دوسرا ئے میر امیں ترمیم شدہ نصاب رائج ہو گیا۔

درس نظامی سے مختلف نصاب اور درسگاہیں

مدرسہ عالیہ کلکتہ ان میں سب سے نمایاں ہے اور براہ راست سرکاری ادارہ ہے ــــ ایسٹ انڈیا کمپنی کے زمانہ میں گورنر جنرل وارن ہیسٹنگز نے مسلمانان کلکتہ کی درخواست پر ۱۷۸۰ء میں ... اور ... اس درسگاہ کی بنیاد رکھی۔ ابتدائی دو برس تک اس کا سارا خرچ ... گورنر جنرل خود برداشت کرتے رہے ۱۸ اپریل ۱۷۸۲ء کو مدرسہ ... کے سامنے پیش کیا اور ایک قطعہ زمین خرید کر اس کی عمارت کی بنیاد ڈالی ... میں گورنر جنرل نے انگریزی حکومت سے ادارہ کے لیے پندرہ ہزار روپیہ سالانہ اخراجات کے لیے اور زمین کے واسطے کیاون ہزار روپیہ گورنمنٹ کی منظوری کے بعد مدرسہ حکومت کے سپرد کر دیا۔

اس مدرسہ کے قیام کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو عربی فارسی کی تعلیم دلا کر ان کو دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں نیز اور دوسرے شعبوں میں جگہ دلائی جائے۔ اس درسگاہ کے سب سے پہلے مدرس مولوی مجد الدین عرف مولوی مدنی تھے لیکن جب فارسی سرکاری زبان نہ رہی اور اس کی جگہ انگریزی آگئی تو مدرسہ میں عربی کے ساتھ ساتھ شعبہ انگریزی بھی قائم ہو گیا اور ۱۸۵۴ء میں اینگلو پرشین ڈیپارٹمنٹ قائم کیا گیا جو ہائی اسکول کے برابر تھا اور اس کا الحاق کلکتہ یونیورسٹی سے ہو گیا۔ بعد میں یہ الحاق بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن سے ہو گیا۔ اور شعبہ عربی اپنی جگہ پر قائم رہا۔ جس میں فلسفہ، دینیات، فقہ، ہیئت، ریاضی، منطق، صرف ونحو کی تعلیم ہوتی رہی۔

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۱۸۹۴ء میں قائم ہوا۔ مجلس ندوۃ العلماء کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائی کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ یہ درسگاہ علی گڑھ، دارالعلوم دیوبند اور فرنگی محل کی درمیانی کڑی ثابت ہوئی۔ مجلس ندوۃ العلماء کے پہلے ناظم مولانا سید محمد علی مقرر ہوئے۔ دارالعلوم کے ابتدائی محرک علامہ شبلی نعمانی، نواب علی حسن خان، مولانا حکیم عبدالحئی اور ان کے رفقاء تھے۔

اس درسگاہ کے نصاب میں جن اصلاحات کا مقصد سامنے تھا، وہ یہ تھیں کہ کتابی مہارت کے بجائے فنی مہارت پیدا کی جائے۔ جدید تحقیقات سے واقفیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ عربی ادب میں دورِ جاہلیت کے شعراء کے دواوین کو شامل کیا جائے۔ تاریخ اور جغرافیہ نصاب میں شامل ہو۔ انگریزی بحیثیت زبان کے نصاب میں داخل کی جائے، وغیرہ وغیرہ

درجۂ عالیہ اور فضیلت میں فقہ، حدیث، تفسیر، اصول تفسیر، اصول احادیث اور دوسرے متعلقہ علوم شامل ہیں۔ اس کے قدیم فارغ التحصیل لوگوں میں مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا مسعود عالم ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی، مولانا ریاست علی ندوی، مولانا ابوالحسن ندوی وغیرہ جیسے جید علما شامل ہیں، مگر اب دوسری ایسی ہستیاں پیدا ہوتی نظر نہیں آتی ہیں۔

مدرسۃ الاصلاح (سرائے میر)

اس مدرسہ کی بنیاد ایک مقدس ہستی مولانا محمد شفیع مرحوم کے ہاتھوں پڑی۔ کسی حد تک اس کو ندوہ کی شاخ کہا جاسکتا ہے۔ ایک وقت آیا جب علامہ شبلی کو ندوہ سے مایوسی ہوئی تو مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو اپنی تمام تر توجہات کا مرکز بنا لیا۔ اور ان کی خواہش پر مولانا حمید الدین فراہی نے دارالعلوم حیدر آباد دکن کی نظامت اعلیٰ کو خیرباد کہہ کر مدرسۃ الاصلاح کی تدریس اور نظامت قبول کر لی اور تا زیست اس سے لگاؤ رہا۔ مدرسہ کا نصاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔

یہاں ابتدائی درجہ کا کورس پانچ سالہ ہے اور عربی کا آٹھ سالہ ہے۔ ان آٹھ سالوں میں عربی، صرف و نحو، ادب سے لے کر فقہ، علم الکلام، حدیث، تفسیر اور اصول تفسیر پڑھائی جاتی ہے۔ انگریزی زبان کی تعلیم ایف۔ اے کے معیار تک ہوتی ہے۔

مدرسۃ الاصلاح کے اصلاحی نکات یہ تھے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن فہمی پر زور دینا۔ قرآن فہمی کے لیے احادیث کے علاوہ ایام جاہلیت کا ادب اور اسلامی دور کے عربی ادیبوں کے کلام کا ضروری مطالعہ وغیرہ وغیرہ۔

جامعہ دارالسلام (عمر آباد)

صوبہ مدراس میں آمبور مقام کے پاس عمر آباد ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ کاکا حاجی محمد عمر نے اس کو آباد کیا، اس میں جامعہ عربیہ دارالسلام واقع ہے۔ اس کی بنیاد ۷ دسمبر ۱۹۲۴ء میں پڑی۔

کاکا حاجی محمد عمر کوئی اعلیٰ تعلیمیافتہ نہ تھے۔ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے، مگر اہل علم کے بڑے عقیدتمند تھے، اور ان سے تعلقات رکھتے تھے۔ ان میں سے خاص ہستیاں مولانا سید نذیر حسین، سر سید احمد خاں، مولانا بشیر، مولانا سلامت اللہ جیراجپوری، نواب صدیق حسن خاں اور مولانا عبدالجبار غزنوی تھیں۔ انھیں سے متاثر ہو کر دینی اعلیٰ تعلیم کے لیے یہ مدرسہ قائم کیا گیا، دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ مغربی علوم کی بھی تعلیم جاری کی گئی۔ پہلے "دارالسلام" کے نام سے ایک عربی مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی تھی جو بعد میں "جامعہ عربیہ دارالسلام" بن گیا۔

اس مدرسہ کا نصاب قدیم اور جدید دار کی خصوصیات کا حامل ہے۔ پورا نصاب نو سال کا ہے۔ دینی تعلیم کے ساتھ حساب، جغرافیہ اور انگریزی کی بھی تعلیم دی جاتی ہے۔ مدراس یونیورسٹی سے مدرسہ کا الحاق ہے۔ طلباء افضل العلماء اور منشی فاضل کے امتحانات میں شریک ہوتے ہیں اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں کامیاب ہوتے ہیں۔

آخر میں، میں تین سوال اٹھانا چاہتا ہوں۔ کیا وجہ ہے کہ دینی تعلیم کے لئے صرف نچلا طبقہ ہی آگے بڑھتا ہے جو فارغ ہونے کے بعد کسی طرح سے سوسائٹی پر اثر انداز نہیں ہوتا ہے اس کا احساس کمتری، اس کی ابھرتی ہوئی صلاحیتوں کو بھی ختم کر دیتا ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ اکثر جگہ مدارس کے بجائے ان کے مہتمم اپنا بھلا کرتے رہتے ہیں؟ اور کیا یہ غلط ہے کہ ہمارے علمائے کرام کی اولادیں زیادہ تر انگریزی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی چہار دیواری کے اندر مصروف تعلیم پائی جاتی ہیں؟ اور خود دینی درسگاہوں میں اپنے فرائض انجام دیتے ہیں؟

○ ○

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ جاراللہ[1]

جامعہ اسلامیہ علمیہ

جامعہ ملیہ اسلامیہ کی جوبلی کی تقریب پر جامعہ کے شیخ ڈاکٹر ذاکر حسین کے نام

لمثل ھذا فلیعمل العاملون (۳۷ : ۶۱)

وفی ذلک فلیتنافس المتنافسون (۸۳ : ۲۶)

ایک ایسی اسلامی علمی یونیورسٹی کے وجود کی آرزو جس میں ایک طرف تمام اسلامی علوم کی تعلیم کا کامل انتظام ہو اور دوسری طرف موجودہ زمانہ کے علوم اور عمومی معارف کی تعلیم، عالم متمدن کے کالجوں کی اور یونیورسٹیوں کے نصابات کے بقدر دی جا سکے میری بہت قدیم آرزو ہے جس کو میں اپنے دل میں طالب علمی کے زمانے سے پرورش کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں ۱۸۹۴ء سے ۱۹۰۰ء تک میں نے تمام عالم اسلام کی سیاحت کی تاکہ میں اسلامی دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں شرعی عدالتوں اور دینی مدارس کے نظام نیز ان کے نصاب تعلیم کا مطالعہ کر سکوں۔ اس چھ سال کے عرصہ میں اسلامی دنیا کے اکثر بڑے شہروں کو میں نے دیکھ لیا اور اس طرح شرعی عدالتوں کے طریق کار اور اسلامی مدارس کے

---

[1] وسط ایشیا کے ایک مرحوم عالم اور عالم اسلام کے اہم مصلح جنھوں نے ایک عرصہ تک ہندستان (بمبئی اور بھوپال) کو اپنا وطن بنائے رکھا میرے دوست ظل عباس عباسی اور کرمفرما پروفیسر عبدالخالق نقوی کے بہت قریب تھے عباسی صاحب ہی نے مجھے نقوی صاحب کے اس ترجمہ تک پہنچایا اور اصل عربی متن بھی مقابلہ کے لئے عنایت کیا۔ عالمی حالات بہت بدل چکے تھے ورنہ موسیٰ جاراللہ کی صورت میں دنیا ایک اور جمال الدین افغانی سے متعارف ہوتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب تعلیم کے مطالعہ کی جو آرزو تھی وہ پوری ہوگئی۔ مدارس کے نظام تعلیم اور نصاب و علم کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ عالم اسلام کے لئے یہ نظام اور یہ نصاب مفید اور سودمند نہیں اور اس پر قناعت کرنا کسی حال میں درست نہیں ہوسکتا۔ دوسری طرف میں نے یہ نظارہ دیکھا کہ شرعی عدالتوں میں اسلامی شریعت کے احترام کا کوئی اثر و شائبہ باقی نہیں رہا اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کی اہمیت اور احترام بالکل اٹھ گیا۔ کیونکہ یہ عدالتیں صرف مفتیوں کے فتووں اور ان کے متضاد خیالات کے پیچھے پیچھے دوڑ رہی ہیں جو اکثر و بیشتر غلط ہوتے ہیں۔ اسلامی مدارس کا نظام، جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا، مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی ضرورتوں کے لئے بالکل ناکافی ہے۔ مغربی ترکستان کا حال دینی مدارس اور شرعی عدالتوں کے لحاظ سے اور بھی خراب پایا۔ یہاں کے لوگوں نے زندگی کے اہم ترین مسائل کے لئے شریعت کے نام پر بہت ہی خوفناک حیلے تراش لئے ہیں۔ جن کے نتیجہ میں اسلام اپنی بنیادوں سے باطل ہو کر رہ جاتا ہے۔

میں نے اندازہ لگایا کہ یہ اور اسی قسم کے دوسرے اسباب ہیں جنھوں نے اسلامی حکومتوں میں اجنبی سیاست کی دخل اندازی کے لئے دروازے کھول دئے ہیں چنانچہ مصر میں شرعی عدالتوں کے بجائے "محاکم مختلطہ" یعنی ملی جلی عدالتوں کے نام سے نئی عدالتیں وجود پذیر ہوگئیں۔ اور ترکی میں "تنظیمات خیریہ" کے نام سے جدید اصلاحات نے خلافت عثمانیہ میں اسلامی نظام پر زمین تنگ کردی رہ گئیں افغانی اور ایرانی حکومتیں تو ان میں بھی شریعت اسلامیہ کی نہ کوئی قوت باقی رہی اور نہ کوئی حرمت، قرآن کریم محض نام کے لئے ایک قابل احترام کتاب رہ گئی درحقیقت نہ اہل حکومت کے دل میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ اور وہ دن دور نہیں۔ جبکہ یہ دونوں حکومتیں بھی مصر اور ترکی کے نقش قدم پر گامزن ہوتی ہوئی نظر آئیں گی۔

اس کا بنیادی سبب شرعی محاکم اور دینی مدارس کی نادرستی ہے کیونکہ ہر قوم اور ہر ملت کا عروج و زوال اس کے مدارس اور محاکم کے صلاح و فساد پر موقوف ہے۔

سنہ ١٩٠٤ کے آخر میں میری سیاحت کا سلسلہ ختم ہوا اور پھر پیٹرسبرگ یعنی لینن گراڈ میں میرا مستقل قیام ہوگیا۔ سنہ ١٩٠٥ء کے ابتدا میں میری پہلی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھپ کر نشر ہوئی۔ اس کتاب میں میں نے اسلامی دنیا کی درسگاہوں کا حال اجمالی طور پر بیان کیا ہے۔ عالم اسلام کے امیر الشعراء ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے جب اسلامی درس گاہوں کے بابت میرا یہ بیان پڑھا تو انھوں نے اس کو شعر و ادب کے سنہری قالب میں ڈھال کر اس طرح فرمایا۔

با این مکتب بہ این دانش چہ نازی کہ ناں در کف نداد و جاں ز تن برد

دنیائے اسلام کی حالت پر اس سے زیادہ جامع اور مختصر تنقید کیا ہو سکتی ہے اگر یہ ایک طرف سخت تنقید ہے تو دوسری طرف اس حکیمانہ تدبیر وحید کی طرف بھی اشارہ ہے جس کے ذریعہ سے دین حق پھر ایک بار، عہد رسالت اور عہد خلافت راشدہ کی مانند دنیا پر غالب و فیروز مند بن سکتا ہے۔ اور اسلام کی عظمت رفتہ پھر واپس آسکتی ہے۔

اب ہم کس دن کا انتظار کر رہے ہیں؟ کیا قیامت کے دن ہم بیدار ہونگے؟ اور اگر قیامت کا انتظار ہے تو وہ بھی برپا ہو چکی ہے، ترکستان، روس اور ترکی میں انقلاب نے قیامت برپا کر دی اور یہاں کے اسلامی نظام، شرعی عدالتوں اور دینی مدارس کی بنیادیں منہدم ہو کر اپنے تاریخی، سیاسی اور اجتماعی گناہوں کے ملبہ میں اس طرح دفن ہو گئیں کہ ان کی اس تباہی پر نہ آسمان رویا اور نہ زمین نے نوحہ خوانی کی حتیٰ کہ اس حال زار پر خود ان ملکوں کے باشندوں میں سے بھی کسی کی آنکھ پرنم نہ ہوئی

الا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُودُ.

ان اسلامی بنیادوں کو کس نے منہدم کیا؟ کیا موجودہ انقلاب اس کا سبب بنا؟ نہیں بلکہ یہ عمارتیں معنوی طور پر برسوں پہلے گر چکی تھیں۔ اور ان پر موت واقع ہو چکی تھی۔ مگر اہل غفلت اس وقت بیدار ہوئے جبکہ انقلاب کا سیلاب اپنی دہشتناک موجوں میں باقیماندہ اسلامی آثار عظمت کو بہا کر لئے جا رہا تھا کاش کہ جاگنے والے کچھ پہلے بیدار ہو جاتے اور طوفان کے آنے سے پہلے اپنی نجات کا کچھ انتظام کر لیتے۔

یہ ہیں وہ خوفناک مصائب، جن کا ہم آج شکار رہنے۔ اور کل'۔ اے ہندوستان کی اسلامی درسگاہو! تم کو یہی دن دیکھنا ہوگا۔ لہٰذا پہلے سے تیار ہو جاؤ اور طوفان کے آنے سے پہلے کشتی تیار کر لو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وما قوم لوط منکم ببعید

ہندستان میں اسلامی مدارس بکثرت ہیں، سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں۔ ان کا نظام تعلیم اور نصاب علوم یکساں ہے۔ آج ان کی حالت اس وقت سے بھی گئی گذری ہے جو اب سے پہلے میں نے دیکھی تھی۔ دینی مدارس اور عصری درسگاہوں کے مابین زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس کے باوجود اسلامی درسگاہوں کے اولیاء و سرپرست اور ان کے تمام اساتذہ بے خبر اور غفلت میں مبتلا ہیں۔ تمرون علیها وهم عنها معرضون۔ وہ سب بے خیالی پلاؤ پکاتے اور اپنے سینوں میں طرح طرح کی آرزوئیں پرورش کرتے ہیں وہ بزعم خویش آسمانی کرسیوں پر بیٹھ کر کرۂ زمین پر الٰہی اور ربانی حکومتیں قائم کرتے ہیں اور خود ان کے امیر و خلیفہ بن جاتے ہیں۔ حالانکہ ان جیسے بلند مقاصد کے لئے ان کی تیاریاں کچھ بھی نہیں سچ ہے کہ وقت سے پہلے اور تیاری کے بغیر جو کسی بات کی خواہش کرتا ہے وہ ہمیشہ اس سے محروم رہتا ہے اور اس کے خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے۔ • روس میں جب تمام دینی مدارس اور ابتدائی مکاتب بند ہو گئے تو میں نے از سر نو دینی اور علمی اسباق کے احیاء کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ مجھے نہ کوئی عمارت درکار تھی اور نہ بہت سا ساز و سامان، زمین کا فرش اور آسمان کی چھت کافی تھی۔ میں تنہا تھا میرے ساتھ کوئی کام کرنے والا بھی نہ تھا اور نہ میں نے اس سلسلے میں کسی سے استعانت کی یہاں تک کہ شوقین طالب علموں کی ایک اچھی خاصی جماعت میرے گرد جمع ہو گئی۔ میں نے ان اسباق کی ترتیب و نظام سے متعلق ایک مختصر مضمون بھی لکھا اور ترکستان کے اسلامی شہروں نیز روس کے اسلامی علاقوں اور آبادیوں کا میں نے دورہ کیا۔ اس طرح میں نے اپنے اغراض و مقاصد اور اپنا تعلیمی پروگرام ہر اسلامی آبادی میں پہنچا دیا۔ اس کام کے لئے میں نے نہ تو کسی سے چندہ کا سوال کیا اور نہ غیر اللہ کے خوف کو اپنے دل میں جگہ دی۔

اسی زمانے میں میرے پاس تین طالب علم آئے جو عربی پڑھنا چاہتے تھے چنانچہ میں نے روزانہ سات ماہ تک عربی زبان و ادبیات کی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا اس مختصر مدت میں ان طالب علموں کی استعداد بہت اچھی ہو گئی۔ عربی زبان کے قواعد و اصول اور ادب پر ان کی نظر بہت گہری ہو گئی۔ اب مجھ کو یقین ہوا کہ اگر استاد کی طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے محنت اور اہتمام' اور طالب علم کی طرف سے شوق اور رغبت ہو تو نہ کوئی زبان مشکل ہے اور نہ کوئی علم۔ طالب علم ہر زبان اور ہر علم کو آسانی سے حاصل کر سکتا ہے تمام زبانیں اور تمام علم برابر آسان اور برابر مشکل ہیں۔ صرف پڑھنے والے کا شوق اور پڑھانے والے کا طریق تعلیم کسی علم اور کسی زبان کو آسان اور مشکل بنا دیتا ہے'

آج مدارس کے سرپرستوں اور علماء و اساتذہ کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ نظام تعلیم کی اصلاح اور نصاب علوم کی تکمیل کی جانب متوجہ ہوں۔ بلاشبہ ہندستان کے مسلمان، دوسرے ملکوں کے مسلمانوں کے مقابلہ میں مطلوبہ "اسلامی علمی یونی ورسٹی" کی تاسیس پر زیادہ قادر ہیں۔ ہندستان میں کئی اسلامی درسگاہیں موجود ہیں جن میں دہلی کی "جامعہ ملیہ اسلامیہ"، ہماری آئیڈیل "اسلامی علمی یونیورسٹی" کے سانچے میں ڈھل جانے کے لئے زیادہ قریب اور زیادہ صلاحیت پذیر ہے۔

میں اپنے اس مضمون کے شروع ہی میں یہ بتلا چکا ہوں کہ جامعہ اسلامیہ اور جامعہ علمیہ سے ہماری کیا مراد ہے۔ اب میں ارباب علم اور اساتذہ مدارس کے روبرو، اُس "اسلامی علمی یونیورسٹی" کے نظام اور نصاب تعلیم کا ایک خاکہ اپنے تصور کے مطابق پیش کرتا ہوں۔ ممکن ہے کہ میرا تصور اور میرا پیش کردہ خاکہ اپنی شکل و صورت میں اُس نظام تعلیم کے ابتدائی نقش کا حکم رکھتا ہو جس کو آگے چل کر اہل علم دینی مدارس کی اصلاح کرتے وقت یا اسلامی علمی یونیورسٹی کی تاسیس کے موقعہ پر زیادہ وسیع اور زیادہ مکمل شکل میں ترتیب دے سکیں گے۔ میں نے اس سلسلے میں رامپور کے مدرسہ عالیہ کے نظام سے متعلق ایک کتاب بھی دیکھی ہے جو قریب قریب مدرسہ دیوبند کے نظام سے ملتی جلتی ایک چیز ہے۔

تعلیم کا پروگرام

(۱) سب سے پہلا اور سب سے زیادہ اہم بنیادی اصول تو یہ ہے کہ علوم اسلامیہ کی تعلیم میں ترتیب کی خاص رعایت رکھی جائے علوم دینیہ کی تعلیم پر ادبیات کی تعلیم مقدم کی جائے یعنی یہ کہ اصل زبان اور اس کی صرف و نحو اور بلاغت کی تعلیم۔ قرآن کریم کے معانی و مطالب اور حدیث کی تعلیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے ہونا چاہئے اور کتاب و سنت کی تعلیم علوم فقہیہ اور علوم کلامیہ پر مقدم کی جائے۔ کیونکہ اسلامی فقہ و عقائد اور تمام شرعی علوم کا سرچشمہ قرآن حکیم اور حدیث نبی کریم ہے۔ لہٰذا فقہیات و عقائد ایسے طالبعلموں کو پڑھانا جو نہ تو قرآن کریم کے معانی کامل طریقے پر جانتے ہیں اور نہ کتب حدیث پر ان کی نظر ہے بالکل فضول کوشش ہے اور طالب علم کی عمر برباد کرنے کے سوا اس کا کوئی نتیجہ نہیں یہی وجہ ہے کہ طالب علم کسی کتاب کو بھی بغیر شروح و حواشی کی مدد سے بالکل نہیں سمجھتا۔ طالب علم کا اپنے اسباق کے سمجھنے میں شرح و حاشیہ کا محتاج ہونا اور اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ لمبے چوڑے حواشی اور دوراز کار شروح میں صرف کر دینا نظام تعلیم کے فساد کا نتیجہ ہے۔ اور اگر تعلیم کے وقت علوم کی ترتیب کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کی خرابیوں کے واقع ہونے کا کوئی اندیشہ باقی نہیں رہ سکتا۔

(۲) دوسرا سب سے زیادہ بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر فن اور ہر علم کے پورے پورے مسائل اپنی اپنی جگہ پر پڑھائے جائیں کسی فن کے چند مسائل پر اکتفا کر لینا یا کسی فن کی کتاب میں سے بعض فصلیں پڑھا دینا درست نہیں۔ اگر تعلیم میں ان دونوں اصولوں کی ترتیب کے ساتھ رعایت کی جائیگی تو طالب علم شروح و حواشی سے بالکل بے نیاز ہو جائے گا، اور اپنے تمام درس کو ضبط و اتقان کے ساتھ یاد رکھ سکے گا۔ اس کے علم میں زندگی ہوگی جس سے خود اس کا دل مطمئن ہوگا۔ اور آئندہ کی تعلیم میں کبھی اس کا دل و دماغ پراگندگی و خلفشار کا شکار نہ ہوگا۔

(۳) مدارس میں علوم ادبیہ کی تعلیم کا اصلی مقصد، چونکہ کتاب و سنت کے مطالب و معانی کا فہم و ادراک ہے لہٰذا ادبی علوم کے پڑھانے میں سب سے زیادہ مناسب اور سب سے زیادہ مفید یہ چیز ہوگی کہ ہم اس سلسلے میں کتب سلف کو ترجیح دیں یا ایسی کتاب کا انتخاب کریں جو اصول سلف کے مطابق لکھی گئی ہو۔ البتہ ایسے استاد کو جس کو مسائل کا استحضار ہو یہ حق ہے کہ وہ فن کے مسائل بطریق اجمال ایسی کتاب سے بھی پڑھا سکتا ہے جس میں تحصیل کو پیش نظر رکھا گیا ہو۔ مثلاً علم نحو میں کتاب الدروس النحویہ سے مدد لی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے معنی یہ نہیں کہ کافیہ کا طریق بیان لغو اور مہمل قرار دیا جائے۔

(۴) علم صرف پڑھانے کے لئے ضروری یہ ہے کہ مختصر معلم شافیہ اور مراحیہ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل ایسے طریقہ پر بیان کر دے کہ طلباء کے ذہن نشین ہو جائیں۔ کیونکہ کوئی نحوی اور کوئی قاری شافیہ کے مسائل سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ جو طالب علم عربی مادوں کے تصرف اور ابنیہ اسماء و افعال کے اصول جاننا چاہتا ہے اس کے لئے شافیہ اور مزہر کے بیان کردہ مسائل کی واقفیت ناگزیر ہے۔ درحقیقت ان کتابوں کے مسائل سے ہم کو سروکار ہے محض کتابوں کی عبارتوں سے ہمیں کوئی واسطہ نہیں۔

علم نحو میں کافیہ کے مسائل رضی کی شرح کے ساتھ اور الفیہ کے مسائل اشمونی کی شرح کے ساتھ بہت کافی ہیں۔ ہمارا مقصد مسائل کو سمجھنا اور ان کو یاد رکھنا ہے جس نے ان مسائل کو سمجھ کر یاد کر لیا وہ صحیح معنی میں نحوی کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ اب آسانی سے قرآن کریم کے معانی اور دواوین سنت کے مطالب کو صحیح طور پر سمجھ سکتا ہے۔

علم صرف اور علم نحو کے اسباق کے دوران میں متن لغت پر بھی طالب علم کی اچھی خاصی نظر ہو جائے گی اور وہ عربی الفاظ یعنی اسما و افعال اور حروف کے معنی سمجھنے لگے گا۔ اور صحیح پڑھنے صحیح لکھنے صحیح بولنے پر قادر ہو جائے گا۔

(۵) گزشتہ چار نمبروں میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اگر اس ترتیب سے طالب علم کی تعلیم ہو گی تو اب اس میں اس قدر استعداد پیدا ہو چکی ہو گی کہ وہ متن کافی " اور صبان " و خزرجیہ " کی مختصر نظموں سے علم عروض و قوافی با سانی سیکھ سکے اور خلیل کے مقرر کردہ نظام کے مطابق عربی شعر کی بحروں کو یاد کر سکے۔ علم عروض میں دس ارکان اور پانچ دوائر ہے جس قدر مستعمل اور غیر مستعمل بحریں استخراج کی گئی ہیں، نیز جتنے زحافات و علل ہیں ان کے لئے خلیل کا بتلایا ہوا نظام عجیب و غریب ہے تمام اسلامی شعراء نے تمام زبانوں میں خلیل ہی کے طریقہ کی پیروی کی ہے اس لئے علم عروض میں خلیل کے طریقہ کا جاننا ہر مسلمان عالم کے لئے سودمند اور مفید ہے اور اس کی تعلیم مدارس میں ضروری ہے۔

علم عروض وقافیہ میں "کافی" اگرچہ ایک آسان متن ہے لیکن اس میں پھر بھی ایک قسم کا انتشار ہے جس کو یاد کرنا ہر طالب علم کے لئے آسان نہ ہو گا۔ البتہ خزرجیہ اور منظومۃ الصبان کہ جس نے چالیس شعر یاد کر لئے وہ خلیل کے نظام کے مطابق علم عروض سے اچھی طرح واقف ہو جائے گا اور اس کو کبھی فراموش نہ کرے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۔ اب عربی شعر کے دیوانوں تک طالب علم کی رسائی آسان ہو جائے گی یہ دواوین عربی ادب کا قیمتی خزانہ ہیں اور اس موضوع پر ائمہ ادب کی بہت سی کتابیں ہیں ان کے مطالعہ کے لئے طالب علم کو ذرا زیادہ محنت اور کوشش سے کام لینا ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے کہ تعلیمی گھنٹوں میں اتنی گنجائش نہ نکل سکے کہ طالب علم ضروری کتب ادب کا مطالعہ کر سکے لیکن اگر طالب علم اپنے شوق اور محنت کو کام میں لائے گا تو ان میں سے کوئی چیز بھی اس سے نہ چھوٹے گی۔

عربی شعر و ادب کے یہ دیوان اس لئے ضروری ہیں کہ ان میں قرآن حکیم اور سنن نبی کریم کی زبان و شواہد کے علاوہ عرب کی تاریخ، عرب کا نظام زندگی سوشل اور اخلاقی حالات نیز عربوں کے علوم و فنون، غرضکہ سب ہی چیزیں موجود ہیں۔ اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ جزیرۂ عرب میں اسلام کا ظہور تاریخی شواذ میں سے نہیں ہے جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ کتاب الاغانی عرب کی فضیلت و علوم مرتبت کے بیان میں سب سے زیادہ اہم کتاب ہے

۷۔ اس کے بعد دواوین السنن اور احادیث ثابتہ کی کتابوں کا نمبر آتا ہے۔ طلباء کی جماعت جس نے گذشتہ نمبروں میں بیان کردہ ترتیب کے ساتھ تمام چیزیں حاصل کر لی ہوں تو اب ایک اچھا اور ہوشیار استاد موطا اور تجرید بخاری سے علم سنۃ کی تعلیم شروع کرائے۔ اس تعلیم کے لئے چند ماہ کی مدت اور تھوڑے سے اسباق کافی ہوں گے۔ ان اسباق کی تعلیم کے دوران مدرس کو چاہئے کہ وہ اپنے طالب علموں کو علم اصول حدیث کی وہ تمام اصطلاحات جو نخبہ یا نزہۃ میں بیان کی گئی ہیں۔ سکھا دے۔ نخبہ مختصر اور نہایت مفید ہے اور ابتدائیوں کے لئے بالکل کافی ہے۔

ان دو کتابوں کی تعلیم کے بعد ائمہ سنت کی صحاح ستہ اور امام طحاوی کی معانی الآثار طلبہ کو بطریق روایت پڑھائی جائیں۔ جہاں تک درایت کا تعلق ہے۔ درایت اب اس جماعت کو حاصل ہو چکی ہے۔ ہاں اگر استاد کچھ نئے افادات رکھتا ہو تو البتہ ان سے اپنے طلبہ کو محروم نہ کرے۔

انما الا ذکر من الرحمن محدث" (۵ : ۳۶)

۸۔ علم سنت کے بعد قرآن حکیم کے مطالب و معانی سمجھنے کی نوبت آتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کریم کی تعلیم کے سلسلہ میں استاد کو چاہیئے کہ

علوم قرآنیہ میں جو مختصر متون ہیں ان سے ابتداء کرے: مثلاً امام شاطبی کا لامیہ عقلیہ اور امام جزری کا الالفیۃ الطیبۃ۔ طلباء کی اس جماعت کو جو علوم عربیہ میں دستگاہِ کامل رکھتی ہو۔ استاد چند ماہ میں ان کتابوں کی تعلیم دے سکتا ہے اور ہر طالب علم آسانی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے۔ ان چیزوں کے بعد استاد قرآن کریم کے معانی شروع سے آخر تک اپنے طلباء کو بتلائے۔ معانی قرآن کی تعلیم میں اس امر کی زیادہ سے زیادہ کوشش کی جائے کہ طالب علم کو از روئے مصحف ہی معانی بتلائے جائیں یا زیادہ سے زیادہ جلالین اور بیضاوی سے امداد لی جا سکتی ہے کیونکہ ہماری اس جماعت میں اب کافی استعداد و صلاحیت اور علم کی اچھی خاصی قوت پیدا ہو چکی ہے۔ استاد کو چاہیئے کہ وہ ان طلباء کو قرآن فہمی میں آزادی کو کام میں لانے دے۔

معانی قرآن کریم کی بنیاد نظم قرآنی ہے نظم قرآن جن معانی پر دلالت رہبری کرتا ہے وہی ہمارے لئے اہمیت رکھتے ہیں ہمیں کسی کی رائے سے کوئی سروکار نہیں اور نہ اس سے کچھ بحث کہ کتب احادیث میں کیا وارد ہوا ہے خود نظم قرآنی کا افادہ ان سب سے بالا و برتر ہے اور اپنے ثبوت و وسعت کے لحاظ سے بھی نظم قرآنی کا درجہ کہیں زیادہ ہے۔ اسباب نزول جو بیان کئے جاتے ہیں اول تو ہر ایک کا ثبوت نہیں اور اگر ثبوت بھی ہو تو اس سے نہ تو نظم قرآن کی عمومیت میں خصوصیت پیدا ہوتی ہے اور نہ افادہ نظم کی وسعت کو ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔

۹۔ اس کے بعد علم عقائد، علم کلام، اور فلسفہ و منطق کا درجہ آتا ہے علم العقائد کی تعلیم امام طحاوی کی کتاب "بیان السنۃ" یا امام محمد عبدہ مفتی مصر کے رسالۃ التوحید سے دی جائے۔ علم کلام کے لئے "مواقف" سے بہتر کوئی کتاب نہیں۔ قدیم فلسفۂ الاھیات، کتاب "حکمۃ العین" سے پڑھایا جائے۔ اور منطق کے لئے کوئی مختصر سی کتاب یا "تہذیب" کافی ہوگی۔ یہ چاروں درس دو سال کی مدت میں سابقہ دروس کے ساتھ ساتھ ختم کرا دیئے جائیں۔

۱۰۔ اس کے بعد مذہبی فقہ کی تعلیم کسی مختصر متن سے دیجائے "تنویر الابصار" زیادہ مفید ہوگی۔ اور ایک کتاب اصول فقہ میں پڑھائی جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"توضیح" یا "المستصفی" میں سے ایک کتاب منتخب کی جاسکتی ہے۔ اس کے بعد ہدایہ اور "مجلۃ الاحکام العدلیہ فی الفقہ" درس میں آنا چاہئیں۔

۱۱۔ سیرت نبی کریم کے موضوع پر "زاد المعاد" سے بہتر کوئی کتاب نہیں اس میں سیرت کے علاوہ فقہی، اجتماعی اور سیاسی احکام بھی آنحضرت کی سیرت اور سنن ثابتہ سے استنباط کئے گئے ہیں۔ اگر طالب علم ان چیزوں کو پڑھ لے گا تو اس میں اجتہاد کی قوت اور استنباط مسائل کا ملکہ پیدا ہو جائے گا۔

قانون سازی کے فلسفہ اور اصول شرع کو سمجھنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی "حجۃ اللہ البالغہ" بہترین کتاب ہے درحقیقت اس کتاب کا موضوع اصول فقہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے، موجودہ زمانے کے اقتصادی اور مدنی قوانین کے مقابلہ میں شریعت اسلامیہ کی فضیلت کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

(۱۲) قرآن حکیم نے آداب اسلامی اور فرائض دین سے زیادہ تمام کائنات کا ذکر کیا ہے۔ نجوم و کواکب اور افلاک و سماوات سبھی کا بیان کتاب اللہ میں موجود ہے۔ اور جگہ جگہ ان تمام چیزوں پر تدبر و تفکر کی دعوت دی گئی ہے کتب تفاسیر، ستاروں کی دنیا کے تفصیل حال سے قاصر ہیں۔ اس لئے اسلامی علمی یونیورسٹی کو اپنے نصاب تعلیم میں قدیم و جدید ہیئت کا داخل کرنا ضروری ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ ایسے فلکیاتی اٹلس کا درس و مطالعہ بھی لازمی قرار دیا جائے، جو یورپ یا امریکہ میں صحت و صفائی کے ساتھ طبع کیا گیا ہو۔ فلکیاتی اٹلس میں ثوابت و سیارات اور نجوم و کواکب کی تمام تفصیل مل جاتی ہے۔ اس میں ہمارے اس نظام شمسی کے علاوہ ہزاروں دوسرے نظام شمسی اور لاکھوں ستارے دکھائے۔

اس لحاظ سے فلکیاتی اٹلس کا مطالعہ، ہر مسلمان عالم کا دینی اور علمی فرض ہے تاکہ قرآن کریم کی ان آیات کے معانی و مطالب کی زیادہ سے زیادہ وضاحت ہو سکے جن میں نجوم و سماوات کا ذکر آیا ہے۔

—— میرآلائی عبدالرحمن ایک ترکی عالم ریاضیات و فلکیات نے اس موضوع پر تین بڑی بڑی جلدوں میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام "المصاحبات الفلکیۃ"

www.KitaboSunnat.com
محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی الاجابات النقص آنفیتہ ہے۔ میں نے اس کتاب کو نہایت ذوق وشوق اور روحانی کیفیت وسرور کے ساتھ چند روز میں پڑھا ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کے مطالعہ میں کوئی بھی نہ اکتائے گا۔ جب جرمنی عالموں کو اس کتاب کا پتہ لگا تو انھوں نے اس کی خریداری کے لئے ہزاروں پونڈ کی رقم پیش کی لیکن مصنف کی غیرت مند فطرت نے یہ سودا گوارا نہیں کیا۔ وہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ان کی کتاب ترکی کے مطبعوں میں لاتینی حروف سے چھاپی جائے۔ ان کی خواہش یہی ہے کہ یہ کتاب اسلامی عربی حروف میں طبع ہو۔

میں مصنف کتاب سے انقرہ میں ان کے دفتر میں جا کر ملا ہوں۔ وہ مجھے اپنے گھر بھی لے گئے اور ہماری اس مجلس میں مصنف کی بیگم اور ان کی لڑکیوں نے بھی شرکت کی۔ مصنف نے اپنی کتاب میری طرف بڑھائی اور میں نے ان کے سامنے کتاب کا دیباچہ پڑھا جو مصنف نے وجود باری تعالیٰ اور اس کی وحدت کے اثبات پر ایک انوکھے ریاضی استدلال کے ساتھ لکھا ہے۔ مصنف کو یہ دیکھ کر بہت تعجب ہوا کہ میں نے ان کا یہ جدید ریاضی استدلال صحت کے ساتھ پڑھا اور ان کو زیادہ اس بات کی خوشی تھی کہ میں صرف پڑھ ہی نہیں رہا ہوں بلکہ اچھی طرح سمجھتا بھی جاتا ہوں۔ اور مجھے حیرت یہ تھی کہ میرے اور مؤلف کتاب کے مابین آیات کریمہ کے معانی اور علمی مسائل پر جو گفتگو ہوتی رہی اس میں ان کی بیوی اور لڑکیوں نے برابر شرکت کی۔

اگر مصنف نے ابھی تک اپنی کتاب طبع نہیں کرائی ہے تو میری دلی آرزو ہے کہ ان شاء اللہ اگر میری زندگی نے کچھ دن اور ساتھ دیا تو ایک روز اس کو میں چھپواؤں گا۔

ہیئت قدیمہ اگرچہ قرآن کریم کی تمامتر مخالف ہے لیکن اجرام فلکی کی حرکات کو ضبط کرنے میں اس کا نظام بہت ہی عجیب، بہت ہی خوب صورت اور بہت ہی دقیق ہے۔ ہیئت قدیمہ کے اس نظام کو فلاسفہ کے سب سے بڑے دماغ نے وضع کیا ہے۔ اور حکمائے اسلام کے بڑے بڑے دماغوں نے اس سے دھوکا کھایا ہے۔ فارابی، ابن سینا اور نصیر الدین طوسی سب ہی اس سے مرعوب ہوئے ہیں۔ چنانچہ کتب تفسیر نے بھی مطالب قرآنی کے بیان میں اسی نظام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیئت کی پیروی کی ہے۔

ان اسباب کی بناء پر، جامعہ اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں ہیئت قدیمہ کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ اور ہماری جامعہ کے طلبا کو قدیم نظام ہیئت سے لاپرواہی برتنا کسی حال میں ٹھیک نہیں۔

۱۳۔ علماء اسلام نے فلسفہ، تصوف اور ادب پر جو کچھ لکھا ہے، اور اسلامی عہد میں دنیا کے بزرگ ترین شعراء نے جو کچھ کہا ہے اس کا بہت بڑا ذخیرہ فارسی زبان میں ہے۔ اس لحاظ سے ضروری ہے کہ جامعہ اسلامیہ میں فارسی زبان کا درس بھی لازمی قرار پائے جو سعدی اور جامی کی زبان ہے حکماء و شعرائے اسلام کے علمی وفنی آثار کو داخل نصاب قرار دیا جائے یعنی مولانا روم کے دفاتر مثنوی، خاقانی، نظامی اور جامی کی کلیات بر ان اشعار کے آثار جو اس طبقہ میں شمار کئے جاتے ہیں، سب ہی پر ایک مسلمان عالم کی نظر پڑنا ضروری ہے۔

۱۴ اور اگر مجھے اختیار ہوتا تو عربی شعر و ادب کے درس کے ضمن میں یونان کے مشہور شاعر ہومر کی مشہور ترین نظم الیڈ (الیاذہ) کا عربی ترجمہ مع اس کے قیمتی مقدمہ کے داخل نصاب کرتا۔ عربی ادب میں الیاذہ کا ترجمہ ایک بہت ہی مفید اضافہ ہے۔ اور اس کا مطالعہ، عربی شعر و ادب کے منتہی کے لئے بہت سے علمی اور ادبی وجوہ کی بناء پر قریب قریب ضروری ہے۔

۱۵۔ اگر مجھے اختیار دیدیا جائے تو میں جامعہ کی اسلامی شاخ کے سلسلہ میں عہد عتیق (اولڈ ٹیسٹامنٹ) اور عہد جدید (نیو ٹیسٹامنٹ) کے علمی درس کا بھی اضافہ کر دوں۔ عہد عتیق اور عہد جدید کا درس علماء اسلام کے لئے ازبس ناگزیر ہے لہٰذا جامعہ اسلامیہ کا اس مضمون سے خالی رہنا اور ہمارے طلبہ کا اس طرف سے غفلت برتنا مناسب نہیں۔ قرآن کریم نے ہر دو عہد کے بہت سے قصص کا ذکر کیا ہے۔ اور بہت سی آیات میں تورات وانجیل کے بہت سے احکام بیان فرمائے گئے ہیں اور بہت سے ان قصص و احکام کی تردید و تغلیط کرتی ہیں جو عہد قدیم اور عہد جدید میں وارد ہوئے ہیں۔

"ان ھذا القرآن یقص علی بنی اسرائیل"

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اکثر الذی ھم فیہ یختلفون (النحل - ۷۶)

کیا علماء سلف نے تورات و انجیل میں بحث و تحقیق اور ردّ و استشہاد کو اپنا موضوع (SUBJECT) بنایا ہے۔ امام رازی نے اپنی تفسیر کبیر میں عہد عتیق و عہد جدید سے کئی چیزیں نقل کی ہیں اور ان کے بارے میں جو کچھ امام رازی نے کہا ہے اس میں کچھ باتیں اگر قابل قبول ہیں تو کچھ چیزیں قابل رد بھی ہیں اور امام رازی کا یہ طریقہ ہے کہ ان کے اعتراضات بہت قوی اور ان کے جوابات جو اپنی ہی طرف سے پیش کرتے ہیں بہت ضعیف ہوتے ہیں۔ امام قرافی نے اپنی کتاب "الاجوبۃ الفاخرۃ"

میں کتب عہدین سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ سب کا سب صحیح ہے۔ تورات و انجیل کی چھان بین کرنے والوں میں امام قرافی کا درجہ سب سے زیادہ بلند ہے۔ اسی موضوع پر امام آلوسی کی کتاب "القول الفسیح فی ما لفقہ عبد المسیح" بھی نہایت ہی نفیس اور مکمل کتاب ہے۔ امام رحمت اللہ ہندی کی کتاب "اظہار الحق" بھی ایک علمی اور مفید کتاب ہے۔ اس کتاب کے ذریعہ مصنف نے نصرانی مبلغین کو لاچار و لاجواب کر دیا ہے۔ منہاج السنۃ النبویۃ" بھی اسی سلسلہ کی ایک کتاب ہے جس میں اس موضوع پر کافی اہم مواد جمع کیا گیا ہے۔

اکثر علمائے اسلام تورات و انجیل میں نسخ و تحریف کا دعوی کرتے ہیں، حالانکہ اس دعوی کی ضرورت نہیں۔ اگرچہ کتب عہدین میں ایک نہیں، ہزار تحریفات کی گئی ہوں لیکن آج ہمارے لئے یہی چیز مفید ہے کہ ہم عہد قدیم و جدید کو اسی طرح قبول کرلیں جس طرح تمام تراجم کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں۔ ہم اس کو اس طرح تسلیم کریں کہ کتب عہدین ہمارے اور اہل کتاب کے مابین ایک مانا ہوا اور تسلیم شدہ مقدمہ ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ قرآن کریم کی فضیلت و بزرگی کس طرح کتب عہدین پر غالب آئی ہے۔

قرآن کریم تورات کی کئی جگہ ثناخوانی کرتا ہے۔ "ولقد آتینا موسی الکتاب من بعد ما اھلکنا القرون الاولی بصائر للناس وھدی ورحمۃ لعلھم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یتذکرون " (القصص ۴۳)

• قل فاتوا بکتاب من عند الله هو اهدی منهما اتبعه " (القصص ۴۹)

• وآتینا هما الکتاب المستبین وھدیناھما الصراط المستقیم " (الصافات ۱۱۷)

میں نے اپنی کتاب " یاجوج " میں عہد قدیم وجدید کا اجمالی بیان پیش کیا ہے اور بتلایا ہے کہ انجیل حضرت مسیح کی کتاب نہیں تھی بلکہ انجیل کی حقیقت وہ ہے جو سورۂ صف میں بیان کی گئی ہے " واذ قال عیسیٰ ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد " حضرت مسیح نے تورات کے سوا کسی کتاب کا ذکر نہیں کیا اور اگر ان کے پاس تورات کے علاوہ کوئی اور کتاب ہوتی تو اس کا ضرور ذکر کرتے۔

میری رائے میں ان . . . . اس لئے نہیں کہ اہل کتاب سے ہم مجادلہ کریں بلکہ اس لئے کہ قرآن کریم کی سیکڑوں آیات کے سمجھنے میں ہم کو مدد مل سکے۔

۱۶۔ مندرجہ بالا نمبروں میں جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ جامعہ اسلامیہ کے نصاب تعلیم میں صرف علوم اسلامیہ کے شعبے سے متعلق میرا تصور ہے باقی رہا جامعہ اسلامیہ کا علمی شعبہ تو اس کی بابت کسی طویل و عریض بیان کی ضرورت نہیں۔ صرف یہ کہنا کافی ہوگا کہ جامعہ اسلامیہ کے علمی شعبہ کا نظام تمام عالم متمدن کے ثانوی مدارس کے معیار کے مطابق ہونا چاہئے۔ اور طبعیات وریاضیات نیز دیگر معارف عمومیہ (POPULAR SCIENCES) کا نصاب ہماری جامعہ اسلامیہ میں مہذب دنیا کی درسگاہوں سے کم نہ ہونا چاہئے۔

جامعہ اسلامیہ عالمیہ اپنے اس نظام اور اس نصاب تعلیم کے ساتھ اسلامی دنیا کی ایک اہم ترین ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی ایسی باقاعدہ اور منظم درسگاہ نہیں ہے جہاں تمام اسلامی علوم کامل طریقے پر پڑھائے جاتے ہوں۔ اور جب یہ نہیں ہے تو علوم اسلامیہ میں ایک مسلمان کی انتہائی اور مکمل تعلیم کی امید سوائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہماری مطلوبہ اسلامی علمی یونیورسٹی کے کسی دوسری درسگاہ سے نہیں ہو سکتی۔

پوری اسلامی دنیا میں اپنے قسم کی واحد درسگاہ یہی جامعہ اسلامیہ علیہ ہو سکتی ہے۔ اس میں پڑھنے کے لئے فرزندان و دختران اسلام میں سے وہی لوگ لئے جا سکتے ہیں جو اپنی پوری زندگی اسلام اور اسلامی علوم کے لئے وقف کر سکتے ہوں سے باکمال بننے کے لئے یورپ و امریکہ میں بہت سی درسگاہیں موجود ہیں۔ اور جب اسلامی دنیا اپنے تعلیم کے دور سے گزر رہی ہے اس کو چاہئے کہ زندگی کے دوسرے ضروری علوم و فنون کو مہذب دنیا کی درسگاہوں سے حاصل کرے۔ بہت ممکن ہے کہ خدائے تعالیٰ مسلمان طلبا اور طالبات کو ایسی توفیق بخشے کہ وہ دنیائے تمدن سے ہر علم و فن کے خزانے حاصل کر سکیں اور کچھ دنوں کے بعد نہ صرف یہ کہ علوم و فنون میں مغربی ممالک کے برابر آ جائیں بلکہ کچھ اور آگے بڑھ کر قدم رکھ سکیں۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ عالم اسلام کا روشن مستقبل ہماری قریب ترین آرزو ہے۔ ؎

رہ علم است از سر کردہ پا باید دوید این جا کہ پا از سر نداند ہر کہ از خود پا کشید این جا

۔ ولا تیأسوا من روح اللہ۔ انہ لا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون" (۱۲ : ۸۷) یہ چیز ہے جو ارباب علم اور صاحبان بست و کشاد کی خدمت میں ایک مدت سے میں عرض کرنا چاہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بے خبر نہیں ہیں۔ بلکہ ان چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔

۲۰ ستمبر ۱۹۴۷ء (عربی سے ترجمہ عبدالخالق نقوی)

بیت الخلافت، بمبئی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر ذاکر حسین

اگر آپ اپنی قومی زندگی کی موجودہ پستی پر مطمئن ہیں تو میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ آپ کے مدرسے ہی کیا، آپ کا سارا تعلیمی نظام بالکل ٹھیک ہے، اس میں ذرا تبدیلی نہ کیجئے، یہ معاشرت میں تقلید، مذہب میں کورانہ رسمیت، سیاست میں محکومیت پسندی کے پیدا کرنے، علم میں ذوقِ تحقیق اور فنون میں ذوقِ تخلیق سے نوجوانوں کو بے بہرہ رکھنے، اور کمزور جسم، بے نور دماغ اور بے سوز دل پیدا کرنے کے نہایت کامیاب کارخانے ہیں۔

مسلمان ہونے کے یہ معنی نہیں کہ ایک خاص جماعت سے تعلق رکھتا ہے، اور اسی کے دنیاوی اور سیاسی مفاد کی دھن میں لگا رہتا ہے۔
مسلمان پر ساری دنیا کی ذمہ داریاں بھی ہیں، اپنے ملک کی ذمہ داریاں بھی ہیں۔ مسلمان ہونے کے معنی ہیں ذہنی زندگی کا ایک مرکز رکھنا، اقدار کا کوئی نظام ماننا، اخلاق کے کچھ معیار تسلیم کرنا، پست و بلند، خوب و زشت کے کچھ پیمانے برتنا، صالح انفرادی اور صالح اجتماعی زندگی کا کوئی نقشہ، فرد اور جماعت کے ربط کا کچھ تصور ذہن میں رکھنا.........
ایک ایسی دنیا جو نسل و وطن اور دولت کی تفریق سے انسانیت کے لئے جہنم بن گئی ہے، پھر ہم سے اس حقیقی عدل و مساوات کی فرمانروائی کا پیام سننے، اور اس کا عملی تجربہ دیکھنے کے لئے بیتاب ہے جو ہمارے نبی نے دنیا کو سنایا اور دکھایا تھا۔ کیا ملتِ اسلامیہ اس تقدیر، اس موقع اور اس فرض کو دو روٹیوں کے بدلے بیچ دے گی؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مولانا آزاد کمیٹی[1] کا مرتبہ نصاب

"نصاب مجوزہ برائے مدارس عربیہ و فارسیہ مرتبہ عربی و فارسی کمیٹی مقرر کردہ یو۔پی گورنمنٹ" کے نام سے (۲۰×۳۰)/۱۶ سائز کے ۱۰۵/۳۲ صفحات پر مشتمل یہ نصاب غالباً ۱۹۵۱ء کے آس پاس چھپ گیا تھا لیکن مولانا کی دوسری مصروفیات کے باعث یو۔پی گورنمنٹ کو مولانا کے سفارشی خط کے ساتھ بھیجا نہ جا سکا۔ اس لئے عمل درآمد کا کوئی سوال پیدا نہ ہوا۔ اس میں کل مدت تعلیم ۱۶ سال رکھی گئی تھی: درجہ اولیہ پانچ سال، درجہ ثانویہ تین سال، درجہ عالیہ (مولوی: ۳ سال، عالم: ۲ سال فاضل: ۲ سال — اور علامہ ۲ سال): ۱۰ سال

خصوصیت اس نصاب کی اگر کچھ تھی تو یہ کہ فلسفہ، ریاضیات اور اقتصادیات جیسے علوم کے ساتھ ایک ایک پرچہ اس علم کی مسلمانوں کے ہاتھوں پرورش کی تاریخ پر بھی مشتمل ہوتا تھا۔ یعنی فلسفۂ اسلامی، اسلامی ریاضیات، اسلامی سیاسیات، اور اسلامی اقتصادیات۔ اور جغرافیہ میں "جغرافیۂ عالم اسلام" کا ایک مزید پرچہ شامل ہوتا تھا۔ دوسرے یہ کہ — فاضل — کے درجہ میں فاضل عقلیات، فاضل دینیات، سنی/شیعہ، اور فاضل ادبیات، یہ ۳ اختیارات دیئے گئے تھے؛ اور علامہ کے درجہ میں تفسیر، حدیث، اور فقہ تین علوم کے اختیارات تھے۔

مجموعی حیثیت سے یہ اب تک کی ساری کوششوں میں سب سے زیادہ مفید، کارآمد اور اہم کوشش تھی۔

---

[1] سلیم صاحب نے اپنی گفتگو میں اس کا حوالہ دیا تھا۔ کمیٹی کا شائع کردہ نصاب کا ایک نسخہ حسنِ اتفاق سے مدرسہ عالیہ رام پور میں محفوظ رہ گیا۔ اسکے ضروری حصوں کی تلخیص پیش کی جا رہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عبدالسلام خان
سابق پرنسپل مدرسہ عالیہ رامپور

مدارس عربیہ کے نصاب کی اصلاح کے متعلق مولانا آزاد کا نقطہ نظر

اور

مدرسہ عالیہ رامپور کا مجوزہ نصاب

حضرت مولانا آزاد اپنے عہد کے عبقری تھے ان کی اعلیٰ تعلیم و تربیت خود قدرت کے ہاتھوں ہوئی تھی تاہم چونکہ ان کی ابتدائی اور متفرق جزوی اعلیٰ تعلیم قدیم مکاتب و مدارس کے روایتی نصاب کے مطابق ہوئی تھی علاوہ مدارس کے مروجہ قدیم نصاب کی پیداوار اور پرانے اساتذہ کے حلقۂ درس کے تربیت یافتہ اور قدیم فضلاء کے صحبت یافتہ تھے چنانچہ مدارس اور ان کے درسی مضامین سے ان کی دلچسپی فطری تھی اور برابر قائم رہی جو ملک کے دوسرے اہل فکر میں عموماً مفقود تھی اور آج تک ہے۔

انیسویں صدی کے ربع آخر سے کچھ پہلے سرسید مرحوم نے علوم جدیدہ کی تحصیل اور سائنس اور مذہب کی تطبیق کی جو آواز اٹھائی تھی اس سے ملک میں ہمہ گیر بیداری کی لہر پیدا ہو گئی تھی وقت کا ہر دانشمند اور دور اندیش اس سے متاثر تھا، مولانا جو رسمی اور روایتی مذہب سے بیزار سے ہو چکے تھے اور شک و ارتیاب کے شکار تھے[1] علی گڑھ تحریک سے کیسے متاثر نہ ہوتے، وہ متاثر ہوئے اور خوب خوب ہوئے، شک و ارتیاب کی دلدل سے سرسید کی تصانیف ہی نے ان کو نکالا اور طمانیت سے ہم کنار کیا۔ غالباً یہی زمانہ ہوگا کہ انھیں مدارس کے مروجہ نصاب اور طریق درس کی خامیاں نظر آنے لگیں اور ان کی اصلاح کے خیال کے ساتھ ہی "صحیح معنی میں "اسلامی یونیورسٹی" کا تصور ان کے ذہن میں جاگزیں ہو گیا۔ لیکن صحافتی اور پھر سیاسی مصروفیتوں نے انھیں موقع نہ دیا کہ وہ مروجہ نصاب اور روایتی طرز تعلیم پر نقد کرتے، ان کی خامیاں اجاگر کرتے اور ان کی اصلاح کے لیے اقدام کرتے[2] علاوہ ازیں اس

---

[1] "ابوالکلام" از عرش ملسیانی ص۱۰ [2] مولانا نے اپنے متعدد مضامین میں جو مدارس اسلامیہ عربیہ کے نصاب اور طرز تعلیم کی اصلاح کے متعلق لکھے ہیں ... کے مروجہ نصاب اور روایتی طریق درس کی خامیوں پر روشنی ڈالی ہے مسلمانوں کی درسگاہوں کی ... باقی صفحہ ۲ پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس سے انتساب کے باوجود مولانا کا نہ کسی مدرسے سے درسی تعلق رہا نہ اس کے اساتذہ یا ارباب اختیار سے کوئی علمی یا انتظامی رابطہ پھر مولانا اور اہل مدارس کا فکری بُعد اس پر ان کا اختلاط اور عوامیت سے گریز ایسے اسباب تھے کہ اگر مولانا مروجہ نصاب اور طرز تعلیم کی اصلاح کے لیے آواز اٹھاتے بھی تو بہالگا صدالصحرا ثابت ہوتی بلکہ قدیم مدارس کے تربیت یافتہ علما کی بدظنی میں اضافہ ہی ہوتا جو مولانا کی سیاسی مصلحتوں کے خلاف تھا۔

مولانا مسلمانوں کے لیے یونیورسٹی کے تو سخت حامی تھے لیکن ان کا اپنا مطمح نظر محض مسلم یونیورسٹی نہ تھی ان کا عقیدہ یہ تھا کہ اگر واقعی مسلمان ایک آزاد اور صحیح معنوں میں اسلامی یونیورسٹی بنا سکیں تو یہ ان کے تمام امراض کا نسخہ وحید ہے چنانچہ مولانا ایم اے او کالج کو اس کی اس وقت کی حالت کی بنا پر مسلمانوں کے امراض کا صحیح مداوا نہیں جانتے تھے اور شاید اس لیے کہ وہ دینیات کی اوپری پیوندکاری کو جیسا کہ ایم او کالج میں اس کو اسلامی بنانے کے لیے کی گئی تھی اور جس کو بعد میں یونیورسٹی میں برقرار رکھا گیا تھا، مسلمانوں اور اسلام کے لیے مفید نہیں سمجھتے تھے۔[1]

اسلامی یونیورسٹی کے متعلق مولانا کے تصور کو جاننے اور یہ اندازہ کرنے کے لیے کہ یہ تصور وقتی نہ تھا بلکہ بہت پہلے سے ان کے ذہن کے گوشوں میں پڑا ہوا تھا، عربی فارسی مدارس کے اصلاحی نصاب مرتب کرانے کے لیے کانگریس کے برسر اقتدار آتے ہی کمیٹی کی تشکیل تھی، جس کے صدر خود مولانا مرحوم تھے لیکن ۱۹۴۷ء کی تشکیل دی ہوئی کمیٹی کی کارکردگی کی تکمیل نہ ہو سکی۔ دوسری بار ۱۹۴۷ء کے بعد پھر ایک کمیٹی کی کارروائی کئی سال تک چلتی رہی، اپنی وزارتی مصروفیتوں کی بنا پر اگرچہ مولانا بذات خود اس کی کارروائیوں پر زیادہ توجہ نہ دے سکے تاہم آخر میں اس کی ایک نشست ان کی کوٹھی پر بھی ہوئی اور اس میں کمیٹی کے سب ہی ارکان شریک ہوئے، کمیٹی کی آخری روداد تیار ہو چکی تھی اور مدارس عربیہ کا تفصیلی نصاب مرتب ہو گیا تھا مگر چونکہ مولانا کو اسے اپنی تحریر کے ساتھ یوپی کی حکومت کو بھیجنا تھا لیکن اپنی متنوع مصروفیتوں کی وجہ سے مولانا اس کو حکومت یوپی کو نہ بھیج سکے۔ چنانچہ باوجود ۱۹۵۱ء تک لگ بھگ اس کے طبع ہو چکنے کے اس کا نفاذ نہ ہو سکا نہ پوری طرح اشاعت۔[2]

تعلیق ۱ سے آگے تاریخی خصوصیت اور وقتاً فوقتاً بدلتے اور اضافہ ہوتے مضامین درس کو بھی واضح کیا ہے یہ مضامین بریلی کے ماہنامہ "الفرقان" اور دہلی کے "برہان" میں شائع ہو چکے ہیں "برہان" میں مسلم ذہن کے ہمہ گیر جمود کی تعلیل کی بھی کوشش کی ہے فی الوقت ملاحظہ ہوں میرے مقالے مطبوعہ "عربی اسلامی مدارس کا نصاب نظام تعلیم" از ڈاکٹر عبیدالرحمن ۲۵-۴۷ ۔ ۱؎ "الہلال جلد ۲ مورخہ ۴ اگست ۱۹۱۱ء بحوالہ مقالہ ضیاء الدین انصاری "مولانا آزاد اور علی گڑھ" ۲؎ عربی اسلامی مدارس کا نصاب نظام تعلیم ص ۱۵۳-۱۵۴ ڈاکٹر عبدالعلیم مرحوم کی تقریر کا اقتباس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس عربیہ وفارسیہ کا یہ مجوزہ نصاب جو یقیناً مولانا کے ایما پر بلکہ غالباً ان کے دیے ہوئے اصلاحی خطوط پر بنایا گیا تھا شانزدہ سالہ تھا۔ یہ نصاب مرحلۂ ابتدائیہ اور عالیہ پر تقسیم ہے۔ مرحلۂ ابتدائیہ اوّلیہ اور ثانویہ پر مشتمل ہے۔ اولیہ کی مدتِ تعلیم پانچ سال اور ثانویہ کی تین سال ہے۔ مضامین کو لازمی اور اختیاری میں تقسیم کر کے ان میں کثرت پیدا کی گئی ہے، اس میں عربی، فارسی، اردو اور دینیات لازم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ مرحلۂ عالیہ، مولوی، عالم، فاضل اور علامہ پر مشتمل ہے۔ پہلے دو کی مدتِ تعلیم تین، تین سال اور آخری دو کی دو، دو سال ہے فاضل کے چار شعبے ہیں۔ فاضلِ دینیات، فاضلِ ادبیات، فاضلِ عقلیات، اور فاضل تاریخ اسلام، مرحلۂ تخصص یا علامہ میں علامۂ تفسیر، علامۂ حدیث اور علامۂ فقہ ہیں۔

ان درجات کے تفصیلی نصاب کا احاطہ یا اس پر مفصل تبصرہ تو مقالے کی حدود وسعت سے باہر ہے پھر بھی اس کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ عربی زبان اور اسلامیات کو اس نصاب میں مرکزی حیثیت دی گئی ہے اور درجۂ فاضل کے آخری تین شعبوں کو چھوڑ کر سب میں دینیات کو لازمی مضمون قرار دیا گیا ہے۔ تخصص کے تینوں شعبے تو خالص دینیات ہیں۔ ساتھ ساتھ کلیۂ فنون کے قریب قریب سب ہی مروجہ فنون گریجویشن کی حد تک شامل ہیں اور گنجائش ہے کہ فنون کے ساتھ علوم حکمی کو بھی فنون میں کمی کر کے شامل کر دیا جائے اور اس طرح مولانا مرحوم کا خواب صحیح معنیٰ میں اسلامی یونیورسٹی" خارجی حقیقت بن جائے لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ مجوزہ نصاب اپنی تمام تکمیلوں کے ساتھ عملی سے زیادہ نظری ہے۔ اس کے تمام مرحلے سب ہی مروجہ نصابوں کے مرحلوں سے بہت بھاری ہو گئے ہیں اور مجھے ایسا لگتا ہے کہ اس کا عملی نفاذ اساتذہ اور طلبہ دونوں کے لیے غیر معمولی مشکلات کا باعث ہوگا اور بغیر ترمیموں کے اس کی تکمیل ممکن نہ ہوگی۔ اس نصاب کی گرانی پر میری یادداشتوں میں جو غیر مطبوعہ ہیں خاصا تبصرہ ہے۔

مولانا کے نقطۂ نظر کی دوسری تعبیر مدرسہ عالیہ رامپور کا مجوزہ نصاب ہے۔ یہ نصاب چونکہ مولانا مرحوم کے بعد مرتب ہوا اس لیے اگرچہ ان کی نظر سے تو نہیں گزرا لیکن اس کے اصول ترتیب کو مولانا کی منظوری حاصل ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ مدرسہ عالیہ رام پور کی گرتی ہوئی حالت اور اس کے نصاب کی، زندگی سے ناآہنگی اور موجودہ حکمی عہد اور سائنسی دور میں اس کی اپنی مقصد تربیت و تسکین میں ناکامی کے پیشِ نظر میں اواخر ۱۹۵۲ء یا اوائل ۱۹۵۳ء میں حضرت مولانا کی خدمت میں باریاب ہوا اور مولانا کو مدرسے کی حالتِ زار کی طرف متوجہ کیا اور ان سے اس کی اصلاح کے لیے مناسب اقدام کی درخواست کی۔ مدرسے کی اصلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب کے متعلق اپنا نقطۂ نظر پیش کیا اور عرض کیا کہ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ دینیاتی عربی جو ہماری دینیاتی کتابوں اور ہمارے مروجہ فنون کی زبان ہے اس کو اور دینیات کو قدیم نصاب کے ایک خاص مرحلے تک لازم اور مرکز بنا کر ملک میں مروّج جدید نصاب سے اس کو جامعی مراحل تک اختیاری اور لازمی مضامین میں تقسیم کرکے ممزوج کر دیا جائے۔ یہ ایک طرح سے خود مولانا کی رائے کی ہی نمائندگی تھی۔ مولانا نے اس خیال کی تصویب کی اور نواب صاحب رامپور کے شدید اختلاف کے باوجود مجھے مدرسے کی پرنسپلی کے لیے نامزد فرما دیا

مدرسے کے لیے جدید مجوزہ نصاب کی ترتیب مولانا کی زندگی میں تو نہ ہو سکی۔ مولانا کے بعد میری ذاتی کوششوں سے ۷ مئی ۱۹۵۹ء کو حکومت یوپی نے مدرسے کے لیے ڈائرکٹر تعلیمات یوپی کی زیر صدارت ایک عارضی بورڈ کی تشکیل کر دی جس کا پہلا اجلاس ۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء کو ہوا جس میں ایک نصاب کمیٹی کی تشکیل کر دی گئی۔ نصاب سب کمیٹی نے نصاب مرتب کرکے ۱۵ مئی ۱۹۶۰ء کو صدر بورڈ کو پیش کر دیا لیکن یوپی گورنمنٹ کی طرف سے دو توسیعیں ملنے کے باوجود اس بورڈ کا دوسرا اجلاس نہیں بلایا گیا۔ بار بار کی یاد دہانیوں پر بورڈ کے صدر اور ڈائرکٹر تعلیمات نے ڈائرکٹر مسٹر چیک نے جھلا کر انسپکٹر مدارس عربیہ و فارسیہ سے جو بورڈ کے سکریٹری تھے، کہہ دیا کہ میں جو دردِ سر رہے مدرسے کو یونیورسٹی نہیں بنا سکتا درمیانی باتوں کو چھوڑ کر اتنا اور کہہ دوں کہ ۱۹۷۵ء میں یو۔ پی گورنمنٹ نے اس نصاب کو ثانوی مرحلے (انٹر) تک منظور کر لیا میں جولائی ۱۹۷۵ء میں ریٹائر ہو گیا اور مدرسے میں گورنمنٹ آرڈر دبا دیا گیا اور اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔

اس نصاب کی مدت تعلیم تخصص کے دو سال شامل کرکے اٹھارہ سال ہے۔ اس نصاب کے تحت مدرسے کے مختلف شعبوں کو ختم کرکے ایک مسلسل وحدت کی صورت میں ابتدائی، وسطانی اور عالی تین تو دبکار آمد مرحلوں میں تقسیم کیا گیا ہے، لازم اور اختیاری میں تقسیم کرکے مضامین میں کثرت پیدا کی گئی ہے، اس کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مفید بنانے کی کوشش کی گئی ہے اور مدرسے کی تاریخی خصوصیت کو بھی باقی رکھا گیا ہے۔ عربی اور اسلامیات میں مدرسے کی قدیم درسیات کو اس نصاب کی بنیاد بنایا گیا ہے۔ مجوزہ نصاب کی مرحلے وار تقسیم یہ ہے۔

● مرحلہ ابتدائی ۵ سال ● مرحلہ وسطانی ۳ سال ● مرحلہ عالی ۸ سال۔

یہ مرحلہ پانچ موقوفوں پر حاوی ہے ● لائق ۲ سال ● مولوی ۲ سال ● عالم ۲ سال، ● فاضل ۲ سال۔ تخصص (علامۂ تفسیر، علامۂ حدیث اور علامۂ فقہ) ۲ سال۔

اس نصاب میں بھی فنون کے ساتھ علوم حکمی کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نصاب برائے مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور

مدرسہ عالیہ: مدرسہ عالیہ رامپور جس کا بقول مرتبین سرراد ھاکرشنا یونیورسٹی ایجوکیشن کمیشن رپورٹ غیر منقسم ہندستان کی ۱۸۵۷ء سے قبل کی یونیورسٹیوں میں شمار ہے۔ ۱۷۷۴ء میں بعہد نواب فیض اللہ خاں قائم ہوا۔ اپنے زمانۂ قیام سے اب تک یہ مدرسہ ہند اور بیرون ہند کی جو تعلیمی خدمات انجام دیتا رہا ہے اور اطراف وجوانب کے ایشیائی ممالک اور ہندستان میں جس ثقافتی داد وستد کا ذریعہ بنا رہا ہے اس نے رامپور کی چھوٹی سی ریاست کو افریشیائی ممالک میں خاصی شہرت اور اہمیت کا مالک بنا دیا ہے۔ چنانچہ سابق ریاست بھی انضمام کے وقت مدرسہ کی اس اہمیت سے صرف نظر نہ کرسکی اور اس کو رامپور کی زندگی کا تعلیمی طرہ امتیاز قرار دیتے ہوئے اس کی بقا کے لیے معاہدہ انضمام میں ایک خصوصی دفعہ رکھی۔ خود حکومت ہند بھی افریشیائی روابط کا ایک اہم حلقہ ہونے کی وجہ سے ہی غالباً اپنی سرکاری ڈائرکٹری میں اس کا تذکرہ ضروری سمجھتی رہی ہے۔ مدرسے کی ان ہی اہمیتوں کے پیش نظر غالباً اترپردیش کی حکومت نے بھی اس کو نہ صرف قائم رکھنے کا فیصلہ کیا بلکہ اس کے لیے ایک بورڈ آف اسٹڈیز بنا کر اس کو ترقی دینے کی طرف بھی ایک اہم قدم اٹھایا ہے۔

نصاب سب کمیٹی: اس بورڈ نے اپنے اجلاس منعقدہ ۷ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں اس کے نصاب کا مسودہ مرتب کرنے کے لیے جو سب کمیٹی بنائی تھی اس نے مدرسے کی تاریخی اہمیتوں ماضی کی شاندار روایتوں اور مستقبل کی متوقع ترقیوں کے پیش نظر اس کے شایان شان ایک نصاب تجویز کیا ہے جو کہ بروئے کار آگیا تو غالباً برعظیم ہندستان کا یہ سب سے قدیم تعلیمی ادارہ آزاد بھارت کی قومی حکومت کے تحت نہ صرف یہ کہ قدیم مشرقی علوم کا سب سے بڑا مرکزی ادارہ ہوگا بلکہ ہند وپاک مشرقی مراکز تعلیم کے لیے قابل تقلید نمونہ بھی ہوگا۔ اور اس طرح مشرقیات کی تاریخ تعلیم میں ایک اہم موڑ ثابت ہوگا۔

مدرسے کے موجودہ شعبے: مدرسہ عالیہ رامپور نام ہے چار شعبوں کے مجموعے کا۔ شعبۂ نظامی، شعبہ درجات تحتانیہ: ابتدائی ووسطانیہ، شعبۂ غوثیہ، شعبۂ درجات الٰہ آباد بورڈ برائے امتحانات عربی وفارسی۔

شعبۂ نظامی میں دہ سالہ وحالی درس نظامی مروج ہے۔ اس میں داخلہ کے لیے اُردو وفارسی کی کافی استعداد اور نوشت وخواند کی پختہ لیاقت ضروری سمجھی جاتی رہی ہے۔ چنانچہ مدرسے کے تحتانی درجات میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس طرح اعلیٰ فارسی کی تعلیم کے لیے ضروری تھے۔ اسی طرح شعبہ نظامی کے لیے بھی موقوف علیہ سمجھے جاتے تھے۔ اس طرح گویا درس نظامی سے فراغت کے لیے کم از کم ۱۵، ۱۶ سال درکار تھے، اور ہیں گو حالات کے تحت درس نظامی کے لیے اب ابتدائی تعلیم کی ضرورت پر اصرار نہیں کیا جا رہا ہے۔

مدرسہ کا شعبۂ تحتانیہ اصلاً سات اور منشی سال اول کو شامل کر کے آٹھ درجات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مستقل نصاب کا معیار اواخر عہد ریاست میں ہی ضروری حذف و اثبات سے مروجہ اسکولوں کے ساتویں درجے کے مساوی قرار دے دیا گیا تھا۔ اس طرح اس سے نکلنے والے طلبا جہاں مروجہ اسکولوں کے آٹھویں درجہ میں داخلہ لے سکتے تھے وہاں الٰہ آباد بورڈ کے منشی کے لیے بھی طلبا مہیا کرتے تھے اور درس نظامی کے شائق شعبۂ نظامی میں داخلہ بھی لے سکتے تھے۔

شعبۂ غوثیہ چھ درجوں کا مجموعہ ہے۔ اصلاً یہ قرآن مجید کے حفظ و ناظرہ کا مکتب ہے۔ جس میں قرأت اور اردو، ہندی، حساب وغیرہ ضروری مضامین کا ریاست کے عہد میں ہی اضافہ ہو چکا تھا۔

شعبۂ درجات امتحانات عربی و فارسی اترپردیش منشی، کامل، عالم، فاضل ادب چار درجات کا مجموعہ ہے۔ ہر درجہ کا درس دو سالہ ہے۔ اس کا نصاب اترپردیش کا بورڈ آف عربک اینڈ پرشین اگزامینشن طے کرتا ہے اور اسی کے تحت ان کے امتحانات ہوتے ہیں۔

مجوزہ نصاب: پیش نظر مجوزہ نصاب مدرسہ عالیہ کے سابق تین شعبوں کو حاوی ہے۔ آخری اور چوتھے شعبے کا نصاب خارج از بحث ہے۔ اس نصاب میں شعبوں کے اختلاف اور تعدد کو ختم کر کے ایک مسلسل وحدت کو متعدد تدریجی و خود بکار آمد مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ لازم اور اختیاری میں تقسیم کر کے مضامین میں کثرت بھی پیدا کی ہے اور نصاب کو زندگی کے مختلف شعبوں میں مفید بھی بنا دیا گیا ہے۔ یوں تو اس تجویز نصاب میں قدیم مشرقی اور مروجہ جدید مکاتب، مدارس اور کلیات کے متعدد نصاب سامنے رکھے گئے ہیں اور ان سے حتی الامکان فائدہ اٹھانے کی کوشش کی گئی ہے۔ لیکن کافی غور و فکر کے بعد یوپی گورنمنٹ کی مقرر کردہ عربی و فارسی کمیٹی کے مجوزہ نصاب کو صرف اس ترمیم کے ساتھ کہ اس کے دو سہ سالہ مراحل کو تین دو سالہ مراحل بنا کر اس نصاب کے مراحل کی اساس قرار دے دیا گیا ہے۔ تعین مضامین اور ان کے لازم و اختیاری میں تقسیم اور تشخیص کتب میں بھی اس نصاب سے استفادہ کیا گیا ہے۔ آٹھویں درجہ تک کے نصاب میں یوپی کے درجات ابتدائی مدارس عربی و فارسی کے سرکاری نصاب تعلیم نے بھی کافی رہنمائی کی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یوپی عربک اینڈ پرشین اگزامینیشن بورڈ کے درجات عربی کے نصاب سے بھی فائدہ اٹھایا گیا ہے تاہم عربیات کے قدیم درس میں کافی غور وخوض کے بعد مدرسہ عالیہ کے مروج نصاب کو بنیاد بنالیا گیا ہے۔ اور بعض جزوی حذف و اثبات سے نصاب کے موجودہ خاکے میں اس کو کھپانے کی کوشش کی گئی ہے نئے مروجہ مضامین اور ان کے معیار میں یوپی کے بیسک، جونیر، ہائر سکنڈری مدارس اور جامعی و بعد الجامعی درجوں میں آگرہ یونیورسٹی کے نصابوں کو اساس بنالیا گیا ہے۔ مدرسے کی روایات اور ضرورت کے پیش نظر محض بعض مضامین کا حذف اور بعض کا اضافہ کردیا گیا ہے۔ اختیاری اور لازمی کی تقسیم اور ان کی تعیین سے نصاب کو متنوع المقاصد بنانے کے ساتھ ساتھ مدرسے کے تاریخی مطمح نظر سے ہم آہنگ کیا گیا ہے۔

درجات غوثیہ: مدرسے کے قدیم شعبۂ غوثیہ کو مجوزہ نصاب میں بنیادی مکتب کی حیثیت دے کر مدرسے کے وحدانی سلسلہ کا ابتدائی مرحلہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کی روایتی تعلیم ناظرہ خوانی اس کے نصاب دینیات کا جزء ہے اور حفظ تین مضامین کا بدل بنا کر اس کے عام نصاب میں مدغم کردیا گیا ہے۔ زبان (اردو، ہندی) ریاضی اور ورزش جسمانی اس مرحلے کے ضروری مضامین ہیں اور چونکہ مروجہ جونیر اسکولوں میں داخلہ کا امتحان ان ہی مضامین میں ہوتا ہے اس لیے اس مرحلۂ تعلیم سے نکلنے والے طلبا جہاں مدرسہ کے وسطانی درجات میں داخلہ لے سکیں گے وہاں عام جونیر کلاسز میں بھی جاسکیں گے۔ اس کے ابتدائی تین سالوں میں اُردو ہے اور آخری دو سالوں میں فارسی جس کے تفصیلی نصاب میں یہ شرط ہوگی کہ فارسی کے مفردات اور فقروں میں وہی الفاظ انتخاب کیے جائیں جو اُردو میں مستعمل ہوں اور قواعد میں اضافی اور توصیفی ترکیبوں پر ہی زور دیا جائے۔ فارسی کا درس بحیثیت خود اُردو کا ہی تکملہ ہے۔ ساتھ ہی آئندہ درجات کی فارسی کے لیے معاون بھی! اس طرح ایک معنی میں اردو کا درس پنج سالہ ہوجائے گا۔ مزید برآں دینیات کا نصاب بھی اُردو کتابوں میں مستعمل ہے اور آئندہ درجات میں بھی اردو اور فارسی یا عربی درس ہے اس لیے بطور لازم اردو کی تعلیم پر مزید زور دیتے رہنا زیادہ مفید نہیں سمجھا گیا۔ مروجہ بیسک مکاتب میں حرفت کی تعلیم لازم ہے۔ مجوزہ نصاب میں "سررشتہ تعلیم اتر پردیش" کے نصاب تعلیم برائے درجات ابتدائی مدارس عربی وفارسی کے تتبع میں اس مضمون کو نظر انداز کردیا گیا ہے اور دینیات نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اس طرح مروجہ بنیادی مکاتب کے مضامین میں عدداً بھی زیر نظر نصاب کے برابر ہیں۔

درجات وسطانیہ: مدرسہ کا شعبہ درجات وسطانیہ جو اصلاً فارسی کی اعلیٰ تعلیم اور عربی کے درس کے لیے مدارج کا کام دیتا تھا اور پھر اس کے مستقل نصاب میں ترمیمیں کر کے اس کورس کو جونیر کلاسز کے معیار تک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی، مجوزہ نصاب میں اس کو پوری تعلیم کا وسطانی مرحلہ بنایا گیا ہے۔ عربی اور دینیات تو اس میں لازم مضمون کی حیثیت سے رہیں ہی لیکن فارسی کو اختیاری قرار دے کر فارسی کی اعلیٰ تعلیم یا درجات وکامل الہ آباد بورڈ کے لیے اس کی سابقہ حیثیت کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔ عربی لازم ہونے کی حیثیت سے اعلیٰ عربی کی تعلیم کے لیے مدارج کا کام دیں گے ساتھ ساتھ یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ یہ مرحلہ بحیثیت خود مکمل ہو ساتھ ساتھ اس سے نکلنے والے طلبا حسب سابق مروجہ ہائر سیکنڈری اسکولوں میں داخل ہو سکیں۔ اس میں جتنی عربی اور دینیات ہے کوشش کی گئی ہے کہ وہ اپنی جگہ بطور خود زندگی میں مفید و بکار آمد ہے۔ تمام جونیر کلاسز کے مضامین کے ساتھ یہ تعداد میں مطابق ہیں۔ اتر پردیش کے مدارس میں عربی و فارسی کے درجات ابتدائی کے سرکاری نصاب کی تقلید میں صرف حرفت کو لازم مضامین کی فہرست سے نکال دیا گیا ہے۔ ورنہ اس کے مضامین ان کے مضامین کے ساتھ لازم و اختیاری دونوں قسموں میں یکساں ہیں۔ مدرسے کی روایات اور اس میں برابر پڑھائے جاتے رہنے والے مضامین کا لحاظ کر کے جونیر کلاسز کے بعض اختیاری مضامین کو مجوزہ نصاب کی فہرست سے خارج کر دیا گیا ہے اور اختیاری مضامین کے سلسلہ میں قرأت کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ حرفت کے ذیل میں خطاطی کا جو مدرسے کا ہمیشہ سے اختیاری مضمون رہا ہے اور نقاشی کا جو خطاطی کے متعلقات سے ہے اور ابھی تک رام پور میں قدیم روایات کے ساتھ اس کو جاننے والے موجود ہیں، اضافہ کر دیا گیا ہے۔ صحافی یا جلد بندی جو جونیر کلاسز کا ایک حرفہ ہے مدرسے کا ہمیشہ سے پیشہ ورانہ مضمون درس رہا ہے اس لیے مدرسہ عالیہ کے زاویہ نظر سے یہ تینوں پیشہ ورانہ مضمون خاص اہمیت رکھتے ہیں۔

درجات عالیہ: شعبۂ نظامی جو فی الحال دو سالہ نصاب پر مشتمل ہے، اس کا عام درس ہشت سالہ کر دیا گیا ہے اور دو سال تخصص کے لیے رکھ دیے گئے ہیں اور اس طرح دس سال پورے کر کے اس کو مستقل مرحلوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔

لائق کو میٹرک سے ہم آہنگ بنانے کی کوشش کی ہے۔ صرف ایک استثنا ہے کہ میٹرک میں ریاضی لازم ہے۔ لائق میں اس کو طلبا کے رجحانات کا لحاظ کرتے ہوئے اختیاری بنا دیا گیا ہے جیسا کہ ۱۹۵۷ء کے الہ آباد ہائر سکنڈری اور انٹرمیڈیٹ بورڈ کے سلیبس میں سے لیا گیا تھا، اس کے لازم مضامین کی دینیات جو عربی کتب کے ذریعہ سے پڑھائی جائے گی اور عربی ادب، جو ہمارے مدرسے کی تاریخی خصوصیت کی حیثیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مجموعی عربی مضمون ہی ہیں ان کو لازم قرار دینا گویا میٹرک کے نصاب کے اختیاری مضمون عربی کو بذیل قدیم زبان لازم قرار دینا ہے۔ دوسرا لازم مضمون ریاضی ہے۔ ریاضی جو عام صورت میں اختیاری ہے سائنس لینے والوں کے لیے اس کو لازم کر دیا گیا ہے۔ اس کے مضامین اختیاری کی فہرست میں طب کا اضافہ مدرسہ کو زمانۂ ماضی کے ایک اختیاری مضمون کا اسی حیثیت میں احیاء ہے۔ مزید برآں طب کی ایک حیثیت پیشہ ورانہ بھی ہے جو عربی کے طلبا کا ہمیشہ سے ترجیحی پیشہ رہا ہے۔ حرفہ کے ذیل میں خطاطی اور نقاشی کا بوجوہ مذکورۃ الصدر اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ نصاب مضامین کی تعداد، معیار اور مقاصد سب کے اعتبار سے میٹرک سے مطابق ہو گیا۔ پرانے درسیات میں سے منطق و فلسفہ، معانی و بیان، اور اصول فقہ کو اس مرحلے کے نصاب میں اس لیے شامل نہیں کیا گیا ہے کہ یہ مضامین اس مرحلے کی حد تک مفید نہیں ہوتے۔

مولوی کو انٹرمیڈیٹ سے تطبیق دی گئی ہے۔ دینیات اور عربی ادب کا لزوم اگر ان کو مجموعی طور پر عربی ہی سمجھا جائے تو انٹرمیڈیٹ کی قدیم زبان: عربی اختیاری کا ہی لزوم ہے۔ منطق بھی انٹر کا اختیاری مضمون ہے۔ مجوزہ نصاب میں اس کو فلسفہ کے ساتھ ملا کر لازم کر دیا گیا ہے۔ مضامین اختیاری کی فہرست میں طب کا اور بذیل حرفہ خطاطی اور نقاشی کا اضافہ ہے۔ انٹر کے بعض اختیاری مضامین کو روایات مدرسہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے خارج کر دیا گیا ہے۔ جہاں تک مقاصد، تعداد، معیار مضامین کا تعلق ہے انٹر کے بالکل مطابق ہے۔ قدیم درسیات میں سے اصول فقہ کی اس مرحلہ میں بھی ضرورت نہیں سمجھی گئی ہے۔ معانی بیان اور بدیع کو متعارف کر دیا گیا ہے۔

عالم بی اے کا مقابل ہے۔ اس میں دینیات کا لزوم گویا محض بی اے کے اختیاری مضمون عربی کا ضروری قرار دینا ہے۔ مدرسے کی ضرورتوں اور روایتوں کے پیش نظر مجوزہ نصاب میں منطق و فلسفہ کا بہ سہ مضامین میں لازم ہونا بھی بی اے کے اختیاری مضمون فلسفے کو لازم بنانے سے زیادہ نہیں۔ اس مرحلے سے عربی ادب کو لازم سے اختیاری کر دیا گیا ہے۔ اس لیے کہ عربی میں استعداد بہم پہنچانے کے لیے نیز آئندہ عربی ادب کو اختیار کر لینے کے لیے اور اس میں مزید مہارت و تخصص حاصل کرنے کے لیے جس حد تک عربی کی ادبی استعداد ضروری ہے پہلے مراحل میں اس کا لحاظ رکھ لیا گیا ہے۔ اب اس کی حیثیت حسب ضرورت و مذاق اختیاری ہے طب کو بھی اس مرحلے کے اختیاری مضمون کی فہرست سے نکال دیا گیا کیوں کہ سابقہ دو مرحلوں کی طبی تعلیم کے بعد فن میں خصوصی مہارت حاصل کرنے کے لیے طبی جامعوں کے آخری درجات ہی ضروری ہیں۔ بی اے کے اختیاری مضامین کی فہرست سے مجوزہ نصاب میں مضامین لیے گئے ہیں ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدرسے کی روایات اور تاریخ کا لحاظ رکھا گیا ہے اور تعداد مضامین اور ان کے معیار و افادیت میں مجوزہ نصاب کو بی اے کے برابر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

فاضل کا درجہ موجودہ یونیورسٹیوں کے معیار سے ایم اے کا درجہ سمجھنا چاہیے۔ سابقہ مراحل میں درسیات عربی کی عام تعلیم ختم کر دی گئی ہے اس مرحلہ کا مقصد طلبا کے ذوقوں اور ضرورتوں کے پیش نظر مختلف فنون کی حسب پسند تکمیل ہے اس طرح اختیاری حیثیت میں مدرسے کے زیر درس فنون میں سے قریب قریب ہر فن کی تعلیم پہلے کی نسبت سے بدرجہا زائد مکمل صورت میں شامل کر دی گئی ہے۔ اس مرحلے پر قدیم درسیات کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

علامہ یا تخصص کے لیے دو سال مزید ہیں تاکہ طلبا اگر چاہیں تو مدرسے کی علمی فضا میں ہندستان کے عربی، فارسی اردو کے سب سے بڑے خزانے رضا پبلک لائبریری سے فائدہ اٹھا کر قابل اساتذہ کی نگرانی میں کسی خاص موضوع پر محققانہ نظر پیدا کر سکیں اور اپنے تحقیقی نتائج سے ارباب علم کو فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔ اس کے تحت جو موضوعات مقرر کیے گئے ہیں وہ متعلقہ فن کے اہم موضوعات ہیں۔ لیکن تحقیق کا میدان انھیں پر محدود نہیں ہے۔

مجوزہ نصاب کے درس قدیم کی نوعیت: مجوزہ نصاب کے درس قدیم کا جہاں تک تعلق ہے تو اصولاً یہ نظامی درس سے اور بالعموم اسی کی مروجہ درسی کتابوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ قدیم مدارس کے اعتبار سے اگر کہیں کہیں غیر مروج کتابوں کو شامل کیا گیا ہے تو مقصد تسہیل یا اختصار یا فن کا زیادہ بہتر طور پر احاطہ ہے۔ چنانچہ مجوزہ نصاب میں درجہ علامہ سے قطع نظر کر کے بطور لزوم و اختیار درسیات قدیم اور ان سے متعلق کل تقریباً ۱۸ کتابیں ہیں۔ ان میں سے تقریباً ۵۰ کتابیں بطور اختیار یا بدل ہیں۔ ان میں سے فاضل کے چار متبادل شعبوں میں تقریباً ۱۰ کی اوسط سے ہر ایک کے لیے لازم ہی رہیں گی اختیاری طب کی تین اور اختیاری ادب کی ۵ کتابیں ذوق و ضرورت پر منحصر ہیں۔ اس طرح قریب قریب ۴۳ کتابیں ہر فارغ التحصیل کے لیے لازم و ضروری ہیں۔

مدرسہ عالیہ کا مروج نصاب چھوٹی بڑی تخمیناً ۴۸ کتابوں پر مشتمل ہے ان میں سے مجوزہ نصاب میں ۲۸ کے قریب آگئی ہیں بقیہ میں سے قریب قریب دس کتابوں کے بدل کچھ قدیم اور کچھ جدید ۸ کتابوں کی صورت میں آگئے ہیں۔ حضرت ملا صاحب کے مرتب کیے ہوئے قدیم نظامی درس میں شامل کتابوں کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعداد حساب، ہندسہ اور ہیئت کو شامل کرکے ۴۸ اور خارج کرکے ۳۳ ہے۔ ان ۳۳ میں سے مجوزہ نصاب میں ۱۵ کتابیں شامل ہیں اور ۱۱ کے بدل مگر مروج اور بعض غیر مروج کتابوں کی شکل میں موجود ہیں جہاں تک کتابوں کی مجموعہ بندی، ترتیب اور اختیار کا سوال ہے نظامی درس کے اصول کا ہی بشدت لحاظ رکھا گیا ہے۔

بتقاضائے حالات فرق صرف اتنا ہے کہ مجوزہ درس وحدانی ہے۔ اور موجودہ درس کو خود مکتفی مراحل میں تقسیم کر دیا گیا ہے اور اس تجدید کے تحت ایسی کتابوں کو یا مضامین کو جن کو ایک خاص مرحلے میں بحیثیت خود مفید نہیں سمجھا گیا ہے حذف کر دیا گیا ہے اور ایسی کتابوں کے بجائے ان کے زیادہ سہل یا زیادہ حاوی بدل شامل کر دیے گئے ہیں۔

نظامی درس کی تعلیمی خصوصیات: نظامی درس کا انداز تعلیم بھی جدید مدارس کے انداز تعلیم سے جدا ہوتا ہے: کتاب کا حل، مسائل کی تحقیق و تنقیح استیعاب، آموختہ مسائل و مباحث پر نظر، اور یہ امور وقت چاہتے ہیں۔ مجوزہ نصاب کے تمام مضامین کے نظام الاوقات مرتب کرا کر ان کا اچھی طرح جائزہ لے لیا گیا ہے۔ چنانچہ غیر عربی درسیات کے لیے پورے ساڑھے پانچ گھنٹوں میں سے جن میں ۳۰ منٹ راحت کے شامل ہیں۔ اتنا وقت مل جاتا ہے کہ مشمولہ کتابوں کی ان کے قدیم انداز سے تعلیم ہو سکے اور نصاب تجویز کرتے وقت عربی درسیات کے اساتذہ سے توقع کی گئی ہے کہ وہ قدیم انداز تعلیم ہی اختیار کریں گے۔

مجوزہ نصاب کی مدت تعلیم: بظاہر مجوزہ نصاب کی مدت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ابتدائی پنج سالہ تعلیم کو جو عنقریب ہی لازم ہونے والی ہے اگر خارج کر دیا جائے تو تخصص کو الگ کرکے پورا درس گیارہ سال کا ہے جس میں مروج مضامین کے ساتھ ساتھ قدیم فنون کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اور موجودہ مدت درس پر جو دہ سالہ ہے صرف ایک سال بڑھ جاتا ہے۔ جو دیگر مضامین کو دیکھتے ہوئے قابل لحاظ نہیں اور فی نفسہ بھی یہ مدت تعلیم زائد نہیں بلکہ ملک میں مروج جامعی اور بعد الجامعی تعلیم کی مدت سے مطابق ہے۔

نوٹ:۔ آئندہ صفحات میں پہلے کالم پر مدرسہ کا مجوزہ نصاب مضامین ہے اور دوسرے کالم پر مقابلے کی سہولت کے لیے یوپی کے جدید اسکولوں اور کالجوں کے مضامین کا نصاب ہے۔

مجوزہ نصاب (مدت تعلیم و مضامین نصاب) "مراحلۂ ابتدائیہ"

۱۔ مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور کے ابتدائی مرحلہ کی مدت تعلیم آٹھ سال ہوگی۔

۲۔ یہ ہشت سالہ مدت تعلیم دو موقفوں پر تقسیم ہوگی: غوثیہ پانچ سال۔ درجات وسطانیہ تین سال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- غوثیہ میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم ہوگی۔	نصاب بیسک مکاتب ۱۹۵۴ء
(ا) لازم مضامین	۱- حرفہ (ابتدائی کھیتی و باغبانی مع متعلقات۔ کتائی اور دستکاری مع متعلقات)
۱- اردو مع ہندی (اردو ابتدائی تین سالوں میں اور ہندی آخری تین سالوں میں)۔	۲- زبان (ہندی اور کوئی مادری زبان اگر مادری زبان ہندی نہ ہو)
۲- ریاضی (حساب)	۳- حساب۔
۳- ورزش جسمانی۔	۴- معاشرتی علوم (تاریخ، جغرافیہ، بلدیات)
(ب) اختیاری مضامین (کوئی تین)	۵- زراعت اور عام سائنس۔
۱- حفظ قرآن (تین مضامین کے برابر)	۶- ورزش جسمانی۔
۲- دینیات۔	
۳- ابتدائی فارسی (صرف دو سالوں میں)	
۴- معاشرتی علوم (تاریخ، جغرافیہ، بلدیات)	
۵- عام سائنس۔	

۴- درجات وسطانیہ میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم ہوگی	نصاب جونیر ہائی اسکول درجات ۶-۸ سنہ ۱۹۵۴ء
(ا) لازم مضامین	لازم
۱- عربی و دینیات (مخلوط)	۱- حرفہ (زراعت یا نجاری یا صحافی — یا دباغی یا ...)
۲- ہندی مع سنسکرت۔	۲- ہندی مع سنسکرت۔
۳- ریاضی (حساب ہندسہ جبر و مقابلہ)	۳- ریاضی (حساب ہندسہ جبر و مقابلہ)
۴- عام سائنس۔	۴- معاشرتی علوم۔
۵- معاشرتی علوم (تاریخ، جغرافیہ، بلدیات)	۵- عام سائنس۔
۶- ورزش جسمانی۔	۶- ورزش جسمانی۔
(ب) اختیاری مضامین (کوئی دو)	اختیاری (کوئی دو)
۱- فارسی۔	۱- انگریزی۔
۲- قرأت۔	

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳- حفظ صحت۔

۴- مبادی تجارت۔

۵- حرفہ (خطاطی، نقاشی، صحافی، خیاطی یا نجاری میں سے ایک)

۶- انگریزی۔

۲- ہندستانی زبان ہندی کے علاوہ (اردو بنگلہ وغیرہ)

۳- قدیم زبان (عربی، فارسی، سنسکرت)

۴- موسیقی۔

۵- مبادی تجارت۔

۶- فنون لطیفہ۔

مرحلۂ عالیہ

۵- مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور کے عالی مرحلے یا نظامی درس کی مدت تعلیم آٹھ سال ہوگی۔ درجۂ تخصص کے دو سال مزید ہوں گے۔

۶- یہ ہشت سالہ تعلیم چار موقفوں پر تقسیم ہوگی: لائق دو سال، مولوی دو سال، عالم دو سال، فاضل دو سال۔

۷- لائق میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم ہوگی۔

(ا) لازم

۱- دینیات۔

۲- ہندی۔

۳- عربی ادب

(ب) اختیاری (کوئی تین)

۱- ریاضی (لازم برائے طلبہ سائنس)

۲- تاریخ۔

۳- جغرافیہ۔

۴- بلدیات۔

۵- طب۔

۶- اقتصادیات۔

۷- سائنس (طبعیات وکیمیا، نباتیات)

نصاب ہائی اسکول درجات ۹-۱۰ اسٹیٹ ۱۹۵۸ء

لازم

۱- ہندی۔

۲- ہندستانی زبان ہندی کے علاوہ یا غیر ملکی زبان (انگریزی وغیرہ)

۳- ریاضی۔

اختیاری (۳ مضامین) برائے ادبی گروپ۔

۱- تاریخ مع متعلقہ جغرافیہ۔

۲- جغرافیہ۔

۳- بلدیات۔

۴- قدیم زبان (عربی یا فارسی یا سنسکرت)

۵- غیر ملکی زبان بشرطیکہ لازم کی حیثیت سے نہ لی ہو (انگریزی وغیرہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیوانات = ۲ مضمون)

۸۔ مبادی تجارت = ۲ مضمون۔

۹۔ حرفہ (خطاطی یا نقاشی یا صحافی یا خیاطی یا نجاری = ۲ مضمون۔

۱۰۔ انگریزی۔

۶۔ ڈرائنگ یا موسیقی۔

۷۔ اقتصادیات

سائنس گروپ:

۱۔ سائنس (طبیعیات و کیمیا)

۲۔ حیات (نباتیات و حیوانیات)

۳۔ اختیاری ادبی میں سے کوئی

کامرس گروپ:

۱ و ۲ کامرس (برابر دو مضمون)

۳۔ اختیاری ادبی میں سے کوئی ایک

تعمیری گروپ:

۱ و ۲ حرفہ (نجاری یا صحافی یا ...) برابر دو مضمون۔

۳۔ اختیاری ادبی میں سے کوئی ایک۔

۸۔ مولوی میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم ہوگی۔

(ا) لازم

۱۔ دینیات۔

۲۔ ہندی۔

۳۔ مبادی منطق و فلسفہ (بشرطیکہ اختیاری مبادی تجارت یا سائنس یا حرفہ نہ ہو)

۴۔ عربی ادب (بشرطیکہ اختیاری میں سائنس نہ ہو)

(ب) اختیاری (کوئی ایک)

۱۔ تاریخ۔

نصاب انٹرمیڈیٹ (درجات ۱۱-۱۲) ۱۹۵۸ء

لازم

۱۔ ہندی۔

۲۔ ہندستانی زبان ہندی کے علاوہ یا غیر ملکی زبان (انگریزی وغیرہ)

اختیاری (۳ مضامین) برائے ادبی گروپ۔

۱۔ ہندستانی زبان ہندی کے علاوہ بشرطیکہ لازم کی حیثیت سے نہ ہو۔

۲۔ تاریخ۔

۳۔ جغرافیہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- جغرافیہ۔

۳- ریاضی۔

۴- بلدیات۔

۵- اقتصادیات۔

۶- نفسیات۔

۷- اصول تعلیم۔

۸- انگریزی۔

۹- طب۔

۱۰- سائنس (طبعیات کیمیا حیاتیات ریاضی فنون حرب میں سے تین)

۱۱- مبادی تجارت (اقتصادیات جغرافیہ ریاضی تاریخ میں سے کسی ایک کے ساتھ)

۱۲- حرفہ (خطاطی یا نقاشی یا صحافی یا خیاطی یا تجارتی)

۴- بلدیات۔

۵ ریاضی۔

۶- اقتصادیات۔

۷- قدیم زبان (عربی فارسی سنسکرت وغیرہ)

۸- نفسیات یا اصول تعلیم۔

۹- منطق (قیاس و استقرائی)

۱۰- ڈرائنگ یا موسیقی۔

۱۱- فنون حرب۔

سائنس گروپ کے لیے ذیل کے مضامین سے کوئی تین۔

۱- طبعیات۔

۲- کیمیا۔

۳- حیاتیات۔

۴- ریاضی۔

۵- فنون حرب یا ڈرائنگ یا۔۔۔

کامرس گروپ:

۱ و ۲ کامرس (۲ مضمون)

۳- اقتصادیات یا جغرافیہ یا ریاضی یا تاریخ۔

کانسٹرکٹو گروپ:

۱ و ۲ حرفہ (تجارتی یا صحافی یا خیاطی یا دباغی یا۔۔)

۳- اختیاری ادبی میں سے کوئی ایک۔

۹- عالم میں حسب ذیل مضامین کی تعلیم ہوگی

(۱) لازم

۱- دینیات۔

نصاب بی اے آگرہ یونیورسٹی ۵۹-۱۹۵۸ء

لازم اے- عام ہندی

بی- عام انگریزی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۔ منطق وفلسفۂ قدیم۔
۳۔ عام انگریزی۔
۴۔ ہندی۔

(ب) اختیاری (کوئی ایک)

۱۔ فلسفہ (جدید)
۲۔ تاریخ۔
۳۔ ریاضی۔
۴۔ جغرافیہ۔
۵۔ سیاسیات۔
۶۔ اقتصادیات۔
۷۔ اجتماعیات۔
۸۔ نفسیات۔
۹۔ اصول تعلیم۔
۱۰۔ انگریزی ادب۔
۱۱۔ عربی ادب۔
۱۲۔ اردو

اختیاری (کوئی تین)

۱۔ انگریزی ادب
۲۔ عربی یا فارسی یا عبرانی یا ...
۳۔ اردو یا ہندی یا مراٹھی یا ...
۴۔ ریاضی۔
۵۔ فلسفہ۔
۶۔ اقتصادیات۔
۷۔ سیاسیات۔
۸۔ تاریخ۔
۹۔ جغرافیہ۔
۱۰۔ اجتماعیات۔
۱۱۔ نفسیات۔
۱۲۔ اصول تعلیم۔
۱۳۔ فنون حرب۔
۱۴۔ وغیرہ۔

۱۰۔ فاضل میں دینیات، عربی ادب، عقلیات، تاریخ اسلام وغیرہ میں سے کسی ایک مضمون کا لینا ضروری ہوگا۔
۱۱۔ علامہ کی سند کے لیے تفسیر، حدیث، فقہ، کلام وغیرہ میں سے کسی ایک مضمون میں تخصص حاصل کرنا ہوگا۔

نوٹ: مدرسہ عالیہ (گورنمنٹ اورینٹل کالج) رامپور کے تمام درجات کے شامل نصاب مضامین کا معیار بجز اس کے کہ اہم یا خصوصی مضامین (مثلاً دینیات، مبادی منطق وفلسفۂ قدیم، عربی ادب، قرأت، حفظ قرآن، خطاطی ونقاشی وغیرہ) کے وہی ہوگا جو اتر پردیش کے بیسک اسکولوں، جونیر ہائی اسکولوں، بورڈ آف ہائی اسکول اینڈ انٹرمیڈیٹ ایجوکیشن یوپی آگرہ یونیورسٹی کے مقابل درجات کا ہے۔ وقتاً فوقتاً جو ترمیمیں ان کے معیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہوں گی ان کے مطابق مدرسہ عالیہ کے ان ہی مضامین کے معیار میں بھی ترمیم لازم ہوگی۔
درجات غوثیہ کے خصوصی مضامین دینیات، اردو، فارسی کا تفصیلی نصاب بعض ناگزیر اور جزئی ترمیموں کے ساتھ وہی ہوگا جو یوپی گورنمنٹ کی مقرر کی ہوئی عربی و فارسی کمیٹی نے مدارس اولیہ کے لیے تجویز کیا ہے اور جو بڑی حد تک مطابق ہے سررشتہ تعلیم اترپردیش کے نصاب تعلیم درجات ابتدائی مدارس عربی و فارسی اترپردیش کے درجہ اول تا پنجم کے مضامین مذکورہ کے نصاب کے۔

تفصیلی نصاب خصوصی و اہم مضامین درجات وسطانیہ دینیات و عربی مخلوط (لازم)

درجہ ششم: قرآنی ریڈر حصہ اول (عقائد مخلوط) قواعد اور ترجمتین کی مشق کے ساتھ۔ مائۃ عامل منظوم (حفظ) (رحمت عالم)
درجہ ہفتم: قرآنی ریڈر حصہ دوم (عقائد مخلوط) قواعد اور ترجمتین کی مشق کے ساتھ۔ کتاب النحو، کتاب الصرف منتخب مباحث، درس التاریخ الاسلامی حصہ دوم۔
درجہ ہشتم: انتخاب پارہ عم قواعد ترکیب اور ترجمتین کی مشق کے ساتھ۔ شرح مائۃ عامل، کتاب الصرف (بقیہ حصہ) درس التاریخ حصہ دوم، نور الایضاح (اردو ترجمہ)

قرأت (اختیاری)

درجہ ششم: اصول مخارج، مخارج حروف، صفات حروف (عارضہ، لازمہ، متضادہ، غیر متضادہ، ممیزہ) مشق۔
درجہ ہفتم: تفخیم و ترقیق، تنوین و نون ساکن، میم ساکن، غنہ، اخفا و اظہار، ادغام، ہمزتین متحرکتین ہمزہ وصل حرکات و اجتماع ساکنین، مشق۔
درجہ ہشتم: مد، وقف، امالہ، لزوم و اشمام، سکتہ، لحن، زلۃ القاری، مشق، قرآن مجید کا دور باجرائے قواعد۔

خطاطی (اختیاری بدیل حرفہ)

درجہ ششم: مفردات کی مشق۔
درجہ ہفتم: جلی مرکبات کی مشق۔
درجہ ہشتم: خفی مرکبات کی مشق اور کاپی نویسی۔

نقاشی (اختیاری بدیل حرفہ)

درجہ ششم: معمولی پھول پتی اور بیلوں کی پنسل سے نقل۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درجہ ہفتم: پھول پتی اور بیلوں میں مناسب رنگ بھرنا بیل بوٹے اور پھول پتیاں از خود بنانے کی مشق۔

درجہ ہشتم: رنگ، ان کا امتزاج اور ان کے مناسب استعمال کی مشق۔

تفصیلی نصاب خصوصی و اہم مضامین مرحلۂ عالیہ دینیات و عربی ادب (لازم)

لائق
- درجہ نہم: قرآن مجید (منتخب سورتیں) عقیدۂ حسنہ، قدوری (بحذف ابواب منتخبہ) ازھار الادب۔
- درجہ دہم: ہدایۃ النحو ترجمتین۔

طب (اختیاری)

موجز، کتاب الادویہ از حکیم کبیر الدین، تشریح کبیر (حصہ اول) منافع کبیر (نصف اول)

خطاطی (اختیاری بذیل حرفہ)

کاپی نویسی اور خط نسخ کی تعلیم اور مشق۔

نقاشی (اختیاری بذیل حرفہ)

کتابوں کے حاشیے، محرابیں اور لوحیں بنانا، اعلیٰ اور پیچیدہ بیل بوٹوں کی مشق اور معمولی خوشنما نمونوں کا اختراع اور ان میں رنگ بھرنا۔

دینیات و عربی ادب، مبادی منطق و فلسفہ (لازم)

مولوی
- درجۂ یازدہم: تفسیر جلالین (نصف اول) عقائد النسفی، کنز الدقائق (بحذف ابواب منتخبہ) انتخاب نظم و نثر عربی۔
- درجۂ دوازدہم: کافیہ (بحث فعل و حرف) دروس البلاغۃ ترجمتین، المنطق الحدیث والقدیم، زبدۃ الحکمۃ شریفیہ (با امداد رشیدیہ)

طب (اختیاری)

کلیات نفیسی، تشریح کبیر (حصہ ثانی) کبیر (نصف ثانی) کتاب الادویہ، شرح اسباب۔

خطاطی (اختیاری بذیل حرفہ)

نسخ و نستعلیق کتابت کی مشق اصول خطاطی کے ساتھ۔

نقاشی (اختیاری بذیل حرفہ)

نمونوں کی اختراع اور مشق، مناظر بنانا اور رنگ بھرنا، پرانے کام کی مشق اور سونا گھولنا اور اس کا استعمال کرنا۔

دینیات و منطق و فلسفۂ قدیم (لازم)

عالم
- درجہ سیزدہم: تفسیر مدارک (نصف آخر) مشکوٰۃ شریف مع رسالہ عبدالحق، شرح عقائد النسفی، شرح وقایہ اولین۔
- درجہ چہاردہم: نور الانوار، سلم العلوم، میبذی (ما یعم الاجسام والالٰہیات)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی ادب (اختیاری)

المتنبی ۔ دیوان ابوالعتاہیہ (انتخاب) ابن عقیل (ابواب منتخبہ) مختصر المعانی ۔ الوسیط

فاضل دینیات { درجہ پانزدہم : تفسیر بیضاوی (سورۂ بقر) بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی شریف، شرح ابوداؤد شریف
درجہ شانزدہم : شرح نخبۃ الفکر، شرح فقہ اکبر للماتریدی، توضیح تلویح (از ابتدا تا بحث عام) مقدمات اربعہ بلدیہ

کتب برائے مطالعہ

ارض القرآن، تاریخ تدوین حدیث، قصص القرآن، تاریخ اصول فقہ، مذاہب اسلام، دین و دولت، سائنس اور اسلام، رسالہ اہل السنۃ والجماعۃ، بستان المحدثین، الفوز الکبیر، حجۃ اللہ البالغہ۔

فاضل ادبیات { درجہ پانزدہم : مقامات بدیع (۷ مقامے) البیان والتبیین (انتخاب) مختار النقد (انتخاب)
درجہ شانزدہم : الکامل (انتخاب) معلقات سبعہ، کتاب الحماسہ (باب الحماسہ) مختارات (از ص ۱۶ تا ص ۲۰۲) مجموعۃ النظم (شوقی و حافظ) کتاب الصناعتین الکافی، تاریخ آداب اللغۃ العربیہ للزیات۔

کتب برائے مطالعہ

الادب الجاہلی، تاریخ اللغات السامیہ، محیط الدائرہ، اصول النقد الادبی لاحمد الشائب۔

فاضل عقلیات { درجہ پانزدہم : حمداللہ، قاضی مبارک۔ شمس بازغہ (از ابتدا تا باب ثانی دبحث زمان)
درجہ شانزدہم : مباحث مشرقیہ (بحث مکان وحرکت) کتاب المعتبر الجزء الثانی (حزء رابع وخامس) شرح اشارات للطوسی (نمط رابع وخامس وسادس) شرح ہیاکل النور (منتخب مباحث) المدخل الی الفلسفہ، علم الاخلاق از میکنزی، نفسیات از جیمس، تاریخ فلسفہ یورپ از دیر تہافۃ الفلاسفۃ۔

کتب برائے مطالعہ

فلاسفہ اسلام از لطفی جمعہ۔ سیرت النبی جلد ثالث (بحث امکان معجزہ) رسالہ مذہب عقل از عبدالباری نظریہ خیر وشر از رشدول۔ تاریخ فلسفہ جدید از اسکندریہ الملل والنحل للشہرستانی۔ علم الکلام۔ الرد علی المنطقیین کتاب صریح المعقول بیان المنقول۔ اخلاق وفلسفہ اخلاق۔

فاضل تاریخ اسلام { درجہ پانزدہم : سیرۃ النبی جلد اول ودوم۔ محاضرات التاریخ الاسلامی۔ مقدمہ ابن خلدون۔
درجہ شانزدہم : تاریخ الاسلام السیاسی۔ ڈاکٹر حسن ابراہیم۔ النظم الاسلامیہ ڈاکٹر حسن ابراہیم۔ ضحی الاسلام جلد دوم احمد امین۔ تاریخ ایران پر کوئی مناسب کتاب۔ تاریخ دولت عثمانیہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دار المصنفین اعظم گڑھ۔ تاریخ سندھ: ابوظفر ندوی۔ تاریخ اندلس دار المصنفین اعظم گڑھ۔ تاریخ گجرات: ندوۃ المصنفین۔
آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان جنگ: ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ تاریخ ہند سید ہاشمی فرید آبادی۔

کتب برائے مطالعہ

مسلمانوں کا عروج وزوال: سعید احمد اکبر آبادی، تاریخ اسلام حصہ دولت بنی امیہ و بنی عباس از شاہ معین الدین احمد ندوی، تمدن عرب: از موسیو لیبان، فتوح البلدان بلاذری۔ آئینۂ حقیقت نما اکبر شاہ خاں نجیب آبادی۔
ہند و عرب کے تعلقات: سید سلیمان ندوی۔

علامۂ تفسیر: کے لیے موضوعات ذیل کا خصوصی مطالعہ کسی استاد کی نگرانی میں ضروری ہوگا۔
تاریخ القرآن و تاریخ علم التفسیر۔ لغات القرآن و اعرابہ و مشکلاتہ و متشابہاتہ۔ احکام القرآن عقائد القرآن و حجج اخبار القرآن وارضہ اعجاز القرآن و تنزیہہ عن المطاعن۔ الانموذجات من التفسیر بالروایۃ والدرایۃ والکلام واللغۃ المعانی والبیان۔

علامۂ حدیث: کے لیے موضوعات ذیل کا خصوصی مطالعہ کسی استاد کی نگرانی میں ضروری ہوگا۔
تاریخ تدوین علم الحدیث۔ سیرۃ صاحب الحدیث علیہ السلام۔ تاریخ رجال الحدیث وطبقاتہم۔ علوم الحدیث ومبادیہ۔ مزایا مجامیع الاحادیث المتداولۃ وقیمتہا عند اصحاب الحدیث۔ الاحادیث والصحاح الستۃ مع شرح معانی الآثار (للطحاوی) الکلیات الاستقرائیۃ لبیان الوضع من الروایۃ والدرایۃ۔ الاحادیث الموضوعۃ المشتہرۃ علی الالسنۃ۔

علامۂ فقہ: کے لیے موضوعات ذیل کا مطالعہ کسی استاد کی نگرانی میں ضروری ہوگا۔
تاریخ الفقہ و تاریخ اصحابہ وطبقاتہم۔ اصول الفقہ و تاریخ التشریع الاسلامی۔ العبادات و المعاملات والحدود والسیر۔ الخلافیات ومبناہا۔

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید مناظر احسن گیلانی مرحوم ؒ

"دنیا میں ایسی قومیں بہت کم ہوں گی جن میں تعلیم اس قدر عام ہے جس قدر کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں۔ ان میں جو کوئی بیس روپیہ ماہوار کا متصدی ہوتا ہے وہ اپنے لڑکوں کو اس طرح تعلیم دیتا ہے جس طرح ایک وزیر اعظم اپنی اولاد کو۔"

یہ جنرل سلیمن کی رائے ہے۔ شیخ محمد اکرام صاحب کی کتاب ..... کے دیباچے میں سے مذکورہ بالا فقرہ نقل کیا ہے۔ وہ جنرل موصوف کا تعارف ان الفاظ میں کراتے ہیں:

"ٹھگی کے انسداد کی وجہ سے ہندوستان کی تاریخ میں ممتاز مرتبہ رکھتے ہیں اور جتنا ہندوستانیوں کے ساتھ ملنے جلنے کا اتفاق عام یورپین افسروں سے زیادہ ہوتا رہتا ہے۔"

اسی ملنے جلنے اور قریب سے دیکھنے کا یہ اثر ہے کہ تعلیمی ذوق میں بیس روپیہ ماہوار پانے والا ہندوستانی مسلمان ان کو انگلستان کے وزیر اعظم کا ہم رتبہ نظر آتا ہے۔ جنرل مذکور نے اس کے بعد لکھا ہے:

"جو علوم ہمارے بچے لاطینی اور یونانی زبانوں میں اپنے کالجوں میں حاصل کرتے ہیں، وہی یہ لوگ (ہندوستانی مسلمانوں کے بچے) عربی اور فارسی میں سیکھتے ہیں۔"

بیان ان ہی الفاظ میں ختم نہیں ہو جاتا ہے، آگے انھوں نے جو کچھ لکھا ہے، یہ نہیں جانتا کہ ایک انگریز مبصر کے ان الفاظ کو سن کر ان بیچاروں کا کیا حال ہوا ہوگا جنھوں نے ہزار ہا ہزار روپے خرچ کر کے اپنے ناموں کے پیچھے آج ہندوستان میں آکسن اور کینٹب کے لاحقوں کے استعمال کا حق حاصل کیا ہے۔ جنرل سلیمن لکھتے ہیں:

"سات سال کے درس (یعنی درجہ فضیلت) کے بعد ایک (ہندوستانی) طالب علم اپنے سر پر جو آکسفورڈ کے فارغ التحصیل طالب علم کی طرح علم سے بھرا ہوتا ہے، دستار فضیلت باندھتا ہے، اور اسی طرح روانی سے سقراط، ارسطو، افلاطون، بقراط، جالینوس اور بو علی سینا پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گفتگو کر سکتا ہے، جس طرح اکسفورڈ کا طالب علم "۔

دیباچہ : ۱۴

شیخ صاحب نے اسی جنرل کی کتاب کی دوسری جگہ سے یہ فقرے بھی نقل کیے ہیں:

"ایک تعلیم یافتہ مسلمان (یعنی مذہبی جس کا نام ملا، مولوی وغیرہ ہے) فلسفہ اور ادبیات اور دوسرے علوم و فنون پر قابلیت سے گفتگو کر سکتا ہے "۔

آخر میں بالکل صحیح حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا گیا ہے:۔

"اور بالعموم ان مضامین پر گفتگو کرنے اور موجودہ زمانہ میں جو ان میں تبدیلیاں ہوئی ہیں انھیں سمجھنے کا بہت خواہشمند ہوتا ہے "۔

یہ واقعہ ہے کہ اگر دینی تعلیم کے نظام کو دنیوی تعلیم کے اداروں سے الگ نہ کر دیا جاتا، تو تعلیم کی دنیا میں یہ ثنویت نہ پیدا ہوتی، بلکہ دینی عناصر کو باقی رکھتے ہوئے دینی فقہ، حدیث و تفسیر کی تین کتابوں کو قائم رکھتے ہوئے تدریج عقلی، اور ذہنی علوم میں اسی قسم کی تبدیلیوں سے کام لیا جاتا، جس طرح مسلمان ہزار بارہ سو سال سے کام لے رہے تھے، تو کوئی وجہ نہیں تھی کہ تعلیم کا جو نظام ہندوستان میں جاری تھا، وہ تمام عصری ترمیموں کو علم کی تمام شاخوں میں جذب نہ کر لیتا۔ جنرل موصوف نے بالکل تجربہ کی بات لکھی ہے کہ:

"موجودہ زمانہ میں جو ان میں تبدیلیاں ہوئی ہیں، انھیں سمجھنے کا بہت خواہش مند ہوتا ہے "۔

لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ مغرب کے جدید نظریات سے ہندوستان جب شروع شروع میں روشناس ہوا ہے، اس وقت اس کے چرچوں سے مسلمانوں کے مدارس جس طرح گونج رہے تھے، شاید یہ کیفیت ان تعلیم گاہوں میں بھی اب تک پیدا نہیں ہوئی ہے، جہاں ان کی مستقل تعلیم دی جاتی ہے۔ زمین کی گردش، آسمانوں کے جرمی وجود نے نظام بطلیموسی نظام کی جگہ شمسی نظام پر علم ہیئت کی بنیاد آج تو ان کے تذکرے کبھی کبھی سننے میں آتے ہیں، لیکن پرانے مدرسوں میں بحث و مباحثوں کے جو سلسلے ان مسائل کے متعلق جاری تھے، اس کا اندازہ کچھ ان ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے، جنھوں نے اس زمانہ کو دیکھا تھا۔ مختلف کتابیں ریاضی کی جو اس زمانہ میں لکھی گئی ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جن میں سب سے ضخیم کتاب فارسی زبان میں جامع بہادر خانی ہے، جو تین فنون وہیئت، حساب، علم المرایا والمناظر، پر مشتمل ہے؛ آپ کو جگہ جگہ اس کتاب میں ان جدید نظریات کا ذکر تفصیل سے ملے گا، جو اس وقت تک یورپ میں مختلف مسائل کے متعلق پیدا ہو چکے تھے۔

عربی زبان میں علامہ تفضل حسین خاں نے مختلف کتابیں علوم ہندسیہ کے متعلق لکھیں، جن میں حکمار یورپ کے خیالات کا تذکرہ تائید کے ساتھ کیا گیا تھا۔

ان ہی پرانے طرز کے مولویوں کو دلی کے عربک کالج کے زیر اثر جدید علوم وفنون سے روشناسی کے جو مواقع ملے تھے، کاش ان میں تھوڑی سی وسعت برتی جاتی تو ہندوستان کے علم کی دنیا اور ہوتی، حیدرآباد میں جس شاندار طریقے سے علوم جدید کا استقبال قدیم مذاق کے امرار اور علما نے کیا تھا، اس کا اندازہ آپ کو شمس الامرا بہادر کی دار الاشاعت کی کتابوں اور ان کے مدرسۂ فخریہ کے نصاب سے ہو سکتا ہے۔

ایک صدی پہلے طبیعیات وریاضیات میں شمس الامرار مرحوم اول وثانی نے اردو زبان میں مختلف کتابیں تصنیف کرائیں۔ خود پریس قائم کر کے ان کو شائع کیا۔ بہرحال ہندوستان میں کام کی ابتدا ہو چکی تھی، کہ بعض فاسد اغراض کے تحت حکومت کو غلط مشورہ دیا گیا، اور اس کے بعد جو ہونا تھا سو ہوا!

غریب مولویوں کو بدنام کیا گیا، ان پر جھوٹے الزام تراشے گئے جن میں سب سے بڑا افترائی الزام انگریزی زبان کے سیکھنے کی حرمت کا فتویٰ تھا۔[۱]

---

[۱] حالاں کہ معاملہ بالعکس ہے، شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق تو غیر سرسید احمد خاں وغیرہ نے نقل کیا ہے کہ انھوں نے انگریزی تعلیم حاصل کرنے کا فتویٰ دیا تھا لیکن جہاں تک میرا خیال ہے فتاوی عزیزیہ میں ایسا کوئی فتویٰ تعیناً یا نفیاً یا اثباتاً نہیں ہے مگر شاہ صاحب کے سوا دوسرے علمار مثلاً حضرت مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے فتاوی میں دیکھیے، ایک جگہ نہیں متعدد مقامات میں آپ کو جواز کا فتویٰ ملے گا، ایک موقع پر ارقام فرماتے ہیں:-

"فی الواقعہ نفس تعلیم انگریزی کا شرعاً ممنوع نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زید بن ثابتؓ کو زبان یہود سیکھنے کا حکم دیا، جیسا کہ جامع ترمذی وغیرہ میں مروی ہے۔

ملا علی قاری مکی کی شرح مشکوٰۃ میں ہے: لا یعرف فی الشرع تحریم علم لغۃ من اللغات سریانیۃ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو: تعلم العبرانیۃ والھندیۃ کانت او ترکیۃ او فارسیۃ کانت او غیرھا۔ یعنی شریعت میں کسی لغت کے سیکھنے کو حرام قرار دیا گیا ہو ایسی بات کسی دلیل سے معلوم نہیں ہوتی خواہ لغت سریانی ہو یا عبرانی، ہندی ہو یا ترکی یا فارسی وغیرہ ہو کوئی ہو۔ (مجموعہ فتاوی مولانا عبدالحئی مرحوم ص ۲ ج ۱)

اور لطف یہ ہے کہ پھیلانے والوں نے ایک بات پھیلا دی۔ تقریباً ایک صدی سے وہی رٹایا ہوا سبق رٹا جا رہا ہے، اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ بغیر کسی شرم و حیا کے علانیہ کوچہ و بازار میں اسی سبق کو دہرائے چلے جا رہے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ آخر یہ فتوی کس کتاب میں ہے، کس مولوی نے، کب، کہاں، کس بنیاد پر کس کو یہ فتوی دیا تھا، انیسویں صدی کے علماء کے فتووں کی کتابیں چھپی ہوئی ہیں، ان میں ڈھونڈا جاتا۔ لیکن اتنی فرصت کس کو ہے "دیوانہ گفت و ابلہ باور کرد" کی مثال اس سے زیادہ شاید ہی کسی چیز پر کبھی صادق آئی ہو۔ مولویوں نے جو کچھ کہا تھا وہ صرف یہ تھا کہ ہمارے تعلیم کے نظام کو نہ توڑا جائے، اس کی قدر و قیمت نہ گھٹائی جائے۔ لیکن جو چیزیں نہیں تھی اس میں بھی وہ کسی ترمیم کے قبول کرنے پر آمادہ نہ تھے: یہ کس نے کہا؟ جس قوم نے اسی یورپ کے ایک حصہ یونان کے سارے علوم پر قبضہ اور ایسا قبضہ کر لیا کہ آئندہ دنیا کو یونانیوں کے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہوا مسلمانوں ہی کے ذریعہ سے معلوم ہوا ——————
—— کیا اسی یورپ کے علوم سیکھنے سکھانے سے وہ محض اس لئے انکار کر سکتے تھے کہ وہ یورپ کے علوم و فنون ہیں۔ لیکن اپنے آپ کو تالی کر کے محض دوسروں کے ساتھ باقی رہنے سے ان کو انکار تھا۔ خود ہی سوچا جا سکتا ہے کہ یہ انکار ان کا کس حد تک بجا تھا۔

اگر تعلیم معلومات کی گردا وری کا نام ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ فنون میں سے کسی ایک فن کے لئے بھی طالب علم کی پوری عمر وفا کر سکتی ہے، بلکہ صحیح تو یہ ہے کہ کسی ایک فن کی دو تین کتابوں کو درساً درساً پڑھتے ہوئے لحد تک پہنچ جائے گا، بشرطیکہ مہد ہی سے اس نے پڑھنا شروع کیا ہو، لیکن اگر تعلیم کا وہی مقصد ہے جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا، یعنی نہ جانی ہوئی چیزوں کو جاننے کی انسان میں جو قدرتی صلاحیت ہے، اس صلاحیت کو ابھارا جائے طلبہ میں ایک ایسی استعداد اور اس کا راسخ ملکہ پیدا کیا جائے۔ تعلیمی زندگی

سے الگ ہونے کے بعد اپنے متعلقہ فنون کے حقائق و مسائل تک استاد کی اعانت کے بغیر اس کی رسائی ہونے لگے، خود سوچنے کی اور دوسروں کی سوچی ہوئی باتوں کے سمجھنے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ وہ کسی قسم کی پیچیدہ اور دقیق تعبیر میں پیش کی گئی ہوں تنقید یا صحیح کو غلط سے جدا کرنے کی صلاحیتوں کو مدرسے سے کر باہر نکلے۔ اگر پڑھنے پڑھانے کا یہی مطلب ہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہیئے کہ چیزوں کو دکھانے پر زیادہ زور دینا مقصود نہ ہو، بلکہ دیکھنے کی قوت بڑھائی جائے، جہاں تک بڑھ سکتی ہو، تعلیم صرف اس کا نام ہو، اور دیکھنے، سیر کرنے کا کام تعلیم کے بعد کیا جائے، تو میں نہیں سمجھتا کہ ہمارے بزرگوں نے اسلامی علوم کی تعلیم کی جو راہ بنائی تھی اس سے بہتر راہ اور کیا ہو سکتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جیسا کہ آپ سن چکے ہیں کہ عربی تعلیم مدارج کے لحاظ سے دو درجوں میں تقسیم تھی، ایک ضرورت کا درجہ تھا، دوسرا فضل کا، ضرورت کے درجہ تک مذہب کی تعلیم حاصل کر کے جو تعلیم کو ختم کر دینا چاہتے تھے، ان کی غرض فقط یہ ہوتی تھی کہ اپنی شخصی زندگی میں معمولی مذہبی اور دینی ضرورتیں جو ان کو پیش آئیں گی، ان ضرورتوں کی حد تک دین کے سمجھنے کی ان میں لیاقت پیدا ہو جائے، اس کے لئے صرف ونحو کی معمولی ابتدائی تعلیم کے بعد قدوری وغیرہ جیسی فقہی متن کی کوئی کتاب پڑھا دی جاتی تھی، اور یہ اتنا مختصر نصاب ہوتا تھا کہ کوشش کرنے والے چاہتے تو چھ مہینوں میں اسے ختم کر سکتے تھے، حضرت سراج عثمان رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر میں مولانا فخر الدین زرادی ....

...... نے ذمہ داری لی تھی کہ چھ مہینے میں قدر ضروری والے علم تک پہنچا دوں گا، اور جو انھوں نے وعدہ کیا تھا، پورا کیا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ذاتی ضرورتوں کے لئے مذہب کی اتنی تعلیم کافی نہ تھی۔

میں اسلامی مدارس کو انگریزی مدارس نہیں بلکہ انگریزی مدارس کو چاہتا ہوں کہ مسلمان بنا لیا جائے۔ رہے عربی مدارس: عام عربی مدارس کو ہائی اسکولوں میں تبدیل کر دیا جائے جن میں دینیات کی تعلیم میں صرف قرآن ہو، بڑے مراکز کو علوم کی تکمیل کے لیے کر لیا جائے۔ مثلاً تفسیر کے لئے ندوہ، حدیث کیلئے دیوبند فقہ کے لئے فرنگی محل کوئی ادارہ، اور کلام وتصوف کے لیے اجمیر میں کوئی انتظام کر دیا جائے۔

— قدیم نصاب میں دینیات کے مضامین (قرآن، حدیث، فقہ) محوری اور اساسی قرار دے کر درس کے لئے ہر مضمون کی ایک ایک ٹھوس، جامع، حاوی، مختصر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کتاب کا انتخاب کر کے دینیات کے لیے پورے نصاب میں (مشکوٰۃ، ہدایہ اور وقایہ) صرف تین کتابوں کو کافی قرار دیا گیا اور اس کے بعد پڑھنے والوں کے لئے ایک وسیع میدان چھوڑ دیا گیا، جس میں جب ضرورت تھی تو فارسی کی نظم و نثر کی بیسیوں کتابوں کی کھپت زندگی میں اور منطق، فلسفہ، ریاضی، ہیئت، اصول، کلام، ادب عربی کی تقریباً ساٹھ ستر کتابوں کی اعلیٰ عربی تعلیم میں کافی گنجائش نکل آئی، پھر جب تک موقع تھا ان غیر دینیاتی مضامین کی حیثیت اختیاری مضامین کی رہی، اور جیسے جیسے زمانے کا مطالبہ بڑھتا گیا، ان مضامین میں سے جن کو لازم قرار دینے کی حاجت ہوئی، انھیں لازم قرار دے دیا گیا اور یونہی مسلمانوں کے اس واحد تعلیمی نظام سے منطقی ملّا، فلسفی ملّا، مہندس ملّا، ادیب ملّا، شاعر ملّا، الغرض باوجود مُلّا ہونے کے جس جس چیز کی ضرورت تھی، وہی بن بن کر نکلتے رہے۔

کیا بہ سہولت تمام آج بھی بزرگوں کے اسی تعلیمی منہاج کو سامنے رکھ کر ہم حقیقی اور خالص دینیات کے ان اساسی مضامین کی انھی تین کتابوں کو باقی رکھتے ہوئے وہی فارسی جو کچھ دن پہلے ہندوستان کی حکومت کی زبان تھی، اور وہی معقولات جن کی مغل دربار میں قیمت ملتی تھی بجائے ان غیر دینیاتی مضامین کے عصر حاضر میں حکومت کی جو زبان ہے اور موجودہ حکومت جن علوم و فنون کے پڑھنے والوں کا اپنی ضرورتوں کے لئے مطالبہ کر رہی ہے، ہم زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے ٹھیک اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر، اپنے نصاب میں ان جدید مضامین کو شریک کر کے بجائے فلسفی مُلّا کے سائنٹسٹ مُلّا اور بجائے منطقی مُلّا کے سائکلوجسٹ ملّا وغیرہ ملّاؤں کی مختلف قسم نہیں پیدا کر سکتے؟

مُلّائیت کہئے یا دینی علوم ان کے لئے جب صدہا سال تک وہی تین کتابیں کافی سمجھی گئیں، تو پھر آج بھی اسی مُلّائیت کے لئے، یا ایک دینی عالم ہونے کے لئے یہی تین کتابیں کیوں کافی نہ ہوں گی۔

میں نہیں سمجھتا کہ اگر اسکولوں اور کالجوں کی تعلیم کی جو مدت اس وقت مقرر ہے یعنی بی۔ اے ہونے کے لئے کم از کم چودہ سال کی تعلیم ضروری ہے، اس چودہ سال کے نصاب میں دینیات کی ان تین کتابوں (قرآن، مشکوٰۃ، ہدایہ و وقایہ) کی جگہ نہیں نکل سکتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بالغرض ضروری، غیر ضروری مضامین کی اسکولوں اور کالجوں میں جو کثرت ہے یعنی وہ مضامین بھی پڑھائے جاتے ہیں جو اُستاد کے بغیر طلباء کو نہیں آ سکتے، اور ان مضمونوں کو بھی پڑھایا جاتا ہے جنھیں اُستادوں کے بغیر یونہی ہر پڑھا لکھا آدمی پڑھ سکتا ہے اور پڑھتا ہے، اگر بدتمیزی کے اس طوفان میں ان تین کتابوں کے لئے جگہ نہ نکل سکتی ہو تو کیوں نہیں ہم اپنے سارے دینی اور دنیاوی تعلیمی نظام کو بجائے دوئی کے وحدت کے رنگ میں ڈھال لیں، اور اپنا نصاب خود بنائیں تفصیل کا یہاں موقعہ نہیں ہے، ورنہ سچ یہ ہے کہ بزرگوں کے اس عجیب و غریب نمونے پر جب سے مجھے تنبہ ہوا ہے، یعنی دینیات کی کل تین کتابوں کے سوا ملائیت کا سارا میدان غیر دینیاتی کتابوں سے بھرا ہوا جو محسوس ہوا تو حقیقت یہ ہے کہ اُسی وقت سے میں اپنے اندر اس یقین کو پاتا ہوں کہ اسی میدان کو قدیم مطالبے والے غیر دینی علوم کو نکال کر آسانی موجودہ مطالبوں کے مطابق والے مضامین کے لئے پوری قوت اور کافی وسعت دلی کے ساتھ ہم جگہ نکال سکتے ہیں۔ مثلاً میں آپ کے سامنے ابن سینا کے تعلیمی نصاب کا ایک حصہ ابن خلکان سے نقل کرتا ہوں اگر اسی نمونے کو سامنے رکھ لیا جائے اور ابتدائی تعلیم کی بنیاد اسی نمونہ پر رکھی جائے۔

ابن خلکان نے لکھا تھا کہ:

"دس سال کی عمر تک ابن سینا نے قرآن عزیز اور ادب پڑھا،
کچھ عقائد کے مسائل یاد کئے، حساب الہند و جبر و مقابلہ سیکھا۔"

حساب الہند سے وہی ہندوستان کے علم حساب کا قدیم طریقہ مراد ہے، جس میں پہاڑے وغیرہ یاد کرا کے آخذ، جمع، تفریق، تقسیم اور اس کی مختلف قسمیں سکھائی جاتی ہیں۔ آج کل کا نام "میتھمیٹکس" ہے، ممکن ہے، ان سارے مضامین کے لئے دس سال کی عمر آج ناکافی ہو، اور یہ بھی یہی بات کہ ابن سینا کو ہر بچہ پہ قیاس کرنا بھی غلط ہے۔ اب بجائے دس کے وہی سولہ سال کی عمر رکھ لیجئے، جو کہ آج میٹرک پاس کرنے کی ابتدائی عمر ہے یعنی اس عمر سے کمسن بچوں کو میٹرک کے امتحان میں بیٹھنے نہیں دیا جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ ہے کہ ابتدائی مکتبی تعلیم کے نصاب میں حسب ذیل امور کو مدنظر رکھا گیا ہے:

(۱) صرف وہی چیزیں پڑھائی جائیں جو استادوں سے پڑھے بغیر نہیں سیکھی جا سکتیں۔

(۲) اُردو میں ترقی کرنے کے لئے اُردو ہی کتابوں کا مسلسل سالہا سال تک پڑھے چلے جانا کوئی مفید نتیجہ پیدا کرتا، بلکہ اُردو میں قوت پیدا کرنے کے لئے فارسی اور فارسی میں بچوں کو قوی کرنے کے لئے عربی سکھانا ضروری قرار دیا ہے۔

(۳) عربی زبان کے صرف اسی حصے کو مسلمانوں کے لئے ضروری سمجھا جائے جس میں ان کی دینی معلومات ہیں۔ باقی عربی کے دوسرے حصے کو اعلیٰ تعلیم میں بطور اختیاری مضامین کے چھوڑا جائے تو رکھا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کے اختصاصی علما جو اختصاصی درجوں میں اگر پیدا کئے جائیں تو وہ ایک دوسری ضرورت ہے لیکن ہر پڑھے لکھے مسلمان کو جس عربی کی حاجت ہے، وہ صرف اسلامی ادبیات والی ہی عربی ہے۔

(۴) اس عربی کو قصہ کہانی کی کتابوں ہی کے ذریعہ سکھانے کی جگہ خود قرآنی پاروں اور نیز حدیثی متون کے ذریعہ سے سکھانا زیادہ مفید اور ضروری ہے کہ یہ یک کرشمہ دو کار ہے۔

(۵) اسلامی ادبیات والی عربی کے لئے نحوی و صرفی قواعد کے ان طول طویل سلسلوں کی حاجت نہیں جو کسی زمانہ میں دماغی کسرتوں اور ذہنی تشحیذ کے لئے پڑھائے جاتے تھے۔

ان نتائج حصول کو پیش نظر رکھ کر اگر نصاب بنایا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ نو سال میں میٹرک تک کی انگریزی و حساب کے ساتھ بچوں کے اندر اس کی صلاحیت کیوں نہ پیدا ہو جائے گی کہ آئندہ کلیاتی تعلیم کے نصاب میں قرآن و حدیث و فقہ کی ان تین کتابوں کو بی۔ اے تک کے چار سال میں دوسرے اختیاری و متناسب مضامین کے ساتھ پڑھ کر ختم کر دیں جو قدیم درس نظامیہ میں دینیات کی آخری درسی کتابیں ہیں۔ تجربہ بتائے گا کہ انگریزی ادب اور جدید علوم میں سے متناسب علوم کا کوئی گروپ اطمینان سے درس نظامیہ کے ان تین دینیاتی کتابوں کے ساتھ بخوبی جمع ہو سکتے ہیں، پھر جیسا کہ میں نے عرض کیا بی۔ اے کے بعد ایم۔ اے کے اختصاصی درجہ میں اپنی اپنی مناسبت کے لحاظ سے طلبہ جس فن میں خصوصیت پیدا کرنا چاہیں، پیدا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکتے ہیں۔ ان خصوصی فنون میں جہاں جدید علوم و فنون میں سے کسی فن و علم و زبان وغیرہ کا انتخاب کیا جا سکتا ہے۔ وہیں باسانی فقہ و حدیث، تفسیر، ادب عربی، بلکہ جی چاہے تو کوئی قدیم معقولات منطق، کلام، فلسفہ، اصول وغیرہ کے مضامین بھی اختیار کر سکتا ہے، یہ ایسا نصاب ہوگا جو طلبہ کے لئے قدیم و جدید علوم و السنہ میں سے ہر ایک کے اندر خصوصیت پیدا کرنے کا ذریعہ فراہم کرتا ہے۔ اور سب سے اہم اصولی نفع نظام تعلیم کی اس وحدت کا وہی ہے کہ مُلّا و مسٹر، علماء و لیڈر کی باہمی کشمکش کا سارا قصہ ختم ہو جاتا ہے، اب جو بھی ملک میں پڑھا لکھا یا صاحب علم و فضل ہوگا، وہ پہلے مُلّا ہوگا، اس کے بعد جس مضمون کو اختیار کیا ہوگا اُس کا ماہر قرار پائے گا۔ انشاء اللہ اس کے بعد مُلّا ہی مسٹر ہوں گے اور مسٹر ہی مُلّا ہوں گے، علماء ہی لیڈر ہوں گے۔ اور لیڈر ہی علماء ہوں گے۔ جیسا کہ بارہ ساڑھے بارہ سو سال تک، یعنی نظام تعلیم کی ثنویت (دوئی) سے پہلے مسلمانوں میں عموماً یہی ہوتا رہا۔ ابن رشد ارسطو کی کتابوں کی شرح بھی کرتا تھا، اور اسی کے قلم کی علم فقہ میں وہ قیمتی یادگار ہے جس کا نام "بدایۃ المجتہد" ہے۔ فقہ کے ہر باب میں آئمہ امصار و مجتہدین امام ابوحنیفہ، شافعی، مالک، احمد وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم کے مسالک پر قرآن و حدیث و آثار صحابہ کی روشنی میں اتنی اچھی بحثیں کی ہیں کہ مشکل سے اس جوڑ کی کوئی کتاب فقہ جامع میں مل سکتی ہے، امام رازی ابن سینا کے فلسفہ کی تشریح بھی کرتے تھے، اور وہی قرآن کی معرکۃ الآرا تفسیر بھی کرتے ہیں، جو تفسیر کبیر کے نام سے اُمّت میں مشہور ہے۔ نہ صرف علماء اہل سنت بلکہ شیعی علماء کا بھی یہی حال ہے نہیر باقر داماد فلسفہ کے میدان کا یکہ تاز سمجھا جاتا ہے لیکن کون نہیں یاد کر سکتا ہے کہ جس نے "الافق المبین" جیسی پیچیدہ الہیاتی کتاب لکھی ہو، وہی "شارع النجاۃ" نامی کتاب فقہ شیعی کی بھی لکھ سکتا ہے، وہی شیعوں کی حدیث کی مشہور کتاب الکافی پر حاشیہ نگاری کا کام کر سکتا ہے۔ مسلمانوں نے اپنے زمانہ میں دینی اور دنیوی علوم کے مرکب نصاب کو جاری کر کے تعلیمی نظام میں ایسی وحدت پیدا کر دی تھی کہ اسی ہندوستان میں ایک زمانہ وہ بھی گزرا ہے کہ غیر مذہب کا آدمی بھی پڑھنا چاہتا تھا، تو اسے بھی اسی نصاب کی کتابیں پڑھنی پڑتی تھیں۔ . . . . حکیم کامراں، دستور، ہیربد وغیرہ . . . . نے اسلامی [illegible] سے درسی کتابیں پڑھیں۔ حکیم کامراں ان کتابوں کا درس بھی دیتا تھا۔ ان کے سوا اس ملک سے [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے عربی نصاب کو ختم کرتے تھے، بداونی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے عہد سکندری کے ایک برہمن کا ذکر کیا ہے۔

"یکے از شعراء عہد سکندر لودی برہمن بودی گویند کہ باوجود کفر علوم رسمی را درس می گفت" (ج ۱ ص ۳۲۳)

حالاں کہ سکندری عہد میں گو دینیاتی کتابوں کے ساتھ معقولاتی عناصر کا اضافہ ہونا شروع ہو چکا تھا لیکن پھر بھی اتنا اضافہ تو قطعاً نہ ہوا تھا جتنا کہ فتح اللہ شیرازی اور ان کے بعد ہوا۔ خیال کرنے کی بات ہے کہ اس زمانہ میں "علوم رسمی" کی کتابیں جو پڑھاتا ہوگا، کیا وہ بزودی اور ہدایہ وغیرہ نہ پڑھاتا ہوگا۔ آخر جب حکیم کامراں سے مسلمان طلبہ تفسیر بیضاوی پڑھتے تھے تو کیا تعجب ہے کہ مسلمانوں کے "علوم رسمیہ" کا پڑھانے والا برہمن ان کتابوں کو نہ پڑھاتا ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ بزرگوں سے دینیات کا جو کورس بطور متروکہ کے ہم تک پہنچا ہے وہ اتنا مختصر اور چند گنی چنی کتابوں پر مشتمل ہے کہ ہر عہد اور ہر زمانہ کے تعلیمی نظام میں اس عہد کے مروجہ علوم و فنون کی کتابوں کو ہم ان کے ساتھ جوڑ سکتے ہیں اور ایک ہزار سال سے زیادہ مدت تک ہم نے ان کو غیر دینی علوم کے ساتھ جوڑے رکھا۔ اسی بنیاد پر میرے نزدیک دین کی تعلیم کے لئے کسی مستقل جداگانہ نظام کو قائم کر کے مسلمانوں میں علمی انتشار اور دو عملی پیدا کرنے کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں ہے۔ دینیات کے اسی نصاب کے ساتھ جب مغلئی عہد کے درباری علوم و فنون، منطق و فلسفہ، ریاضی، فارسی ادب کے نثر و نظم وغیرہ کی کتابوں کو جوڑ کر ہم نے تعلیمی نظام کی وحدت کو پوری قوت کے ساتھ باقی رکھا، کیا وجہ ہو سکتی ہے کہ آج دینیات کے اسی مختصر کورس کو محور بنا کر عہد حاضر کے ٹکسالی علوم و فنون یا زبانوں کی تعلیم کو اس کے گرد ہم گردش نہیں دے سکتے۔ جوں ہی کہ زمانہ بدلتا تھا، بزرگوں کے اس نمونے کو پیش نظر رکھ کر دینیات کے محور کو قائم رکھتے ہوئے ذیلی مضامین کو ترک کر دیا جاتا۔ یا یہ بھی کیا جاتا تو مغلیات کو بھی اختیاری مضامین کا ایک گروپ قرار دیکر عصریاتی علوم کا بھی نصاب میں اضافہ کر دیا جاتا، کاش ایسا ہو جاتا تو آج بدتمیزی کے جس طوفان میں مسلمان ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، غالباً یہ صورت پیش نہ آتی، ولکن ما قدر اللہ فسوف یکون۔

لیکن وقت اب بھی باقی ہے تعلیم کی اس ثنویت، اور دو عملی کو اب بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

توڑا جا سکتا ہے اور توحیدی نظام کو اب بھی اس کی جگہ جاری کیا جا سکتا ہے۔ لوگ مصارف کے سوال کو درمیان میں لاتے ہیں۔ حالانکہ اولاً یہ حکومت ہی کا فرض تھا جہاں دُنیوی علوم وفنون پر وہ کروڑہا کروڑ صرف کر رہی ہے، ہر صوبہ میں کوئی رقم دینی علوم کے معلمین کی تنخواہوں کے لئے بھی منظور کر سکتی ہے، اور اب تو تقریباً تمام صوبوں میں مشرقی تعلیم وامتحان کے نام سے سرکاری مصارف سے ادارے جاری ہو چکے ہیں۔ اور فرض کیجئے کہ اگر حکومت اس پر بھی راضی نہ ہو تو مسلمان اس رقم کو جو آج وہ ان تعلیم گاہوں پر صرف کر رہے ہیں جن میں اُن کی دینیات کے ساتھ مغلئی عہد کے السنہ وعلوم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اسی رقم کو حکومت کی جامعات و یونیورسٹیوں کے حوالے کر کے اپنی تعلیم میں وحدت پیدا کر سکتے ہیں۔ واقعہ تو یہ ہے کہ ہر ہر صوبہ میں مسلمانوں کے جو اوقاف ہیں، حکومت اگر چاہے یا مسلمان حکومت پر زور دے کہ اس چاہنے پر اس کو مجبور کریں تو اوقاف کی اس مدد سے ... اسکولوں اور کالجوں میں دینیات کے قدیم نصاب کو جاری کر کے ثنویت کی اس لعنت سے مسلمانوں کو نجات مل سکتی ہے۔

ملہ "ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم وتربیت" کے جلیل القدر مصنف مولانا گیلانی جو دیوزاد عالموں میں تھے جو گزرے ہوئے زمانے کے علما کی یاد تازہ کر دیتے تھے۔ انکی لکھی ہوئی کتاب ہے، متعدد جہات سے یہ اقتباسات ماخوذ ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید اوصاف علی

ابھی تک ہم یہ نہیں طے کر پائے کہ ہماری تعلیم عربی مدارس میں جو تعلیم دی جاتی ہے، اس کی غرض وغایت اور مقصد کیا ہے؟

عبدالرحمٰن کشمیری

یہ بات واضح کر دی جائے کہ یہ جو نصاب عربی درسگاہوں میں رائج ہے بحث اس حد تک محدود رہے گی، یا ایک جامع نصاب تعلیم اور پورا مقصد تعلیم جو قرآن کی روشنی میں اُمتِ مسلمہ معین کرے اور اس کی منہاج، جو نبوت نے مقرر کی ہے، اس کی روشنی میں DISCUSSION ہوگی؟

سعید احمد اکبر آبادی

بات یہ ہے کہ سیمینار کے لیے جو موضوع رکھا گیا ہے تو وہ تو یہی ہے کہ "اسلامی مدارس کا نصاب و نظام اور جدید تقاضے"۔ اب اس میں ضمنی طور پر بحث ہو سکتی ہے کہ مقصد کیا ہے، اسلامی مدارس کا، مگر وہ فقط ضمنی بیک گراؤنڈ کے طور پر۔ اس لیے کہ جب آپ کو نصاب کے اوپر گفتگو کرنی ہے تو پہلے تو آپ کو یہ بتلانا ہوگا کہ اس کا مقصد کیا ہے جس کے لئے آپ کو نصاب درکار ہے، تو مقصد پر گفتگو آجاتی ہے۔ پھر نظام کا لفظ بہت کافی وسیع ہے، وسیع معنوں کے اندر مستعمل ہوتا ہے۔ اس میں عالمی نظام بھی آجاتا ہے، تدریسی نظام بھی آجاتا ہے، تربیتی نظام بھی آجاتا ہے، اور بہت سارے نظام آجاتے ہیں تو اس طرح کی ہمہ جہتی گفتگو کے لیے تو وقت کم ہے۔

اس وقت مولانا عبدالسّلام خاں کا مقالہ جو آپ کے سامنے پڑھا گیا ہے اس میں بھی انھوں نے مختلف چیزوں کو لیا ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ نصاب اور مقصد تعلیم، ان دو کے اوپر گفتگو ہو جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالرحمن کشمیری: مقصد کی نوعیت سے نصاب متعین ہوتا ہے۔

سعید احمد اکبر آبادی: گویا پہلے مقصد کے اوپر گفتگو کر لیجئے، اس کے بعد ـــ

بیدار: الگ الگ اٹھانا مناسب نہیں۔

عبدالرحمن کشمیری: بحث بہت پھیل سکتی ہے، اس لئے اگر اس کو اور محدود کر دیں تو اس حد تک رکھئے کہ عربی مدارس جو اس وقت قائم ہیں، وہ کیا مقاصد لے کر قائم ہیں، اور انھیں کی حد تک اس نصاب میں تھوڑی بہت اصلاح و ترمیم پر گفتگو کر لیجئے۔

علی اکبر ترمذی: تقاضوں کا مسئلہ ہے، وہ رہ جاتا ہے، جو سب سے اہم ہے۔

عبدالخالق نقوی: جو سب سے اہم ہے۔

علی اکبر ترمذی: مسئلہ جو ہے، وہ یہ ہے کہ جدید تقاضوں کے پیش نظر نصاب تعلیم ترتیب دینا ہے۔ اگر صرف یہی دکھا جائے کہ مقصد کیا ہے اور نظام کیا ہے، اس کو رہنے دیا جائے، تو پھر تقاضوں کا مقتضا پورا نہیں ہوتا۔ تو تقاضوں کے ماتحت وہ مقصد بھی آجاتا ہے، تقاضوں کا جب ذکر کرتے ہیں تو مقصد یقیناً آجاتا ہے کیونکہ تقاضے جبھی ہوتے ہیں، جب مقصد ہوتا ہے۔ اور نظام تعلیم میں جیسا کہ مولانا نے ابھی کہا، مالی تنظیم، نصابی تنظیم سب آجاتی ہے۔

عبدالسلام قدوائی: مقصد کا جہاں تک تعلق ہے، اسلامی علوم کا سمجھنا، سمجھانا اور اسلامی علوم کا تحفظ، یہ مقصد ہے ان کا۔ اس کے لئے کتابیں

عبدالعلیم: جہاں جہاں تبدیلیاں اور اصلاحیں ہوتی ہیں، اگر وہ سب ایک جگہ جمع ہو جائیں تو گفتگو میں آسانی ہو جائے۔

عبدالخالق نقوی: بھوپال میں بھی نواب حمیداللہ خاں کے زمانے میں ایک ایسی کمیٹی بنی تھی جس کے ممبروں میں مولانا امین، سید سلیمان ندوی، شبیر احمد عثمانی، مفتی کفایت اللہ، خلیل عرب اور مقامی علماء تھے۔ مقصد اوور ہال کرنا تھا۔ ان لوگوں کا خیال تھا کہ اب پرانی (OUTMODED) کتابوں کے رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کمیٹی کی سفارشات کو بھی منگوایا جائے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شبیر احمد خاں غوری :۔ اس سلسلہ میں ایک کوشش مولانا آزاد کمیٹی کی تھی، اور ایک کوشش رام پور کے مدرسۂ عالیہ کے ذیل میں بھی ہوئی تھی۔ ۴۹ء سے ۶۲ء تک، جب میں سبکدوش ہوا۔ میں بڑی بڑی امیدیں لے کر گیا تھا، مگر بڑا تلخ تجربہ ہوا۔

اصل میں طالب علم کے سامنے کوئی مستقبل نہیں ہے۔ جب ۱۹۴۶ء میں اس سلسلہ میں کمیٹی بنی تو ہم نے مولانا آزاد کے سامنے سب سے پہلے یہی سوال رکھا کہ طالب علموں کا کیا حشر ہونا ہے، اور یہ کہ اس مادی دنیا کے اندر وہ کیا کریں؟ مولانا کے پیش نظر یہ تھا کہ حکومت کی سرپرستی میں یہ اصلاح ہو جائے۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ حکومت سے یہاں کے فارغ طلبا کو کیا امداد مل سکے گی۔

۶۰ کے قریب ایسے مدارس تھے جن کو حکومت سے امداد ملتی تھی، ان کے بارے میں مولانا کی خدمت ایک نقشہ پیش کیا گیا تھا کہ ان کی کس طرح امداد کی جائے۔ مگر مولانا ہم سے دور ہوتے گئے اور یہ مسئلہ یونہی پڑا رہا۔ اصل مسئلہ بہرحال طلبائے مستقبل کا مسئلہ ہے، اگر ان کی دنیا درست نہ ہوگی تو کوئی اصلاح کارآمد نہ ہوگی۔

سعید احمد اکبر آبادی :۔ میں جب کلکتہ جا رہا تھا تو مولانا آزاد نے کہا تھا، یہ نصاب اپنے یہاں رائج کرنا۔ کئی سال تو مجھے مدرسے کو ٹھیک کرتے لگ گئے، پھر میں نے نیا نصاب اسی کی بنیاد پر بنا کے دیا، مگر جیسے کہ گورنمنٹ کے کام ہوتے ہیں، وہی ہوا، پڑا رہا، اور وہاں بھی نافذ نہ ہو سکا۔

زبیدالحسن فاروقی :۔ ان اصلاحات کو بنیاد بنا کر کوئی ایسا مدرسہ قائم ہو یا کوئی بڑا مدرسہ انھیں نافذ کر کے چلے اور اس کے فارغ التحصیل طلبہ نکل کے سامنے آئیں تو امید ہے دیگر مدارس بھی اصلاح کر لیں گے، مدارس عربیہ بہرحال ضروری ہیں تاکہ قرآن وغیرہ پڑھا جاتا رہے۔

محمد اجمل خاں : قرآن کی نزولی ترتیب پر تقریبہ کے بعد ہمارے ہاں تمسک زیادہ تو ہے 'انزل من قبلک' کی بھی کوئی کتاب پڑھائی جاتی ہے؟ خود قرآن اصل اللہ کا مصحف پڑھنے کے بجائے، ہم عثمان کا مصحف پڑھتے ہیں،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کس دور میں کیا حصہ نازل ہوا، یہ کچھ پتہ نہیں، آخر میں مکہ دیکھ لی دین پڑھتے ہیں، کب یہ نازل ہوا یہ معلوم نہیں۔

عبدالسلام قدوائی :- ہم تو آخر میں یہ پڑھتے ہیں" من شر الوسواس الخناس"

اجمل خاں :- اور یہ جانے بغیر کہ "خناس" کیا چیز ہے!

عبدالرحمن کشمیری

اصلاح کا عمل نیا نہیں، تمام مدارس میں ردوبدل ہوتے چلے آئے ہیں۔ ہم ۱۸۹۹ء میں اس سلسلہ میں ہماری سب سے پہلی آواز اٹھی۔ تو تقاضوں کے تحت اصلاح ہوتی رہنی چاہیئے مگر اوپر سے ٹھونسی نہیں جا سکتی، البتہ یہ تجویز مشورے کے طور پر پیش کی جا سکتی ہے۔

اس وقت پورے عالم اسلامی میں SACRED اور سیکولر کی ٹکر ہے نئی یونیورسٹیاں جو PRODUCTION دے رہی ہیں وہ انھیں دوسرے راستے پر لیجا رہی ہے۔ عالم اسلامی کی نئی نسل میں تشکیک پیدا ہو رہی ہے۔

سپاہ تازہ برانگیزم از ولایت عشق
۔۔۔۔۔ خلل از بغاوت خرد ہست

اس لیئے ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ کس قسم کا انسان پیدا کرنا اور انسان سے کیا کام لینا ہے۔ دوسری طرف اسلامی ثقافتیں ہیں SYNTHESISE کن ہو قرآن نے جو کائنات اور انسان کا تصور پیش کیا ہے۔ اس کے پیش نظر انسان کی ذات سے تعلق رکھنے والے سارے علوم کو نہیں لینا پڑے گا۔ اس کے لیے ایسے ادارے ہی کام دے سکتے ہیں۔ جیسے مثلاً جامعہ ملیہ یا علی گڑھ، اس سلسلہ میں وہاں کے قواعد اور ملک کا دستور جس حد تک اجازت دیں، ہمیں کچھ کرنا چاہئے تاکہ عربی درسگاہوں کے طالبان سے استفادہ کر سکیں۔

○

کسی قوم کا مقصد تعلیم جو ہے وہ اس کے ملی مقصد حیات سے پیدا ہوتا ہے، اور اس سے علیحدہ کسی قوم کا نصاب تعلیم نہیں بنایا جا سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت مسلمہ دنیا کے اندر خود اسلام پر قائم رہنے اور دوسروں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے دنیا میں آئی ہے؛ اور اسی مقصد سے اس کا نظام تعلیم بنتا ہے۔ ہمارے مدارس عربیہ کے اندر جو نصاب ہے اس میں صرف اتنا ہو کے رہ گیا ہے کہ کچھ مدرسین پیدا کر لیے کچھ امامت اور خطابت کے لیے۔ اس لیے نصاب تعلیم میں جو اصلاح خیال کا اظہار فرمایا گیا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی PHYSICAL SCIENCES وہ لازمی طور پر نصاب میں داخل کی جائیں؛ اور اس کے ساتھ ہی سائیکالوجی، جو LOGIC سے پہلے ہے، اور BIOLOGY پھر اس کے بعد منطق اور اس قسم کی جو چیزیں ہیں سب آئیں۔ طبعی علوم سے، ان علمانے جنھوں نے فلسفۂ یونان پر سخت تنقیدیں کی ہیں، انھوں نے کبھی بھی انکار نہیں کیا۔ چنانچہ آپ حافظ ابن تیمیہؒ کی کتابیں اٹھا کر دیکھیے، الٰہیات پر ان کی تنقید ہے، لیکن جہاں تک ریاضی کا تعلق ہے اور طبعی علوم کا جہاں تک تعلق ہے "الرد علی المنطق" میں اور اپنی تمام کتابوں میں اس کی تائید اور توثیق کی ہے۔

اور پھر اس کے ساتھ انسان کے مطالعہ کے لیے پوری کائنات کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ انسان بجائے خود ایک 'MICROCASM' ایک عالم صغیر ہے، چھوٹی سی کائنات؛ اس کا مطالعہ کرنے کے لیے پورے کائناتی علوم کو پڑھنا پڑتا ہے۔ تو جیسے بچے کو اپنے طبعی ماحول سے واقفیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لیے نصاب میں طبعی سائنس کی کتابیں ضروری ہیں، اسی لحاظ سے اس کے نصاب میں سماجی علوم کے جتنے بھی شعبے ہیں وہ سب کے سب داخل کیے جائیں، اسی کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیم اس انداز سے دی جائے کہ قرآن مجید کو مرکز مان کر DIRECT METHOD بہ قرآن کی عربی سکھائی جائے۔ لغت سکھائی جائے تو صرف قرآن کے الفاظ ROOT WISE ارینج کر لیے جائیں، جیسا کہ کتابیں مرتب ہو گئی ہیں، کہ ایک مادہ کے جتنے بھی الفاظ ہیں ان سب کو اسباق میں لا کر بچہ کی VOCABULARY اس طرح سے قرآنی VOCABULARY پہلے تیار کی جائے اور پھر قرآن ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے صرف و نحو اور معانی اور بیان کے استقرائی طریقہ سے اسباق تیار کیے جائیں، اس طرح سے ان کو عربی زبان بھی آجائے گی اور قرآن سے بھی واقفیت پیدا ہوگی۔ دوسرے درجہ میں آپ انھیں عربی ادب پڑھا سکتے ہیں، اور پھر قرآن و سنت کا تعلق قائم کر کے اس طرح سے حدیث کا مطالعہ بھی آپ کرا سکتے ہیں۔ پھر اس کے ساتھ فقہ اور جتنے بھی علوم اسلامیہ اس سے پیدا ہوتے ہیں، وہ سب کے سب۔ درجے قائم کرنے پڑیں گے؛ بنیادی تعلیم BASIC EDUCATION اور پھر بنیادی تعلیم کو آگے جا کے پھیلا دیا جائے۔ مثلاً ایک بچہ نے قرآنی عربی پڑھی، دوسرے درجہ میں جا کر آپ اس کو عربی نثر و نظم سے واقف کرتے ہیں یا پھر اس کے بعد ایک درجہ آتا ہے کہ آپ شعرائے جاہلیت کے کلام سے اور نثر کے نمونے سے واقف کرتے ہیں۔ اس قسم کے مدارج قائم کر کے بنیادی تعلیم کو پھیلا کر کے آگے بڑھاتے چلے جائیں اور ہر علم کو قرآن مجید کے ساتھ CORELATE کرتے چلے جائیں۔ قرآن مجید کو SUBJECT WISE ترتیب دے کر بچہ کو قرآن مجید سے واقف کیجئے۔ پھر قرآن کا سنت سے تعلق، اور پھر اسی طرح تفصیلات کرتے چلے جائیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم بہت حد تک مفید ہو سکے گی۔ اور پرانے علوم عقلیہ کی جگہ اس وقت کے سارے علوم داخل کیے جائیں، البتہ METAPHYSICS فلسفہ الٰہیات جسے کہتے ہیں، تو جب تک قرآن و سنت اور ان علوم میں بصیرت نہ پیدا کی جائے، اور مذاہب کا تقابلی مطالعہ کا بھی ایک درجہ آئے گا ——

تو ایک بچے نے جو ایک تعلیم حاصل کر لی ہے، اس کے لیے وہی کافی ہے۔ آگے پڑھایا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہوگا۔ پھر جس بھی زندگی کے میدان میں جانا چاہے، انجینئر بننا چاہے، ڈاکٹر بننا چاہے، آسانی سے جا سکتا ہے۔ البتہ دین کی تبلیغ کے لیے جن علما کو تیار ہونا پڑے گا، ان کے لیے ——

محمد اجمل خان :— مولوی صاحب! انجینئری اور ڈاکٹری میں داخلہ نہیں ہوتا جب تک فرسٹ کلاس پری انجینئرنگ یا پری میڈیکل نہ ہو۔ عربی پڑھ کے انجینئرنگ میں کیسے چلے جائیں گے ——

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کشمیری :- میں اس کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں کسی مکتب میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، میری الف سے لے کر بی تک ساری تعلیم کنڈرگارٹن سے لے کر اب تک وہی ہے، تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ تبلیغ کے لیے ان کو انہی کی منہاج سیکھنی ہوگی۔ موجودہ سائنٹفک میتھڈ سے واقفیت پیدا کرنی ہوگی۔ تجربہ اور عقلمند لوگوں کی جو کتابیں ہیں، یورپ میں جو تحقیقات کر رہے ہیں، ان سب سے واقفیت پیدا کرنی ہوگی۔ تو عصری تقاضوں کا مطلب اگر کوئی یہ سمجھے کہ اسلام موم کی ناک ہے کہ جس طرف چاہیں، زمانے کے ساتھ اس کو موڑ دیا جائے، اگر اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو تو میں اس کو زور دے کر کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام دین ہے اور دین PERMANENT VALUES کا حامل ہے، اس کی مستقل اقدار ہیں، وہ زمان و مکان کے تغیر کے ساتھ نہیں بدلتی ہیں، زمان و مکان کے اندر جو تغیر ہوتا ہے وہ اور چیزوں میں ہوتا ہے۔ ان چیزوں اور تقاضوں سے کسی کو انکار نہیں، اس لیے عربی مدارس کے اندر علوم عقلیہ کا جہاں تک تعلق ہے، ان طبعی اور سماجی علوم کو ضرور داخل کیا جانا چاہیئے اور اسی کے ساتھ ساتھ یورپ کی زبانیں، جن جن چیزوں کو مدارس والے ضروری سمجھیں وہ سب داخل کی جائیں۔

علی اکبر ترمذی

کچھ ہم بحث سے ہٹ گئے ہیں۔ غرض و غایت اس سیمینار کی موجودہ زمانے کے جو تقاضے ہیں ان کے پیش نظر ہمیں غور کرنا ہے کہ ہمارا موجودہ تعلیمی نظام جو ہے کس حد تک ان تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اگر ہم اس سے ہٹ جائیں اور یہ سوچیں کہ یہ جو نظام ہے ٹھیک ہے، اسی کو رہنے دیا جائے، اس میں معمولی سی تبدیلی کر دی جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنے موجودہ زمانے کے تقاضوں پر غور نہیں کر رہے ہیں۔ سب سے پہلی چیز جو ہے، میں اس کا قائل نہیں ہوں کہ تعلیم برائے تعلیم کوئی چیز ہے، تعلیم جو ہے وہ زندگی کے لیے ہوتی ہے؛ ایک اچھا مسلمان بنانا! لیکن ساتھ ساتھ ایک اچھا مسلمان ایک اچھا شہری بھی ہوتا ہے۔ وہ ۲۴ گھنٹے صرف مسلمان نہیں رہتا؛ یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دو علیحدہ ہیں یہ جو آپس میں ٹکراتے نہیں ہیں، بلکہ جو مساوی ہیں گویا مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ایک شہری بھی ہوتا ہے، ایک اچھا انسان بھی ہوتا ہے تو ہمیں یہ بھی کوشش کرنی ہے کہ ایک طالبعلم کی جو شخصیت ہے وہ بھی اُبھرے، تعلیم کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچہ کی شخصیت کو اُبھارنا، اس کو مواقع بہم پہنچانا۔ جب ایک شخص تعلیم پاتا ہے تو اس کا کچھ مقصد ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی طالب علم کی صلاحیتیں ایک اچھے انجینئر بننے کی ہوں، ایک اچھے ڈاکٹر بننے کی ہوں، تو کیا ضروری ہے کہ ہم اسے ایک دینی تعلیم کا (THEOLOGIAN) بنا کے رکھ دیں۔ تو ہمیں یہ بھی سوچنا ہے کہ بچے APTITUDE کیا ہے موجودہ تعلیم کا مقصد بھی یہ ہے کہ پہلے یہ معلوم کیا جائے کہ اس کا میلان طبع کیا ہے، اس کا رجحان کیا ہے۔ اگر ہم اسے اس پر زبردستی ٹھونس دیں کہ نہیں تمہیں تو مولوی بنانا ہے، یا واعظ بنانا ہے۔ یا ذاکر بنانا ہے، تو میں سمجھتا ہوں بچہ کے ساتھ زیادتی کرتے ہیں۔ دوسری بات جو ہمیں غور کرنی ہے یہ ہے کہ دوسری قومیں کیا کر رہی ہیں۔؟ مسلمانوں کے علاوہ دوسرے بھی مذاہب ہیں ہندوستان میں، وہ لوگ کیا کرتے ہیں؟۔ ایک موٹی مثال ہمارے سامنے عیسائیوں کی ہے آخر عیسائی تو مسلمانوں سے زیادہ گویا کہ عیسائی ہوتے ہیں، وہ اپنا تعلیمی نظام کیسے چلاتے ہیں۔ آپ غور فرمائیں کہ CONVENT SCHOOLS میں جس طرح تعلیم دی جاتی ہے وہ دینی تعلیم بھی ہوتی ہے اور دُنیوی بھی؟ اور وہاں جو صاحب کر پڑھاتے ہیں، چونکہ میں خود کانونٹ اسکول میں پڑھا ہوں، اور کچھ عرصے تک

پڑھایا بھی ہے، جیسے کہ مولانا فرما رہے تھے، آکسفورڈ کے ڈی۔ فل۔ ہوتے ہیں، کیمبرج سے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، اور وہ ڈھائی سو روپیہ تنخواہ پاتے ہیں! ان کا ایک مشن ہوتا ہے، ان کا ایک مقصد ہوتا ہے۔ بچوں کے ساتھ وہ کھیلتے بھی ہیں، تماشے بھی کرتے ہیں، اور ان کے ساتھ اپنے آپ کو ملا لیتے ہیں، اس وجہ سے وہ بچوں کے اتنے قریب آجاتے ہیں کہ وہ ان کی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ میں کئی مرتبہ مدرسوں میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب جو ہیں، وہ صرف ان کو جو تنخواہ ملتی ہے، اس کی غرض سے پڑھاتے ہیں بچوں کو۔ تو ہمیں یہ بھی سوچنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ یہاں جو مدرس ہیں، ان کے سامنے کوئی مشن ہے یا نہیں۔ اگر مشن ہے تو یقیناً کامیاب ہوں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دُنیوی تعلیم بھی بہت ضروری ہے، کیونکہ اگر ہم ایک شخص کو صرف ماہرِ دینیات بنا دیں تو وہ ہمارے معاشرے میں، ہماری سوسائٹی میں کس حد تک مفید ثابت ہوگا؟ آج جو فارغ التحصیل ہوتا ہے دیوبند سے یا کسی اور ادارے سے، وہ سماج اپنے آپ کو کس حد تک ADJUST کر لیتا ہے؟

میں کئی مرتبہ اس سلسلے میں اپنے دوستوں سے بحث کر چکا ہوں؟ وہ اس کا اظہار کھلے بندوں کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں، لیکن وہ دل میں یقیناً سوچتے ہیں۔ وہ اس معاشرے میں، اس سوسائٹی میں، MISFIT ہیں۔ اور اگر وہ تعلیم پانے کے بعد بھی یہ محسوس کرتے ہیں کہ وہ MISFIT ہیں، تو یقیناً ہمارے نظام میں کسی قسم کی تبدیلی ضروری ہے تو کیوں ہم یہ کوشش نہ کریں کہ یہ جو CONVENT SCHOOLS ہیں، انھیں کے پہلو بہ پہلو یا اس سے کچھ قریب قریب ایسا نظام ترتیب دیں کہ بچّے کی مذہبی تعلیم بھی ہو اور اُسے دُنیوی تعلیم بھی ملے۔

سکھوں کے یہاں جو خالصہ اسکول ہیں، ان کے یہاں ایک پیریڈ ہوتا ہے جسے وہ کہتے ہیں "دھارمک شکشا کا پیریڈ"؛ اس میں گرنتھ صاحب پڑھاتے ہیں، اور دوسری کتابیں پڑھاتے ہیں؛ وہ لازمی ہوتا ہے۔ آریہ سماجیوں کے یہاں بھی دھارمک شکشا کا ایک ایک پیریڈ ہوتا ہے، جس میں وہ مختلف مذہبی تعلیم دیتے ہیں۔ اگر ہم بھی اسی قسم کا نظام ترتیب دیں تو یقیناً میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ زمانے کے تقاضوں کے مطابق اسے پورا کر سکیں گے، کیوں کہ اگر ہم یہ نہیں کر سکیں گے، تو دوسرا پہلو مالی مشکلات کا ہمارے سامنے آتا ہے۔ کئی مدرسے چندوں پر چلتے ہیں؛ آخر یہ چندے کب تک ہم حاصل کرتے رہیں گے۔ لوگوں پر بار ہوتا ہے۔ اگر کانونٹ قسم کے اسکول ہم قائم کر دیں اور ہمارے یہاں جو اوقاف ہیں، ان کا روپیہ ہم اس طرف لگا دیں ـــــ بہت سے مسلمانوں کے اوقاف ہیں۔ ایک نظام بنایا جائے اور کانونٹ بالکل اسی طرح ہم جاری کریں اور چلائیں تو مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یقین ہے کہ اردو اسکولوں کے بچے بھی، دوسری قوموں کے بچے — آپ کوشش کیجیے۔ گورنمنٹ اسکول میں بچے نہیں جاتے، سینٹ کولمبس میں، سینٹ زیویرس میں، "کانونٹ آف جیسس اینڈ میری" میں جاتے ہیں؛ کیا وجہ ہے آخر۔ انھوں نے اپنا نصاب تعلیم اتنا اونچا کر دیا ہے، ان کے یہاں کے جو فارغ التحصیل ہوتے ہیں، وہ سوسائٹی میں اتنے کامیاب ہوتے ہیں — آپ ان بچوں سے بات کیجیے، وہ بڑے ذہین معلوم ہوتے ہیں، تمام معلومات انھیں حاصل ہوتی ہیں۔ ہمارے اسکولوں کے بچے جو پڑھ کر نکلتے ہیں تو وہ معلومات کے لحاظ سے، تو سوسائٹی میں گویا بالکل صفر ہوتے ہیں۔

عبدالخالق نقوی

ترمذی صاحب نے جو ارشاد فرمایا چھوٹے بچوں کی تعلیم کا، تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی بہت اہم اور ضروری پہلو ہے۔ اس لیے کہ اگر ہمارے بچے صحیح تربیت نہیں پائیں گے تو وہ آئندہ چل کر بھی اچھے شہری نہیں بن سکتے، اچھے مسلمان بننا تو بہت بڑی بات ہوتی ہے؛ کانونٹ میں غیر عیسائی بھی اپنے بچوں کو بھیجنا پسند کرتے ہیں، یہ صحیح ہے، اس لیے کہ وہاں سے بچے نکل کر گالیاں نہیں بکتے، بیہودگیاں نہیں کرتے، بدتمیزی نہیں کرتے۔ لیکن ہم اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ — مثلاً میں جس محلہ میں رہتا ہوں، وہاں ایک اسکول ہے، مظہر الاسلام اسکول؛ میں سمجھتا ہوں بچہ کو اگر غارت کرنا ہو اور اس کی زندگی برباد کرنا ہو تو وہاں بھیج دیجیے۔ تو یہ بہت اہم پہلو ہے۔ اور کچھ عجیب بدقسمتی رہی ہے ہم لوگوں کے ساتھ کہ ہمارے یہاں مثلاً علی گڑھ کی درسگاہ ہے، دیوبند ہے اور جامعہ ملیہ ہے "نمائندہ درسگاہیں"۔ عرض کر رہا ہوں؛ میں معذرت کے ساتھ ایک صاحب کا ایک مقولہ یہاں پیش کرنا چاہتا تھا کہ جسکو دین سے غافل کرنا ہو، علیگڑھ بھیجدو، جسکو دنیا سے غافل کرنا ہو تو دیوبند بھیجدو، جسکے دین اور دنیا دونوں سے غارت کرنا ہو اُسے جامعہ ملیہ بھیجدو۔ تو میرے خیال کے مطابق اس وقت یہ ہمارا جو سمینار ہو رہا ہے، بہت اہم ضرورت کو پورا کر رہا ہے۔ اور اس وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہمارا سب سے اہم مسئلہ ہماری تعلیم کا مسئلہ ہے، اور تعلیم کے مسئلہ کے ساتھ دینی تعلیم بھی اس کے اندر شامل ہے جسے ہم نظر انداز نہیں کر سکتے، دینی تعلیم بڑی چیز ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم لوگ ایجوکیشن کے اپنے اس مسئلہ کو حل کر لیں تو ہماری زندگی کے بہت سے مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ آج سب سے بڑی اہمیت اسی مسئلہ کو حاصل ہے کہ ہم تعلیم یافتہ نہیں ہیں، ہمارے بچے تعلیم یافتہ نہیں۔ میں جس محلہ میں رہتا ہوں، وہاں میں نے یہ سنا ہے لوگوں کو کہتے ہوئے کہ صاحب! یہ لوگ تو ہیں پردیسی، اس لیے ان کے بچے پڑھتے ہیں، ہم لوگ ہیں دلی والے، ہمیں پڑھنے کی کیا ضرورت ہے۔ خدا نے بہت کچھ دے رکھا ہے۔ دلی جو تہذیب اسلامی کا ایک بڑا مرکز رہا ہے، یہاں کے لوگ کرخنداری کرتے ہیں، زوال و اضمحلال کی یہ صورت پیدا ہو چکی ہے کہ ماں باپ ایسی باتیں کرتے ہیں، بچوں کو ایسی تعلیم دیتے ہیں کہ وہ کبھی مہذب اور مفید شہری نہیں بن سکتے۔ اصل میں تو ہمیں سب سے زیادہ اخلاقی تعلیم کی ضرورت ہے۔

ہمیں تاریخ سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہے۔ جب کبھی لوگوں نے اپنے دماغ کو تیار نہیں کیا تو تبدیلیاں آئیں تو وہ RESIST کر سکے نہ مقابلہ کر سکے، اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم ابھی سے تیاری شروع کر دیں اور اپنے لوگوں کو بتلائیں کہ بھائی جو تبدیلی آرہی ہے کس قسم کی ہے، اور ہم جس چیز کے اوپر قائم ہیں وہ کیا ہے۔

جدید نصاب تعلیم کے سلسلہ میں میں سمجھتا ہوں کہ جس طریقے سے ہماری یونیورسٹیوں میں تخصص کے علاوہ ریسرچ کا بھی انتظام ہے تو ہماری دینی درسگاہیں کیوں محروم رہیں۔ اس لیے وہاں بھی اس کا انتظام ہونا چاہیے کہ وہاں سے لوگ ریسرچ کریں، اور بحث و تدقیق سے کام لیں، کتابیں ایڈٹ کریں، نئی کتابیں لکھی جائیں، سب ریسرچ کا کام ہو۔ یہ وہاں پر ہونا چاہیے۔ اور اگر اس طریقے سے ریسرچ کا کام شروع کریں گے تو دوسرے لوگوں کے لیے بہت کچھ ملے گا، ان کی ہمت بڑھے گی کام کرنے کی۔

ایک چیز یہ ہے کہ ہمارے یہاں کا ایک فیشن بن رہا ہے کہ [illegible] [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

درس گاہوں میں منطق و فلسفہ کی جو تعلیم دی جاتی رہی، ان کی ہمیشہ ہم تطبیق دیتے رہے کہ دیکھو قرآن کے اندر یہ ہے، اور فلسفہ یہ ہے؛ تو ہم نے فلسفہ کو قرآن کے مطابق، یا قرآن کی تعلیم کو فلسفہ کے مطابق کرنے کی کوشش کی۔ یہ فلسفہ اور سائنس جو کچھ ہے، انسانی معلومات کے اوپر اس کی بنیاد ہے، انسانی معلومات ہمیشہ بدلتی رہی ہیں اور آئندہ بھی بدلتی رہیں گی۔ جس نقطہ کے اوپر جس مقام کے اوپر ہم ہیں، اب سے دو سو برس کے بعد آنے والے لوگ ہمیں سمجھیں گے کہ ہمارے بزرگ جو تھے وہ بہت جاہل تھے، بہت ہی تاریک خیال تھے۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس بات کی بھی کوشش کی جائے کہ کبھی ان دونوں کو ایک دوسرے کے مقابل کبھی نہ لایا جائے۔ قرآن کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ ہم کو کوئی مؤرخ بنا دے، یا سائنٹسٹ بنا دے، یا ڈاکٹر بنا دے، یا انجینیر بنا دے۔ قرآن کا مقصد تو صرف یہی ہے کہ وہ ایک شریف اور مہذب انسان بنائے، اور ہم کو اس سوسائٹی کا ایک مفید اور ایک صالح رکن بنا دے۔

میں سمجھتا ہوں، اگر ان چیزوں کی روشنی میں ہم غور کریں گے تو ہم کو اپنے نصاب کے مرتب کرنے میں اور اس کا خاکہ تیار کرنے میں شاید زیادہ مدد ملے گی۔

عبداللطیف اعظمی

اس لطیفہ کا ذکر ہمارے یہاں جامعہ میں بھی ہوتا ہے، یہ اس کی علامت ہے کہ ہم تبدیلی کے خلاف ہیں۔ ہندستان کے عربی مدارس میں اگر کوئی ہے تو وہ ہے مدرسۃ الاصلاح یہاں ابتدائی تعلیم کے جب میں ندوہ میں گیا تو یہ

دوسرا قدم ہے جہاں مولانا شبلی کی کوششوں سے اصلاح کا کام ہوا ہے۔ تو یہ جو آپ نے بات سنائی (مولانا ندوی نے) کہ جیسے دین حاصل کرنا ہو دیوبند جائے، اور جیسے دنیا ۔۔۔ یہ سب سے پہلے میں نے ندوہ میں سنی۔ چونکہ ندوہ میں یہ بھی کہ دین حاصل کرنا ہو تو دیوبند جاؤ۔ یہاں تو نہ دین ملتا ہے نہ دنیا ملتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ یہ میں پہلے ندوہ میں سن چکا تھا اور وہاں پر بھی یہ کشمکش بہت تھی، کہ ہمارے ہاں تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ اور بڑے طنز آمیز جملے قدیم مدارس پر وہاں استعمال کیے جاتے تھے؟ اپنے بارے میں فخریہ انداز اختیار کیا جاتا تھا، اور زیادہ تر تصنیف و تالیف، جو ندوہ کا امتیاز رہا ہے، اس کو بیان کیا جاتا تھا کہ دیکھو دیوبند نے —— پھر جب میں یہاں آیا ہوں جامعہ میں، تو یہاں یہ بات بہت مشہور تھی۔ ابھی چند روز کی بات ہے ہمارے یہاں میلہ کے موقع پر ایک مباحثہ تھا کہ جامعہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی یا نہیں؟ تو اس میں ضیاء الحسن فاروقی صاحب نے یہ خود بیان کیا تھا۔ تو میں نے اس کا جو جواب دیا وہیں ڈیبیٹ میں کہ محرومی کا جو احساس بیان کیا جاتا ہے تو اس زمانہ میں جب میں جامعہ میں آیا تھا یہ واقعہ ہے کہ مقصد ہمارا کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا ہے؟ نہ بظاہر وہاں دین تھا نہ دنیا تھی۔ تو ہم لوگ اس پر بہت بحث کیا کرتے تھے۔ میں نے کہا تھا کہ واقعی مستقبل اس وقت اتنا تاریک نظر آتا تھا کہ آدمی سمجھتا تھا کہ نہ یہاں دین ہے نہ دنیا ہے۔ مجیب صاحب نے اس کا بہت فلسفیانہ جواب دیا۔ انھوں نے کہا یہ تھا کہ: اصل کامیابی اسے ہوتی ہے، جسے محرومی کا احساس ہو؛ اگر ایک شخص یہ سمجھتا ہے کہ مجھے دنیا حاصل ہو گئی ہے تو پھر کوئی مزید کوشش نہیں کرے گا؛ جس کو احساس ہو گیا کہ مجھے دین اور دنیا دونوں حاصل ہو گئے، اسی پر قانع ہو جاتا ہے؛ ہم خوش ہیں کہ ہمیں محرومی کا احساس ہے، اور ہم میں رہا ہے، اسی لیے ہم نے کوشش کی، نئی نئی راہیں پیدا کیں، اور ان کو بھی محرومی کا احساس ہے، اور کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔

مولانا شبلی اور مولانا ابوالکلام آزاد نے اصلاح نصاب کے سلسلے میں جتنی باتیں کہی ہیں، وہ سب میں نے پڑھا ہے اور دیکھا ہے، اور اب جو کوشش ہو رہی ہے میں دونوں میں بہت بڑا فرق محسوس کرتا ہوں۔ اس زمانے میں شبلی بھی جو کوشش کرنا چاہتے تھے، یا مدرسۃ الاصلاح میں جو کوشش ہوئی تھی، کچھ کچھ کتابیں کم کر کے، جس سے نصاب ہلکا ہو جائے اور طالب علم پر بار نہ پڑے۔ لیکن اب زمانہ ہی نہیں بدلا ہے بلکہ ہندوستان کے مخصوص حالات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بدلے ہیں۔ زمانہ بہت بڑھ گیا ہے۔ ہم ان پرانی کتابوں میں پڑے رہیں گے تو ہم اس دور میں کسی کا ساتھ نہ دے سکیں گے۔ بلکہ میں یہ محسوس کر رہا ہوں ہندستان میں جو سیاسی تقسیم ہوئی ہے —— ہمارا سماج کدھر جا رہا ہے، عربی مدارس میں اگر ایسے ہی لوگ پیدا ہوئے جن کا مستقبل کوئی نہیں —— ایک زمانے میں لوگ کہتے تھے کہ نہیں اور جگہ نہیں ملے گی تو کہیں پیش امامی تو کم از کم مل ہی جائے گی، لیکن وہ میدان بھی بہت محدود ہو گیا ہے، تعلیمی کام بھی محدود ہو گیا ہے۔ اور معاشی میدان میں اس قدر کشمکش ہے، اس قدر مقابلہ ہے کہ ہمارے اچھے اچھے انگریزی خواں مسلمان تو اس میں مقابلہ نہیں کر سکتے، عربی مدارس کے لوگ کیا کریں گے؟ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ بہت بنیادی طور پر ہمیں سوچنا چاہیے کہ ہم تعلیم کا کیا مقصد سامنے رکھیں۔ ایک تو بہت ہی واضح ہے، مذہب اسلام کی تعلیم دینا چاہتے ہیں۔ لیکن کیا مذہب اسلام کی تعلیم صرف عربی ہی میں دی جا سکتی ہے۔ عربی کی تعلیم میں جب آپ پڑھاتے ہیں تو ہم واقعہ

یہ ہے کہ صرف و نحو اور دوسرے علوم میں اتنا وقت صرف ہو جاتا ہے کہ اس کے ساتھ جدید علوم کا جو لوگ اضافہ کرتے ہیں، میں ندوہ میں پڑھ چکا ہوں۔ مجھے معلوم ہے کہ انھیں جدید علوم بھی نہیں آتے؛ ٹھیک اسی طرح سے جس طرح سے علی گڑھ یونیورسٹی یا جامعہ ملیہ میں دینیات نہیں آتی، عربی نہیں آتی؛ دونوں! یہاں پر محض عوام کو دکھانے کے لیے یا اپنے ضمیر کو مطمئن کرنے کے لیے عربی علوم اور دینیات کا اضافہ کیا گیا ہے؛ وہاں جدید علوم کا؛ نہ انھیں جدید علوم ملتے ہیں نہ یہاں دینیات ملتی ہے؛ تو ہمیں بہت ہی بنیادی طور پر سوچنا ہے کہ دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کے چلنا ہے۔ پھر، ممکن ہے کہ ہندستان میں آئندہ ترقی کرتے ہوئے ایسا ہو جائے کہ محض تعلیم حاصل کیے ہوئے... آدمی کو ملازمت مل جایا کرے، یہ نہ ہو کہ گورنمنٹ کے منظور شدہ ادارے کا ہو، یونیورسٹی یا کالج ہی کا تعلیم یافتہ ہو تو اسی کو ملازمت ملے جس طرح حالات اور اصلاح میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ تعلیم یافتہ شخص کو [illegible] تعلیم یافتہ شخص کی [illegible] گے جو معاشی [illegible] اوقات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو، تاریخ سے ناواقف ہو؟ جتنے علوم ہیں، سب سے ناواقف ہو تو کیا اسے تعلیم یافتہ کے شمار میں وہ لے آئیں گے؟ میں سمجھتا ہوں کہیں بھی اس کا دخلہ بھی نہیں ہو سکے گا۔ جامعہ ملیہ نے ایک تجربہ کیا تھا، اس تجربہ میں بہت زیادہ ناکامی ہوئی ہے اور وہ تقریباً ختم ہو گیا؛ تجربہ بہت شروع سے یہ تھا کہ عربی مدارس کے پڑھے ہوئے لوگوں کو درجۂ خاص میں داخل کر کے کالج کی تعلیم دلا دیتے تھے، اور بی اے ہو جاتا تھا، پھر اس کے لیے ایم۔اے کے اور آگے کے سب دروازے کھل جاتے تھے۔ لیکن عربی مدارس کے لوگ جب آتے ہیں تو ایک تو عمر زیادہ ہوتی ہے؛ پھر یہ جدید علوم سے بہت ہی ناواقف ہوتے

ہیں؛ اور ایک تیسرا فیکٹر یہ ہوتا ہے کہ ایسے طبقہ سے آتے ہیں کہ جب تک انھیں کافی وظیفہ نہ ملے وہ چل نہیں سکتے۔ اب جب سے گورنمنٹ کی امداد پر ہمارا انحصار رہ گیا ہے، ہمارا اندر کوئی فنڈ نہیں ہے، وظائف کا انتظام نہیں ہے تو ہم ان کو داخل نہیں کر پاتے۔ تو، جو طبقہ ہے جو غریب ہے، جو کہیں تعلیم حاصل نہیں کر پاتا، وہ عربی مدارس میں چلا جاتا ہے، اور بعد میں ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اس وقت چاہے کتنے ہی جوش میں وہ کہے کہ مذہب اگر ہے تو سب کچھ ہے، لیکن بعد میں وہ پریشانیاں ہوتی ہیں کہ وہ سب کچھ بھول جاتا ہے۔ اس لیے میں یہ سمجھتا ہوں کہ تعلیم کا مقصد ہمارا یہ قرار پانا چاہیے کہ ایک اچھا مسلمان بنائیں گے؛ دین اسلام سے واقف کریں گے؛ اس کے ساتھ دنیاوی علوم جتنے ہیں، ان سے بھی ہم انھیں بہرہ ور کریں گے؛ تاکہ اس مقابلہ کی دنیا میں وہ مسلمانوں کے سماج کو اونچا اٹھا سکیں؛ اور یہ جو کشمکش پیدا ہے، جس میں ہم بہت پیچھے جا رہے ہیں، اس میں ہم کچھ آگے بڑھ سکیں۔ یہ مقصد نہیں ہوگا تو ہم کچھ کامیاب نہیں ہو سکتے۔

عبدالحلیم ندوی

— عربی مدارس کچھ مقاصد لیکر قائم ہوئے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب نظام و نصاب میں آپ جو اصلاح کرنا چاہتے ہیں، اس کا حل یہی ہے کہ آپ ایسے ادارے قائم کر کے دکھائیے۔ ندوہ یا دیوبند میں تو یہ ناممکن ہے، اگرچہ ندوہ کی بنیاد عصر حاضر کے تقاضوں پر ہے، مگر وہ تقاضے جنھیں وہ سمجھنا چاہتے ہیں۔ آپ کے پاس اندر بھی تو نہیں۔ جیسے وہ آپ سے لیتے نہیں۔ اُن کا اپنا ایک نظریہ ہے جس پر سارا تعلیمی نظام بھی قائم ہے۔

تو بجائے ان عربی مدارس میں اصلاح لانے کے جو ممکن بھی نہیں، آپ کی یہ جو یونیورسٹیاں ہیں، جامعہ ملیہ ہے، علیگڈھ ہے، یہ کیوں نہیں تبدیلیاں لاتیں ایسی کہ ان مدرسوں کے لوگ یہاں آ کر عصر حاضر کے تقاضے پورے کریں۔

عربی مدارس کے یہ طلبا اکثر تو دینیات کی طرف جائیں گے، کچھ ایسے ہوں گے جن کو عربی آتی ہو گی۔ اس وقت ہندستان کو عربی کی ضرورت ہے۔ موجودہ یونیورسٹیاں کم سے کم یہ تو کر سکتی ہیں کہ جن کا رجحان ایسا ہو انھیں عربی اور اسلامک اسٹڈیز میں داخل کرلیں۔ قاعدے ایسے بنائے جائیں کہ وہ طلبا ادھر آ سکیں۔ اس طرح ہم ایک صاف ستھرا عالم پیدا کر سکیں گے۔

کچھ ایسی ہی بات ان عربی مدارس میں بھی کی جا سکتی ہے کہ موجودہ عربی زبان ہندستان کے لوگ سیکھ سکیں۔ اس کے لیے انگریزی کا مساوی نصاب ضروری ہو گا کہ اس زمانے میں صرف عربی سے کام نہیں چلتا تو دونوں کا ایسا معیار ہو کہ دونوں زبانوں سے دونوں زبانوں میں ترجمہ کر سکیں۔

اور مدرسے یہ کام نہ کر سکیں تو یونیورسٹیوں کو تو کرنا ہی چاہیے، اس طرح معاش کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

قاضی سجاد حسین

جب تک کوئی مقصد نہ ہو جس کی طرف لوگ لپکیں، اُس وقت تک کوئی نصاب کامیاب نہیں ہو سکتا۔ ایک وقت تھا جب دین مقصد اعلیٰ قرار دیا گیا تھا تو اسی نصاب کو پڑھنے سے اچھے اچھے لوگ پیدا ہوئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا اصلاحوں کے نفاذ کا مسئلہ تو ایک مثالی درسگاہ بنا دیجیے، اور اس میں اپنا اصلاحی نصاب رائج کر دیجیے تو خود مثال بن جائے گی۔ بنجر زمین میں آپ صندل لگا کے گلاب کی توقع رکھیں یہ کہاں تک مناسب ہوگا۔ شمس بازغہ پر بحث کرنا، صدرا اور مولویوں پر اعتراض کرنا، اور کہنا کہ وہ بات نہیں رہی تو امین کو لیے پھر دیکھیے وہی بات پیدا ہو جائے گی۔

ان مدرسوں کی جو کیفیت ہے ظاہر ہے وہ۔ زکوٰۃ کے پیسوں پر چلنے والے مدرسے، جہاں نچلے طبقے کے غریب لوگ پڑھنے آتے ہیں، غزالی کیسے پیدا کریں گے۔ اگر آپ اس کی طرف توجہ کریں تو اعلیٰ صلاحیتیں، اور اعلیٰ کمال بھی پیدا ہو سکتی نہیں۔ کوئی ایک مدرسہ اس کے لیے مقرر کر کے ایک مثالی درسگاہ کے طور سے چلائی جائے، ایک معقول نصاب اس کے لیے تیار ہو، پھر یہ مثال بن سکتا ہے پورے ہندستان کے لیے۔

نورالدین احمد

تعلیم کا مقصد کیا ہے؟ معاش یا کچھ اور؟ میرے خیال میں معاش؟ تعلیم کا مقصد نہیں رہا، یہ میں ایک تاریخی بات پیش کر رہا ہوں۔ آپ کے جتنے کروڑ پتی لوگ ہیں، یہ وہ ہیں جنھوں نے تعلیم کم پائی ہے۔ تعلیم سے کچھ قدریں پیدا ہو جاتی ہیں، اور پھر آدمی کمائی کے جائز ناجائز ہر طریقے استعمال کرے، یہ اس سے نہیں ہوتا، تو معاش تعلیم کا مقصد نہیں۔

پھر ہمارے جتنے بڑے بڑے عالم تھے، وہ کچھ ہنر بھی جانتے ہوتے تھے۔ وہ معاش کے لیے ہنر حاصل کرتے تھے۔ جولاہے، خیاط وغیرہ۔ معاش ایک بہت ذلیل اور ادنیٰ چیز سمجھی جاتی تھی، یہ ہمیں اب بھی سامنے رکھنا چاہیے۔ اور مسئلہ مدرسوں کی ڈگریاں RECOGNISE کرانے کا نہیں، اس سے کام نہیں چلے گا، اصل مسئلہ تو انسان کے ذہن کی نشوونما ہے۔ جتنے مضامین پڑھائے جاتے تھے، ریاضی، فلسفہ، منطق، تو اس لیے نہیں کہ طب پڑھ کر مطب کی جائے گی، بلکہ صرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس لیے کہ ہر پڑھا لکھا طلب سے واقف ہوتا تھا --- تو دماغ کی نشو و نما اصل مقصد ہے۔ اس کے لیے نصاب ایسا بنایئے کہ جس سے یہ مقصد پورا ہوتا ہو۔ تعلیم ایک راستہ ہے جس سے سوچنے کی عادت ہوتی ہے۔

تعلیم کا مطلب ہے تہذیب۔ تو ہمیں اصلاح بھی اسی نقطۂ نظر سے کرنا چاہیئے، اور یہ جاہلیت جو طاری ہو گئی ہے، خاص درس نظامی کے شعبا میں جن میں میں نے ایسے تجربات دیکھے ہیں۔ تو اب یہ دیکھئے کہ ان کی یہ حالت ایسی کیوں ہے؟

دوسرے یہ کہ آپ کوئی نصاب بنانے میں کامیاب بھی ہو جائیں تو اسے نافذ کیسے کریں گے، قبول کیسے کرائیں گے۔ اس میں ایسی کیا بات ہوگی کہ لوگ آپ کی طرف لپک کے آئیں۔ رد عمل کی کوشش ہو، دماغی نشو و نما کا پیدا ہو یا پھر دین، تو یہ غور کیا جائے کہ IMPLEMENTATION کیسے ہو۔ جامعہ ملیہ حبیا کہ لوگوں کا خیال ہے اسی IMPLEMNTION کے لیے قائم ہوئی۔ خود بھی اب آپ اس پر غور کیجئے۔ میرے خیال میں آپ ایسے کر سکتے ہیں کہ COUNTRY WIDE تبلیغ کیجئے۔ ایسے آدمی پیدا کیجئے کہ مسلمان بچوں بلکہ سارے ہندوستان کے بچوں کو تعلیم کے ایسے رستوں پر چلا سکیں، مسلمان جو اپنے لیے کرتے ہیں تو صرف ان کے لیے نہیں ہوتے، بلکہ ہر فرد بشر کے لیے۔ ہم کو اپنے کو ترقی دے کر مثالی پیدا کرنا دوسروں کے لیے۔

اور اصل مسئلہ تو سامنے کا ہے۔

ایسا نظام بنائیں کہ قصائیوں کے بچے، دماغ جن کے کند ہیں، دن بھر کھیلیں اور شام کو بائیسکوپ کی کھڑکیوں پر لائن میں لگ جانا جن کا روز کا دستور ہے ---- ادھر توجہ کریں۔

تو تعلیم کا مقصد معاش نہیں بلکہ اصلاح ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سید اوصاف علی

غالباً تمام حضرات اس بات پر متفق معلوم ہوتے ہیں کہ ہمارے دینی عربی مدارس کا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو سمجھا جائے اور سمجھایا جائے، یا بالفاظ دیگر استحکام اسلام۔ اس سے انکار نہیں ہے۔ لیکن ایک بات کی طرف ڈاکٹر حمید العلیم نے اشارہ کیا تھا، اور وہ یہ کہ کیا ہندستان میں کثرت سے پھیلے ہوئے تمام عربی اور دینی مدارس کو وہی درجہ دیا جائے جو ہم دیوبند کو دیتے ہیں، جو ندوۃ العلماء کو دیتے ہیں۔ جو مظاہر العلوم کو دیتے ہیں؟ اسی سلسلہ میں میرا خیال یہ ہے کہ ہمیں کچھ ادارے ہندستان میں مخصوص کر دینے چاہئیں۔ دس ہوں، پندرہ ہوں، بیس ہوں۔ پچیس ہوں، جہاں خالص دینی تعلیم دی جائے، اس نقطۂ نظر سے کہ وہاں سے اچھے اچھے عالم نکلیں، اور وہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہوں۔ باقی ہزار یہ ہزاروں مدارس جہاں ہمارے بچے جاتے ہیں، اور جہاں نہ انھیں عربی آتی ہے، عربی ٹھیک سے پڑھ کے نکلتے ہیں، نہ انھیں تحریر پر قدرت ہوتی ہے، نہ تقریر پر، نہ کسی کام کے ہوتے ہیں؛ ان تمام مدارس میں سیکولر ایجوکیشن یعنی دنیوی تعلیم دی جائے۔ اس سے دو فائدے ہوں گے۔ ترمذی صاحب نے فرمایا تھا کہ آخر بہت سے مشنری کالج اور اسکول ہیں ہندستان میں، وہاں بائبل پڑھائی جاتی ہے۔ خود میں نے ایک کرسچین کالج میں تعلیم حاصل کی ہے؛ وہاں ہم لوگوں کو صبح بائبل کا درس دیا جاتا تھا۔ اسی طریقہ سے ہم ان مدارس کو سیکولر اسکولوں میں تبدیل کر دیں جہاں پر دنیوی تعلیم دی جائے لیکن ساتھ ہی ساتھ ایک یا دو گھنٹے روزانہ اس کے لیے علیحدہ کر دیے جائیں کہ قرآن و حدیث اور فقہ وغیرہ جو اہم بنیادی چیزیں ہیں یا ان پر انھیں کتابیں پڑھا دی جائیں۔ اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ گورنمنٹ سے ہم کو کافی امداد مل سکے گی بعض حضرات نے یہ کہا کہ آخر چندوں پر یہ مدارس کب تک چلیں گے؛ ان کی مالی حالت نہایت خراب ہے، اور وہاں بچے جس طریقے سے جن حالات میں، تعلیم پا رہے ہیں، اس کا تصور —— ناقابل بیان ہے وہ بات۔ تو اس میں ہمیں گورنمنٹ سے ایڈ مل سکتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اجمل خاں :- گورنمنٹ سے ایڈ مل سکتی ہے؟ نہیں!

اوصاف علی :- یہ دستور ہند میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر کوئی اقلیت اس قسم کے مدارس یا کالج قائم کرے جہاں معیار تعلیم دنیوی معیار تعلیم اتنا ہی ہو جتنا گورنمنٹ کے کالجوں اور اسکولوں میں ہے، چاہے وہ اسکول میں علیحدہ سے ایک دو پیریڈ دینیات کے لیے علیحدہ کر دیں، ان کو گورنمنٹ ایڈ دیگی۔

عتیق صدیقی :- مگر دینیات لازمی نہیں کر سکتے۔

علی اکبر ترمذی :- گورنمنٹ ایڈ ضرور دیگی، اگر سیکولر ایجوکیشن ہو، لیکن جو دینی تعلیم کا مدرس ہوگا، اس کی تنخواہ ادارے کو دینی ہوگی کیونکہ گورنمنٹ جو ایڈ دیتی ہے، نوّے فیصدی ہوتی ہے۔ دس فیصدی تو ادارے گا ہی۔ بلکہ اس سے فائدہ یہ ہوگا ——— دیکھئے ڈی۔ اے۔ وی۔ اسکول جتنے ہیں، یہاں بردلی میں آپ دیکھئے۔ وہاں باقاعدہ تعلیم دی جاتی ہے مذہبی۔ اور وہ باقاعدہ گورنمنٹ سے ایڈ لیتے ہیں؛ لیکن ساتھ ساتھ انھوں نے مذہبی تعلیم کا ایک پیریڈ رکھا ہے۔ مگر اس مذہبی تعلیم کے پیریڈ کے لیے جو تنخواہ دی جاتی ہے، وہ گورنمنٹ ایڈ سے نہیں، بلکہ اس ادارے کی جانب سے دی جاتی ہے۔ تو آخر ہم اس سے کیوں فائدہ نہ اٹھائیں، جب ہمارے مدارس بُری حالت میں ہیں، روپیہ نہیں چندہ اکٹھا کیا جا رہا ہے! گورنمنٹ جو ایڈ دیگی ہم اس کو سکولر لائن پر چلائیں گے اس کو، تو میں سمجھتا ہوں زیادہ مناسب ہوگا

اور دوسری چیز مجھے یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ابھی نقوی صاحب نے فرمایا کہ آزاد ہندستان میں COMPETITION بہت بڑھ چکا ہے۔ مگر یہ صرف ہمارے ہی بچوں کے لیے نہیں بلکہ اور جو MINORITIES ہیں ان کے سامنے یہ مسئلہ آتا ہے کہ تعلیم پانے کے بعد بھی ملازمتیں نہیں ملتیں: ملازمت کیا تجارت میں بھی آپ COMPETITION نہیں کر سکتے۔ تو آخر ہمیں SPECIALIZATION کرنا چاہیے۔ ایسے FIELDS میں جو SCACITY FIELDS کہلاتے ہیں جہاں یہ دوسرے لوگ کم جاتے ہیں اس فیلڈ کی طرف ہمیں توجہ کرنی چاہیے تاکہ ہمارے بچے اس طرف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

—پڑھیں اور SPECIALIZE کر کے ان ملازمتوں یا اس تجارت یا اس TECHNOLOGY کے فیلڈ میں بڑھ سکیں۔ اگر اس طرف ہم نے توجہ نہیں کی، اور صرف GRADUATES نکالتے رہے تو مسئلہ حل نہیں ہو گا بلکہ ہمیں یہ سوچنا ہے MINORITY کی حیثیت کہ ہمارے لیے کون سے ایسے SCARCITY FIELDS ہیں! سپلائی اور ڈیمانڈ کا سوال ہے۔ خسرو جو دہلی یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں انھوں نے ECONOMICS OF COMMUNALISM کے نام سے آرٹیکل لکھے تھے جو بہت دلچسپ تھے بڑا دلچسپ تجزیہ کیا تھا انھوں نے کہ آخر یہ فرقہ پرستی اگر MINORITY COMMUNITY کرتی ہے تو اس کے لیے زیادہ مضر ثابت ہوتی ہے بہ نسبت MAJORITY COMMUNITY کے۔ انھوں نے باقاعدہ STATISTICS سے یہ ثابت کیا تھا کہ اگر اقلیتیں فرقہ واری کی طرف جاتی ہیں، تو ان کو زیادہ نقصان ہوتا ہے، کیونکہ اگر دس فیصدی وہ BIAS ہو تو ادھر نوے فیصدی BIAS ہو جاتا ہے، تو ہمیں اس نقطہ نظر سے بھی سوچنا ہے، معاشیات کے نقطہ نظر سے کہ ہمیں کتنا نقصان ہوتا ہے، اگر ہم سوچیں: اگر ہم مدرسے سیکولر لائن پہ چلائیں، جیسے اوصاف صاحب نے فرمایا، اور ساتھ ساتھ ہم مذہبی تعلیم بھی دیں! میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مذہبی تعلیم دی جائے بچوں کو۔ مثلاً میرے بچے پبلک اسکول میں پڑھتے ہیں ان کی مذہبی تعلیم کوئی نہیں ہوتی! میں محسوس کرتا ہوں کہ انھیں مذہبی تعلیم دی جائے۔ لیکن دقت یہ ہوتی ہے کہ ان کے پاس وقت نہیں ہے! اتنا بوجھ ہوتا ہے تعلیم کا، بلکہ اتنا ٹائم صرف ہوتا ہے ـــــ مگر اس کے لیے بہتر حل یہ ہوگا کہ جیسے یورپ میں SANDAY SCHOOLS ہوتے ہیں، تو ادھر کو کچھ مدرسے لگتے ہیں۔ ان میں ان بچوں کو جن کی دینی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں ہوتا، ان کے لیے انتظام کیا جاتا ہے۔ تو کیوں ہم SANDAY SCHOOLS جاری نہ کریں! اور ایسے نصاب ترتیب دیں جس کی وجہ سے سال بھر میں یا دو سال میں سنڈے کے حساب سے وہ نصاب مکمل ہو جائے۔

عبد الخالق نوری: بات پھر گویا اپنی جگہ پر رہ جاتی ہے! یہ کچھ موجودہ زمانے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تقاضے پورے ہونگے؛ لیکن دینی مدارس جس طریقے سے چل رہے ہیں ان میں ان کا نصاب؛ ان کا نظام تعلیم؛ اور اسلام کا استحکام؛ اور جو اس وقت موجودہ ہوائیں چل رہی ہیں مادیت کی، ان کا مقابلہ کرنے کے قابل بنانا؛ یہ تو سب ختم ہو جائے گا: اگر ہم صرف یہی رکھیں کہ کبھی اپنے آپ کو اپنے سکولوں کو، ہم سیکولر سکولوں میں تبدیل کر دیں گے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے اپنے ہی ہاتھوں اپنی قبر خود کھود دی؛ اور اپنے آپ اس کو ختم کر دیا۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں۔

محمد اجمل خان: دیوبند نے اس سے انکار کر دیا۔

سید اوصاف علی: وہ تو میں نے عرض کیا تھا کہ اس قسم کے ادارے جو خالص دینی تعلیم دیں ان کی ایک تعداد متعین ہو جائے۔ جیسے جیسے جو مشہور ادارے ہیں، وہ اپنی جگہ پر رہیں، ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو گی۔

علی اکبر ترمذی: دیوبند کو رکھا جائے اور دوسرے بڑے بڑے ادارے ہیں۔ ہم UTILIZE کرنا چاہتے ہیں۔

زید ابوالحسن فاروقی: ضرورت اس کی ہے وہاں سے قابل افراد بھی پیدا ہوں۔ ان میں ایسی اصلاح ہونی چاہیے کہ اچھے ہونہار طالب علم نکلیں۔

سعید انصاری

اصلاح کیلئے پہلے بھی بیچ کی راہیں نکالی گئیں۔ ندوۃ اور جامعہ ملیہ اس کی دو مثالیں ہیں، لیکن یہ کبھی کچھ کامیاب نہیں ہوئیں۔

اصل میں اب تک ہم نے گھوڑے کو گاڑی کے پیچھے لگایا ہے۔ یونیورسٹی یا کم و بیش پر قناعت کرنے کے بجائے ہمیں فن تعلیم کی روشنی میں از سر نو غور کرنا ہے۔ جیسے تھا، اب تک درسی کتابوں کا رد و بدل اور معمولی ترمیم و تنسیخ ہوتی رہی ہے۔ جب کہ فن تعلیم یہ کہتا ہے کہ مواد تعلیم کے سلسلہ میں مقاصد کا تعین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہے، یعنی یہ کہ طلبا کن قدروں کو لے کر نکلیں گے۔ کتابی ترمیم کا حصہ ثانوی ہوتا ہے۔ مقدم کو مقدم سمجھنا چاہیے۔ موخرالذکر کو مؤخر۔ میں تو قدیم و جدید کے فرق کو کبھی نہیں جانتا تھا یا یہ کہ وہ افضل ہے اور یہ از کار رفتہ وغیرہ۔ مقاصد کی تعیین کے بعد ان کی روشنی میں آپ طے کر سکتے ہیں کہ کتنے علوم عصر یہ نصاب میں رہیں، کتنے قدیم علوم، اور پھر ان میں کتنے معقولات اور کتنے منقولات۔

پھر ہمارے یہاں تو کتابیں اصل ہو کر رہ گئیں۔ بعض کتابیں میں مانتا ہوں کہ لافانی ہوتی ہیں، لیکن —— آپ ان کتابوں کی سفارش کر سکتے ہیں کہ ان سے اس فن میں مدد مل سکتی ہے۔ ویسے استاد کسی بھی کتاب سے اس فن کو سکھا سکتا ہے۔

نظام تعلیم کا جہاں تک تعلق ہے، ان سب مدارس کو واقعتاً ایک نظام میں پرونے کی ضرورت ہے۔ خود جدید تعلیم کے سلسلے میں ایسی بہت سی تنظیمیں ہیں۔ اداروں کے ادغام کا خطرہ پیدا ہوئے بغیر یہ تنظیمیں قائم ہیں۔

ایک مسئلہ اور ہے، کیا پڑھائیں، اس پر تمام زور صرف کیا جاتا ہے اور اور اس امر کو نظر انداز کیا جا رہا ہے کہ معلم کے علاوہ ایک اور فریق بھی ہے یعنی متعلم۔ اس بے زبان مخلوق کو بالکل الگ رکھا جا رہا ہے۔

سعید احمد اکبر آبادی

جو کچھ بھی تعلیم کے متعلق کہا جائے، میں جہاں تک سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس کو ایک لفظ کے اندر جمع کیا جا سکتا ہے، اور وہ لفظ وہ ہے جس کو کہ خود علامہ اقبال نے بار بار استعمال کیا اور وہ ہے تکمیل شخصیت۔ علم کا مقصد درحقیقت شخصیت کی تکمیل ہے، یا خودی کی تکمیل یا خودی کو معلوم کرنا، خودی کا تعین پیدا کرنا۔ شخصیت کی جو تکمیل ہوتی ہے وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ شخصیت ان چیزوں سے واقف ہو جن سے واسطہ پڑتا ہے، اور ان چیزوں سے واقفیت کے بعد وہ اپنی نظر میں، فکر میں، عمل میں اور کردار میں وہ اوصاف اور کمالات پیدا کرے جو کہ ان روابط اور علائق کا مقتضا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہیں۔ تو انسانی شخصیت کا رابطہ اور علاقہ ایک طرف تو خدا کے ساتھ ہوتا ہے، دوسری طرف کائنات کے ساتھ ہوتا ہے، اور تیسری طرف خود اپنے نفس کے ساتھ ہوتا ہے۔ تو ایک مکمل شخصیت درحقیقت اسی وقت میں ہو سکتی ہے جب کہ ایک طرف اس کو خدا کی ذات اور صفات کا علم ہو، اور خدا کے ساتھ جو اس کا ربط اور تعلق ہے اس تعلق کا اس کو یقین حاصل ہو جس کو علامہ اقبال نے کہا ہے کہ ؎

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے
خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے

تو ایک طرف تو یہ چیز ہے، دوسری طرف کائنات کا علم ہے، وہ اس وقت تک آپ معلوم نہیں کر سکتے، جب تک کہ کائنات کا علم نہ ہو۔ پھر خود آپ کو جب تک اپنے نفس کا علم نہیں ہو گا، معرفت نفس نہیں ہو گی، تو اس وقت تک آپ اپنی شخصیت کی تکمیل علیٰ احسن الوجوہ اور خاطر خواہ طور پر نہیں کر سکتے ہیں، تو قرآن نے نقطۂ نظر سے علم کا جو مقصد ہے، وہ ہے تکمیل شخصیت: یعنی یہ کہ ایک طرف انسان کے اندر اللہ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے عبدیت تامہ اور عبدیت کاملہ آئے، دوسری طرف کائنات کا اس کو علم حاصل ہو، وہ کائنات جو اس کے لیے مسخر کی گئی ہے، جس کی غرض و غایت تخلیق انسان کی نفع رسانی اور انسان کی خدمت ہے، اور دوسری طرف پھر معرفت نفس ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ قرآن میں ان تینوں چیزوں کو بڑی تفصیل، اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ خدا نے اپنی صفات کو جگہ جگہ بیان کیا ہے، اور پھر کہا ہے کیا "ءَ إِلٰهٌ مع الله" کیا اب بھی تم اللہ کے ساتھ معبود کرو گے، "فبأي آلاء ربكما تكذبان" کیا اب بھی تم اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے! ایک طرف تو یہ۔ پھر دوسری اس نے کہا: "وفی انفسکم افلا تبصرون" کیا تم اپنے نفس کے اندر جھانک کر نہیں دیکھتے؟ پھر اس کے علاوہ انفس و آفاق کے متعلق بھی وہ کہتا ہے، ان تمام چیزوں کو دیکھو، ان تمام مخلوقات کو دیکھو۔ تو اس بنا پر علم کی تحصیل کا جہاں تک تعلق ہے تعلیم قدیم اور تعلیم جدید کا کوئی تصور اسلام کے اندر نہیں ہے؟ اسلام کے اندر تعلیم کا مقصد تکمیل شخصیت ہے،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مگر تکمیل شخصیت کے مدارج اور مراتب ہوتے ہیں، چنانچہ قرآن نے خود کہا ہے:
"قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ" ہر شخص اپنی استعداد اور اپنی وسعت کے مطابق سعی و کوشش کرتا ہے۔ ایک شخص جو ہے اس کے اندر قوتِ نظر کمال کی ہے، تو آپ اس سے توقع کریں کہ وہ مزدور بن جائے اور MANUAL WORK کرے! نہیں! ایک آدمی جو ہے اس کے جسمانی قوئی بہت عمدہ ہیں، وہ سپاہی بن سکتا ہے، معمار بن سکتا ہے، مزدور بن سکتا ہے! آپ اس سے توقع کریں کہ وہ فلسفی بن جائے، وہ فلسفی نہیں ہو سکتا! پھر اس کے مختلف شعبے ہیں کہ قوت نظر ین ... ہیں مصروفِ تگ و دو ہوتی ہے، وہ ایک میدان نہیں، بلکہ ہزاروں میدان ہیں۔

وہ میدان طبیعیات کا بھی ہے، اخلاقیات کا بھی، نفسیات کا بھی ہے، حیوانیات کا بھی، نباتیات کا بھی ہے، شریعت کا بھی ہے، طریقت کا بھی ہے اور تمام سب ہیں۔ تو جس طرح آپ اس کو محدود نہیں کر سکتے، اور کسی کے اوپر آپ ... نہیں کر سکتے۔ یعنی آپ یہ کہیں کہ ہر شخص کے لئے ان تمام کا حاصل کرنا ضروری ہے، ہر شخص کو خدا کی ذات اور صفات کا علم مکمل طور پر حاصل کرنا ضروری ہے ہر شخص کے لیے معرفتِ نفس مکمل طور پر ضروری ہے، یہ آپ نہیں کہہ سکتے! کیونکہ اگر آپ یہ کہیں گے تو "ان اللہ لا یکلف النفس الا وسعہا" یہ اس کے خلاف ہو جائے گا تو لہٰذا اسلام یا قرآن اس کا تو آپ کو مکلف نہیں کرتا البتہ وہ ایک بات کا مکلف کرتا ہے، اور وہ یہ کہ: ایک طرف تو جسے معرفت رب اور رب کے ساتھ تعلق، تو اتنا تعلق تو ہر مسلمان کے لیے وہ لازمی قرار دیتا ہے جو کہ اس کی ایمانی زندگی میں، جتنا کہ اس کے لئے ضروری ہے۔ اسی طرح علوم دنیوی میں وہ اتنا علم ضروری قرار دیتا ہے۔ ہر مسلمان کے لیے، جس سے کہ وہ دنیا کے اندر اپنی زندگی بسر کر سکے، اپنی معاش حاصل کر سکے:

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

اسلام کا تعلیم کا جو تصور ہے اس کا مقصد ... دو لفظوں کے اندر یہ ہے کہ ایسے مسلمان ہوں جو کہ ایک طرف تو علوم دینیہ کے ماہر ہوں، مگر ساتھ ہی علوم دنیویہ بھی جانتے ہوں۔ نمبر دو، ایسے ہوں کہ علوم دنیویہ کے ماہر ہوں، مگر ساتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دین بھی جانتے ہوں۔ چونکہ اسلام دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلتا ہے، البتہ کمی بیشی ——— اگر آپ کے اندر استعداد ہے۔ علمِ دین میں زیادہ ترقی کرنے کی، تو وہ کہتا ہے آپ عالم بنیے چونکہ ہمیں علما کی بھی ضرورت ہے۔ مگر ساتھ میں آپ اپنی دنیا کو بھی نہ چھوڑیے، اور دنیا حاصل کرنے کے جو ذرائع ہیں اور علم ہے، ان کو آپ حاصل کیجیے۔ اور اگر وہ دیکھتا ہے کہ ایک شخص کے اندر علمِ دین سے مناسبت نہیں ہے تو اس کے اوپر وہ لازمی نہیں قرار دیتا کہ نہیں صاحب آپ دیوبند کے مدرسہ کے اندر داخل ہوں ——— یہ بالکل نہیں۔ لیکن ایک مسلمان کو اسلامی زندگی بسر کرنے کے لیے جتنا علمِ دین ضروری ہے، وہ ضروری ہے گویا دوسرے لفظوں میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں علمِ دین کی تحصیل جو ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے فرضِ عین، اور ایک ہے فرضِ کفایہ، نفسِ دین، اتنا دین جس سے کہ مسلمان کو یہ معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہے اور بحیثیت مسلمان کے اس کو یہ کرنا چاہیے، بس اتنا دین جو ہے وہ تو فرضِ عین ہے، باقی اس کے علاوہ دین کے اندر مہارت اور ترقی، یہ تمام چیزیں جو ہیں اس کے لیے فرضِ کفایہ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یعنی وہ یہ چاہتا ہے کہ سوسائٹی کے اندر ایسے لوگ موجود رہنے چاہئیں۔ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ سماج کا ہر آدمی اس قسم کا ہو جائے۔ چنانچہ قرآن نے کہا کہ تم میں کچھ ایسے لوگ ہونے چاہئیں کہ یامرون بالمعروف وینہون عن المنکر۔ اسی کے بالمقابل وہ یہ نہیں کہتا کہ تم میں سے ہر شخص کو انجینیر ہونا چاہیے، ڈاکٹر ہونا چاہیے، سائنٹسٹ ہونا چاہیے۔ بلکہ یہ لوگ بھی ایسے ہی ہونا چاہئیں، جیسے علما ہونے چاہئیں، مگر علما کی شان وہ کہ دنیا سے بھی واقف، اور دوسری طرف وہ لوگ انجینیر ڈاکٹر دین سے بھی واقف۔ اس طرح وہ دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لیے چلتا ہے اور اس کے مدارج اور مراتب ہوتے ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ بدقسمتی سے ہمارے یہاں جو ایک خاص قسم کا نظامِ فکر پیدا ہو گیا ہے، تعلیمِ جدید اور تعلیمِ قدیم کے نمائندوں کے ٹکراؤ اور تصادم سے تو اس سے بڑی بڑی غلط فہمیاں پیدا ہو گئی ہیں۔ اس غلط فہمی کی میں آپ کو ایک مثال دوں:-

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقسیمِ ہند سے بہت پہلے کی بات ہے کہ میں نے ایک مرتبہ پٹھان میں ہندوستان کی اسلامی درسگاہوں پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہندوستان میں یہ درسگاہیں چار قسم کی ہیں: ایک وہ جو خالص دینی ہیں، یعنی جیسے دیوبند؛ ایک وہ جو خالص دنیوی ہیں، یعنی جیسے علیگڑھ؛ ایک وہ جو دینی ہیں، مگر دنیوی، یعنی ندوہ، اور ایک وہ جو دنیوی ہیں، مگر دینی، یعنی جامعہ۔ اس پر مولانا سلیمان ندویؒ نے مولانا بھائی حفظ الرحمٰن صاحبؒ سے ایک سفر میں شکایت کی کہ سعید نے ندوہ کی بڑی سخت توہین کی ہے۔ تو میں نے کہا وہ "مگر" کا مطلب غالباً یہ سمجھے جو یو۔پی میں لیکن کے معنی ہوتے ہیں، استدراک کے لیے، کہ میں نے دینی کہا اور اس کے بعد رجوع کر لیا، یعنی دینی نہیں دنیوی! حالاں کہ مطلب اس کا یہ تھا کہ دینی ہے، مگر ساتھ میں دنیوی علوم و فنون کو بھی اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ اسی طرح میں نے جامعہ کے متعلق کہا کہ جامعہ جو ہے وہ دنیوی درسگاہ ہے مگر دینی یعنی دینی علوم و فنون کو اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ تو آپ دیکھیں تو یہ چاروں ہماری درسگاہیں جو ہیں ——— یوں تو اسلام کے نقطۂ نظر سے اگر آپ پوچھیں کہ آئیڈیل درسگاہ کیا ہے، تو اسے آپ چھوڑ دیجیے کہ اس وقت دیوبند کیا ہے اور علی گڑھ کیا ہے۔ لیکن اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ خالص دینی ہے، یہ خالص دنیوی ہے، اور دو ایسے ہیں یہ مان لیں آپ کہ ہیں بھی واقعی ——— اسلام کے نقطۂ نظر سے، اگر آپ دیکھیں گے تو آپ کو یہ کہنا پڑے گا کہ صحیح ISLAMIC IDEALOGY کے مطابق جو درسگاہیں ہیں وہ: ایک ندوہ ہے اور ایک جامعہ۔

(محمد اجمل خاں: جزاک اللہ!)

اس کی وجہ کیا ہے۔ وہ وجہ یہی ہے کہ اسلام یہ ہیں کہ وہ کسی طرح بھی دین کو دنیا سے منقطع نہیں کرتا۔ تو چونکہ مقصد تکمیلِ شخصیت ہے، اور تکمیلِ شخصیت کے مختلف مدارج ہوتے ہیں، مختلف مراتب اور منازل ہوتے ہیں، مختلف ذرائع و وسائل ہوتے ہیں۔ اس بنا پر جس طرح سے ایک مسلمان عالم اپنی شخصیت کو ایک خاص راہ پر چل کر مکمل کرتا ہے اسی طرح ایک مسلمان سائنٹسٹ، ایک مسلمان انجینئر، ایک مسلمان ڈاکٹر بھی تکمیلِ شخصیت کرتا ہے، اگر اس نے وہی راستہ اختیار کر رکھا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو اسلام نے تعلیم کے لیے مقرر کیا ہے۔ کیوں؟ اس واسطے کہ اسلام جو سماج پیدا کرتا ہے، وہ یک جہتی سماج نہیں ہے، یک فنی نہیں ہے، بلکہ اس کے اندر ہمہ جہتی ہے، اس کے اندر تو ہر قسم کے آدمیوں کی ضرورت ہے۔

دوسرا مسئلہ معاش اور معاد کا ہے، جس پر یہاں کافی گفتگو ہوئی۔ مولانا انور شاہ صاحبؒ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ علم کو لوگ تین اغراض سے حاصل کرتے ہیں: ایک وہ جو علم کو کسبِ زر کے لیے حاصل کرتے ہیں، اور ایک وہ جو علم کو حاصل کرتے ہیں دین کے لیے۔ تو سب سے زیادہ اخص الناس جو ہیں وہ وہ ہیں جو علم کو حاصل کرتے ہیں زر کے لیے، یعنی واحد مقصد ان کا کسبِ زر ہی ہوتا ہے حظِ نفس اور اپنے آپ کو فائدہ پہنچانا۔ تو یہ چیز ظاہر ہے کہ اس کے خلاف ہے۔ اس واسطے کہ قرآن نے کہا ہے:

"وفی اموالهم حق معلوم للسائل والمحروم"

آپ اگر مال بھی کما رہے ہیں، تجارت بھی کر رہے ہیں، یا تنخواہ لے رہے ہیں، محض اس لیے کہ اپنے بال بچوں کے واسطے عیش و آرام کا انتظام کریں، اور باقی آپ کا فرقہ اور آپ کی امت کتنی ہی غریب ہو، اس کی کوئی پروا نہیں، تو یہ اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ لیکن اگر آپ دنیا کما رہے ہیں، اور اس میں آپ سمجھتے ہیں کہ سائل کا اور محروم کا بھی حق ہے تو یہی چیز عین اسلام کے مطابق ہو جاتی ہے۔ تو اس بنا پر فقط کسبِ زر اور حصولِ دنیا کے لیے جو لوگ علم حاصل کر رہے ہیں، وہ بالکل ایسا ہے

جیسا کہ ایک بہت اعلیٰ درجہ کے دوشالہ آپ استعمال کریں جوتوں کو صاف کرنے کے واسطے، جب کہ اس کا ایک بہت اعلیٰ اور اونچا مقصد ہے۔

نمبر ۲ کے اوپر وہ ہیں جو علم کو علم کے لیے حاصل کرتے ہیں، وہ بھی وہ ہیں جو: میں‌سّا یحتمل، یعنی ان کو برداشت کیا جا سکتا ہے۔ سب سے اونچے وہ لوگ ہیں جو علم کو حاصل کرتے ہیں دین کے لیے۔ مگر دین کا CONCEPTION فقط یہ نہیں ہے کہ نماز روزہ بتلا دیں؛ پوری زندگی جو ہے وہ دین ہے۔ زندگی کی ہر حرکت، ہر سکون، ہر سانس، ہر جنبش، اٹھنا بیٹھنا، آپس کے ازدواجی تعلقات، عائلی تعلقات، خاندانی تعلقات، قومی تعلقات، زندگی کی ہر حرکت دین کے ماتحت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ تو دین کے نئے تصور کا مطلب یہ ہے کہ علم کو آپ ۔۔۔ سائنس آپ حاصل کر رہے ہیں، مگر یہ سائنس آپ دین کے لیے بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ دین کے معنی کیا ہیں: کہ اللہ کے حکم کے ماتحت یا اللہ کی رضامندی کے معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک پروانہ لکھ کر بھیج دیں گے۔ اللہ کی رضامندی کے معنی یہ ہیں کہ خلق خدا کی آپ خدمت کریں، انسانیت کے قافلہ کو آپ آگے بڑھائیے! انسانی اجتماع اور تمدن کو آپ ممکن فائدہ پہنچائیے۔ اگر آپ بم بھی بنائیں، ATOMIC ENERGY کے اوپر اگر آپ ریسرچ کر رہے ہیں، تو یہ بھی عبادت ہے، یہ بھی ایک دین ہے۔ فرق صرف اتنا ہو جاتا ہے ATOMIC ENERGY کے اوپر اگر آپ اس لیے ریسرچ کر رہے ہیں کہ آپ کو بم بنا کر انسانی آبادی کو تباہ کرنا ہے، تو بس وہی کفر ہے۔ اور اگر یہ نہیں ہے بلکہ ATOMIC ENERGY سے آپ کو انسان کی تعمیر و ترقی اور سماج کی ترقی کا فائدہ لینا ہے، تو پھر دین ہے۔ اصل میں مغالطہ اور CONFUSION جو پیدا ہوتا ہے، وہ اس لیے ہوتا ہے کہ ہم دین کو بہت ہی محدود کر دیتے ہیں۔ یہ تصور اگر ہم دین کا اتنا بڑا وسیع مفہوم لیں قرآن میں آپ دیکھیں گے کہ دین اسی معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اور بخاری میں جو آتا ہے: انما الاعمال بالنیات۔ یہ تمام چیزیں، ہر حرکت ہماری دین ہے!

نقوی:۔ انسان کی ETERNITY کا آپ نے جو فرمایا ہے، وہ کیا ہے؟ وہ نہیں سمجھ میں آئی بات، کہ آپ عبدیت کے تصور کا کیا مفہوم ہے؟

اکبرآبادی: عبدیت ہے انسان کی۔

نقوی:۔ عبدیت!

اکبرآبادی: عبدیت! عبدیت! عبدیت!!

جین اُر:۔ مجھے ایک بات پوچھنی تھی سعید صاحب سے! اور وہ اس وجہ سے علی گڑھ کے تھیالوجی ڈیپارٹمنٹ کے آپ صدر ہیں ——— یہ سارا سلسلہ جو کام عربی مدارس کی تعلیم کے بارے میں چل رہا ہے اس سے بالکل ہٹ کے ——— اس نصاب میں جو آپ کے یہاں رائج ہے، کوئی ترمیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یاکوئی اضافہ، یاکوئی ایسی چیز سوچی گئی ہے یا آپ کے ذہن میں ہے؟ یا یاکچھ کرنا چاہیئے؟ یا جیسا کر رہے ہیں ہو رہا ہے۔ ویسے کا ویسا ہی آپکے خیال میں مناسب ہے؟

اکبرآبادی :- بات اصل میں یہ ہے کہ سرسید احمد خاں نے جو مدرسہ بنایا تھا، کالج، اور ایک تعلیمی نظام انھوں نے رائج کیا تو ان کی تمام تحریروں کو دیکھنے سے اور ان کی تقریروں کو پڑھنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ درحقیقت ان کے سامنے جو اصل مقصد تھا، وہ انگریزی تعلیم کی طرف مسلمانوں کو لانا تھا، تاکہ مسلمان انگریزوں کے اقتدار کے بعد جس ذلت کا شکار ہو گئے ہیں، اس سے بچ جائیں اور نکل آئیں۔ لیکن ظاہر ہے کہ

مسلمانوں کے حلقوں میں یہ بدگمانی تھی سرسید کے متعلق، بدظنی تھی ان سے، اور ان کو کہتے تھے کہ یہ کرسچین ہیں، اور کرسچین بنانا چاہتے ہیں۔ نیچری بنانا چاہتے ہیں۔ تو اس قسم کی باتوں کی وجہ سے سرسید کو مسلمانوں کا کچھ اعتبار بھی حاصل کرنا تھا۔ نمبر ایک۔ نمبر دو یہ کہ بہرحال وہ مسلمان بھی تھے، اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ وہ مسلمان تھے اور یہ بھی سمجھتے تھے کہ مسلمان خواہ کچھ ہو جائے، سائنٹسٹ ہو، انجینئر ہو، ڈاکٹر ہو، علم جدید کا ماہر ہو لیکن بہرحال اس کو اپنے مذہب سے واقف ہونا چاہیئے، دینیات سے واقف ہونا چاہیئے، تو اس بنا پر انھوں نے دینیات کو لازمی قرار دیا تھا اور ابھی تک، حالانکہ اب زمانہ بہت کافی آگے نکل گیا بہت ترقی ہو گئی ہے، اور بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں، اور اس کا چہرہ بہت کچھ بدل گیا ہے، اور جو باقی رہ گیا ہے وہ بھی بدل جائے گا کیونکہ زمانہ کی طاقت کا مقابلہ بہت مشکل ہے۔ اس کے باوجود وکٹوریہ گیٹ کے اوپر محراب میں جو عربی عبارت لکھی ہوئی ہے۔ جسے منشور کہنا چاہیئے سرسید کا، اس میں صاف طور پر یہ لکھا ہوا ہے کہ یہ مدرسہ، کالج اس لیے قائم کیا گیا ہے کہ یہاں کے بچے ایک ہاتھ میں دین اور ایک ہاتھ میں دنیا رکھیں۔ تو سرسید یقیناً بہت مخلص ہوئے تھے اور بڑے سچے مسلمان

www.KitaboSunnat.com

تھے، لیکن بعد میں جو تبدیلیاں ہوئیں، اور جو معاشرہ پیدا ہوا — خود میرے بچپن کی بات ہے کہ میرے ایک چچا زاد بھائی علی گڑھ میں پڑھتے تھے، یہاں جب وہ گئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ وہ اردو میں بولنا اپنی توہین سمجھتے تھے۔ بعد میں جب خلافت موومنٹ پیدا ہوئی اور قومی تحریکیں پیدا ہوئی ہیں، تو پھر بعد میں رنگ بدلا ہے؛ ورنہ اس زمانہ میں رنگ یہی تھا کہ انگریزوں کی پیروی کرو۔ انگریزوں کا اتباع کرو، انگریزوں کے نقش قدم پر چلو، ان کی طرح زندگی بسر کرو، ان کی طرح بیٹھو، اٹھو بیٹھو۔ تو اس دور میں دینیات محض دکھاوے کے لیے رہ گئی۔ باقاعدہ اس کا ڈیپارٹمنٹ کوئی نہیں تھا۔ ناظم دینیات کی حیثیت سے مولانا سلیمان اشرف صاحب تھے، مولانا عبدالرشید صاحب تھے۔ لکچر ہوتے تھے، مگر اس کے لیے کوئی خاص انتظام نہیں تھا۔ کبھی کسی عنوان پر دے دیئے، کبھی کسی پر۔ یہ حالت چلی آئی اس کی۔ یہاں تک کہ سن ۵۸ء جب ہمارے بشیر زیدی صاحب وائس چانسلر تھے، تو انھوں نے مجھ کو بلایا اور مولانا علی نقی صاحب کو بلایا۔ اور اس میں ریڈر شپ پیدا کی پہلی مرتبہ۔ پہلے ریڈر شپ نہیں تھی، اور ڈیپارٹمنٹ ہی نہیں تھا، اس کی فیکلٹی الگ تھی لیکن ڈین اس فیکلٹی کا بحیثیت پی۔ وی۔ سی ہوتا تھا کیوں کہ قاعدہ یہ ہے کہ جس ڈیپارٹمنٹ کے اندر ریڈر کوئی نہ ہو تو اس کا براہ راست تعلق پی۔ وی۔ سی سے ہوتا ہے، تو جب میں آیا تو میں سینیر تھا تو میں ڈین بھی ہو گیا۔ تو مجھے بحیثیت ڈین کے زیادہ اختیارات تھے، اصلاح کرنے، ترقی کے۔ تو میں نے یہ دیکھا کہ "بی ٹی ایچ" اور "ایم ٹی ایچ" کا کورس محض دکھاوے کے لیے ہے۔ کیوں کہ ہمارے یہاں "بی ٹی ایچ" کے اندر نورالانوار بھی پڑھائی جاتی ہے، اصول شاشی بھی، ہدایہ بھی، سراجی بھی، حجۃ اللہ البالغہ بھی۔ پڑھنے والے وہ ہوتے ہیں، جو عربی کا ایک حرف بھی نہیں جانتے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ صاحب ہدایہ پڑھا رہے ہیں، اور لڑکوں کو لکھا دیا کہ لکھ لو اس کا ترجمہ۔ وہ لکھ لیا انھوں نے، اور پاس ہو گئے، اللہ اللہ خیر صلا۔ میں جب گیا میں نے کہا کہ یہ چیز بالکل غلط ہے۔ عربی کو میں نے COMPULSORY کر دیا ہے۔ مگر ظاہر بات ہے کہ اس سے فائدہ ہوتا ہے۔ بی۔ ٹی۔ ایچ کے اندر تو وہ بالکل ابتدائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عربی پڑھتے ہوئے ہوتے ہیں، ترقی ٹی ایچ۔ میں اب تک محض اردو کے سہارے گزارہ ہوتا ہے، اردو کے سہارے پڑھتے ہیں اور اردو ہی کے نوٹ وغیرہ لکھ لیتے ہیں، اور عربی پڑھتے رہتے ہیں۔ البتہ دو سال کی عربی کے بعد وہ اس قابل ہو جاتے ہیں کہ "ایم ٹی ایچ" کے اندر جو کتابیں، ان کو مثلاً وہ عربی کے اندر پڑھ سکیں۔ میں چاہتا تھا کہ اور مزید اس میں ترمیم ہو لیکن حالات ایسے ——— ہیں کہ اس کے اندر اور کچھ زیادہ اصلاح ہو نہیں سکتی ہے۔ اس واسطے کہ عام طور پر جو لڑکے داخلہ لیتے ہیں، وہ وظیفہ کے لیے لیتے ہیں۔ بچانوے فی صدی۔ کیوں کہ ۲۵ روپے پہلے وظیفہ تھا، اب ۳۰ ہو گیا ہے اس کے لیے۔ اور ہوتا ہے ڈبل کورس ان کا، یعنی ادھر ایم اے کے اندر بھی داخل ہوتے ہیں، ایم۔ ایس سی۔ کے اندر بھی ہوتے ہیں، تو ادھر سے جو کچھ بھی تھوڑا بہت وقت ملتا ہے وہ اپنے "بی۔ ٹی ایچ" میں آ گئے۔ تو ہم، "بی۔ ٹی۔ ایچ" کو جیسا کہ ہم چاہتے ہیں بڑھانا، ترقی کرنا، وہ ہم نہیں کر سکتے۔ اور اسی وجہ سے زیدی صاحب جب وائس چانسلر تھے تو میں نے یہ تجویز کی تھی کہ جس طرح آپ کے یہاں طبیہ کالج ہے، اسی طرح سے ایک دینیات کالج آپ بنائیے، جس کے اندر بالکل ایک نیا نصاب ہو۔ جس کے اندر وہ تمام چیزیں ہوں، اور آٹھ سال کا کورس ہو ——— تو، بہر حال پہلے سے تو کافی ترقی ہو گئی ہے۔ اب "مذاہب کا تقابلی مطالعہ" اس کا بھی ایک مستقل پرچہ ہے ہونے کا ———

بیدار :- تو تقریباً فضول ہے، موجودہ صورت میں؟

اکبرآبادی :- نہیں، فضول تو خیر نہیں ہے کبھی۔ لیکن بہر حال ابھی تک

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

اس درجہ میں ہے لیکن ہماری دلخواہ نہیں ہے ——— ہمارے

شبیر احمد غوری بھی "بی ٹی ایچ" کیے ہوئے ہیں۔ ان کو اندازہ ہو گا ضرور کہ اس میں کیا ہوتا ہے۔

غوری :- جی، میں نے ۱۹۳۰ء کے اندر کیا۔ اس زمانے میں یہ صورت حال نہیں تھی۔ اس زمانے کے اندر دینی طالب علم آتے تھے جن کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دائم جلالی

عربی مدارس ہیں کیوں؟ اور کیوں ہوئے؟ ہندستان کے اندر، پاکستان کے اندر، افغانستان کے اندر، ترکستان کے اندر یہ ہوئے کیوں؟ اور کب سے ہوئے؟ اور اس میں کیا پڑھایا جاتا تھا؟ اور اب کیا پڑھایا جاتا ہے؟

بنی امیہ کے آخری دور سے جب تراجم شروع ہوئے یونان کی کتابوں کے، یونان کیوں کہیے، ارسطو کی کتابوں کے۔ انہیں افلاطون کی کتابوں کا تو نام نہیں آتا، فلسفہ اشراق کا الا ماشاء اللہ ایک آدھ جگہ، تو ارسطو کی کتابوں کے تراجم ہوئے۔ اور عربی میں لوگوں نے ان کو پڑھا۔ وہ کیا تھے؟ کچھ طبیعیات تھے۔ مکان کی بحث تھی، زمان کی بحث تھی، حرکت کی بحث تھی، علت العلل کی بحث تھی۔ علت العلل سے خاص ساری کائنات کا صدور تھا؟ صدور اول کس کا ہوا تھا؟ اس قسم کی بحثیں تھیں۔ تو بعض بحثیں تو ایسی تھیں جو اسلام کی نہ موافق تھیں نہ منافی تھیں۔ اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ لیکن کچھ چیزیں ایسی تھیں جن کا ٹکراؤ ہوتا تھا اسلامی عقائد سے۔ مثال کے طور پر مادہ کا قدم تھا جو ابن سینا نے کہا ہے مادہ کی بحث میں "وسعا و نظاہر ثلاث نکات"۔ یہاں سے تین نکتے ظاہر ہو گئے، قدم عالم ثابت ہو گیا۔ اب اس سے ٹکراؤ پیدا ہوا، اس کو حاصل کیا۔ حاصل کرنے کے بعد علم العقائد کی بحث چھڑ گئی۔ کچھ مسلمان فلسفہ کی رو میں بہہ گئے۔ کچھ مسلمانوں نے ان علوم کو حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ پر غور کیا، قرآن پر غور کیا، حدیث پر غور کیا اور عقل پر اور زیادہ غور کیا عقل سے۔ اور پھر انہیں فلسفیوں کے اسلحہ سے انہیں کا مقابلہ کیا۔ یوں چلتا رہا قصہ ایک مدت تک۔ اس کو آپ جبریہ کہہ لیجیے اور اس کو قدریہ کہہ لیجیے، معتزلہ کہہ لیجیے، کچھ اور کہہ لیجیے۔ بہرصورت

یوں چلا سلسلہ ابن ندیم کا، ابن طفیل کا، ان لوگوں کا قصہ چلتا رہا۔ یوں منتقل ہوتے ہوئے اب آیا دور ترکستان کا۔ ترکستان میں علم کلام اور فلسفہ اور طبیعیات کی کتابیں جو پہلے ترجمہ عربی میں ہو چکی تھیں، وہ بھی آئیں اور کچھ مسلمانوں کی تصنیفات بھی ان کے ساتھ ساتھ شامل ہو گئیں، بطور تردید یا بطور تائید دونوں طریقے سے آئیں۔ ہمارے متقدمین تو فلسفہ ارسطو کو پڑھنے کے بعد بالکل اس کے منافی نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے، آستینیں چڑھا کر اس کی طرفداری کرنے لگے جیسے [illegible] لوگوں نے تردید کے طور پر اس کو حاصل کیا۔ یہ دَور گزر گیا۔ اب ہمارے [illegible] ہندستان میں جتنا ذخیرہ آیا وہ ترکستان سے آیا۔ یہ ہدایہ جو آپ کے درس میں داخل ہے؛ تالیفاتِ حدیث بیشتر ہماری اسی جگہ سے آئیں، بخاری آئی، ترمذی آئی، قزوینی کی آئی، ابی داؤد سجستانی کی آئی، یہ تمام کتابیں جو صحاح کی ہیں یہ ہماری ترکستانی تالیفات ہیں۔ فقہ بھی ہماری انھیں راستوں سے آئی، اور ساتھ ساتھ منطق کی کتابیں اسی راستے سے آئیں۔ اور چونکہ ترجمہ صرف ارسطو کی کتابوں کا ہوا تھا ________ اس لئے ارسطو ہی کی کتابوں کے تراجم آئے؛ باقی جو یونانی فلاسفہ تھے ان کے کہیں کہیں چیدہ اقوال ملتے ہیں؛ اور کوئی مرتبہ فلسفہ نہیں ملا۔ اور اب آ گئے ہندستان میں، اور ہم نے ان کو پڑھنا پڑھانا شروع کر دیا۔

ہندستان میں وہ کتابیں داخل کر لی گئیں، تو دو گروپ بن گئے یہاں پر ایک معقولاتی، دوسرا منقولاتی۔ معقولاتی (شاہ ولی اللہ) منقولاتی (فرنگی محل)۔ کچھ علما نے دیکھا دونوں علیحدہ علیحدہ تو چل نہیں سکتے تو انھوں نے ایک درسگاہ بنائی کسی درخت کے نیچے بیٹھ کے، چھوٹی سی، جسے آپ جانتے ہیں درسگاہ دیوبند۔
یہ اس زمانہ کے لحاظ سے بہت مفید چیز تھی، لیکن وہی مضر بھی کہ اب وہی قدیم طریقہ

قائم ہے اور قوتِ اجتہاد و تفکر مفقود۔ نتیجہ وہ ہے جو آپ کے سامنے ہے، ہم زمانے سے تصادم نہیں کر سکتے، اور جو ایسا کریں ہم انھیں اہلِ علم نہیں کہہ سکتے۔

اس بنا پر آپ کو ضرورت پڑی کہ اصلاح کریں۔ وقتاً فوقتاً یہ قدیم مدرسے خود بھی ترمیمیں کرتے رہے۔ مثلاً فرنگی محل، جہاں سلّم، قطبی اور میبذی رہ گئیں؛ باقی شمس بازغہ، شرح تجرید وغیرہ ختم۔ تو یہ کچھ تو زمانے کے ہاتھوں ہی ہوتا چلا رہا ہے، زمانے نے خود ہی ان کے ہاتھوں ختم کرا دیا ہے؛ اور یہ بھی ناکارہ ہیں۔ میبذی بھی تو ایک تاریخ فلسفہ ہے، فلسفہ کہاں ہے۔ فلسفہ تو زندہ کو کہتے ہیں، مُردہ فلسفہ فلسفہ کہاں ہے۔ اس کو اگر ہم پڑھیں تو تاریخ فلسفہ کی حیثیت سے پڑھ سکتے ہیں۔ نہ کہ علمی حیثیت سے۔ تم تو وہ اب رہ نہیں، اب تو دنیا کہیں سے کہیں پہنچ گئی؛ وہ تو ایک جہالت رہ گئی، تاریخ جیسے ہوتی ہے ویسے ہی تاریخ فلسفہ بھی ہے، ان میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی فرق نہیں منطق کیا ہے؛ منطق چند مختصر اصولوں کا نام ہے، اس کے آگے کوئی منطق نہیں ہے۔ جتنی منطق کی کتابیں، وہ سب فلسفہ کی لڑائیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ الہیات قاضی اٹھا کے دیکھ لیجئے، ملا حسن کی بحثیں دیکھ لیجئے علم واجب کی، ساری کی ساری الہیات کی بحثیں ہیں؛ منطق سے کیا تعلق ہے ان کا۔ کوئی مسئلہ ان میں ایسا نظر نہیں آتا کہ منطق کا ہو۔ کیونکہ منطق کو تو ایک مرقات کافی ہے؛ اور منطق تو ایک بدیہی چیز ہے، ہر قوم میں، ہر زبان میں منطق ایک ہی رہے گی۔ کوئی فرق نہیں رہے گا۔ کوئی فرق اس کے اندر ہے ہی نہیں، آپ استقرا یونانی کریں یا قرآن سے، رہے گی ایک ہی چیز۔ وہ حقیقت بدل نہیں سکتی۔ امام ابو حنیفہؒ نے منطق نہیں پڑھی تھی، لیکن تمام کلام ان کا مبنی ہے منطق پر؛ باوجودیکہ منطق کا ترجمہ بھی ان کے زمانے میں نہیں ہوا تھا۔ جن لوگوں نے منطق پڑھی تب، اور نہیں پڑھی تب، فطرت نے انھیں اصولوں کی طرف ان کی ہدایت کی؛ اور آج بھی انھیں اصولوں کی طرف فطرت

ہدایت کر رہی ہے؛ وہ ایک فطری چیز ہے۔ ہماری بحث یہ ہے کہ مدارس عربیہ کیوں قائم ہیں، اور کیوں قائم ہوئے؟ قائم ہوئے تھے فقط استحکام دین کے واسطے، بقائے دین کے لئے۔ دُنیا کمانے کے لئے نہیں قائم ہوئے تھے، اس کو خوب سمجھ لیجئے۔ وہ بحثیں جو فلسفہ نے لاکر داخل کردی تھیں، اور وہ اسلام شکن تھیں، ان کی تردید کے لئے ہمیں ضرورت پڑی تھی کہ ہم درسگاہیں قائم کریں۔ کتابیں ہمارے پاس شروع میں نہیں تھیں، ہمارا طریقہ املا کا تھا، فقط لکھوانے کا تھا، تحریر کا تھا؛ یہ کتابیں بعد کو بنیں۔ اب ہم ان کتابوں میں جامد و منجمد ہو کے رہ گئے، اب ہمارا املا کا طریقہ بھی جاتا رہا۔ ضرورت ہے اس چیز کی کہ جس طرح ہم نے ارسطو کے نفس ناطقہ کی بحث کی تردید کی تھی، اسی صورت سے ہم تردید کریں ان چیزوں کی جو روح کا انکار کرتے ہیں، اور روح کو روح طبعی میں منحصر سمجھتے ہیں، اور روح کو مادیت سے علاوہ کوئی شے نہیں سمجھتے۔ آج ہمارے واسطے ضروری ہے کہ ہماری درسگاہوں کے اندر استحکام ہو اسلام کا۔ اور استحکام اسلام کا کیسے ہو؟ چند فقہ کے مسائل جاننے سے اسلام کا استحکام نہیں ہوتا ہے؛ ضرورت ہے اس چیز کی کہ ہم علوم جدیدہ حاصل کریں۔ اب عربی میں بھی علوم جدیدہ آچکے ہیں۔ کوئی ضرورت نہیں ہے کہ کینٹ یا کارل مارکس، اینگلز، یا نٹزیچ یا کسی اور زبان ہی میں ہے، نہیں، عربی میں بھی موجود ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ عربی میں ترجمہ ہوکے نہیں آتی ہے۔ آپ اگر غور کریں گے اور اس کو پڑھیں گے اور پڑھائیں گے، اور پھر دیکھیں گے کہ اسلام کی کس طریقے سے جڑیں کھودی گئی ہیں۔

— روٹی کا مسئلہ تو حقیقتاً بہت ہی ذلیل مسئلہ ہے: صنعت وحرفت میں روٹی ہے، تجارت میں روٹی ہے، اور بہت سارے روٹی کے ذریعے ہیں؛ ملازمت تو بہت حقیر ذریعہ ہے روٹی کا۔ ہمیں قائم رکھنا چاہئے ان مدارس کو استحکام اسلام کے لئے۔ استحکام اسلام ہمارا جبھی ہوگا جب اسلام پر دنیا میں جو اعتراض کئے گئے ہیں ہم ان کا علم حاصل کریں، پھر ان کی تردید کریں۔ ورنہ یاد رکھئے کہ مادیت جیسے کہ عیسائیت کو بہا کر لے گئی، جیسے اشتراکیت عیسائیت کو بہا کے لے گئی؛ آدھی دنیا تو برائے نام بھی عیسائی نہیں رہی، اور آدھی جو برائے نام عیسائی رہ گئی ہے وہ نہیں ہے، حقیقت میں ایک فرقہ ہے، اس کو عیسائی کہا جاتا ہے، عقائد عیسائیت اس کے اندر نہیں ہیں۔ اگر آپ بھی اپنا برائے نام فرقہ اسلام رکھنا چاہتے ہیں، تو بالکل ٹھیک ہے، اس کو رکھ دیجئے یا اس کو رکھ دیجئے، سب برابر ہیں، اور اگر آپ واقعی ایک اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو غور کرنا پڑے گا کہ درسگاہیں کیسے قائم رکھیں اور ان میں کیا پڑھائیں؟

ابتدائی بنیادی تعلیم اگر دینا ہے آپ کو اسلامی [illegible] بچوں میں انھیں ابتدائی تعلیم دیجئے۔ پھر بچوں سے کہہ دیجئے کہ جاؤ، اسلام کے ابتدائی معلومات حاصل ہوگئیں، اب کوئی صنعت سیکھو، کوئی پیشہ سیکھو، تمھارا اور کام نہیں آگے پڑھنے کا۔ لیکن جو اپنی زندگی وقف کرنا چاہتے ہیں، اور پیسوں کے تمنائی نہیں ہیں، [illegible] کرنا چاہتے ہیں، لیکن استحکام اسلام چاہتے ہیں، ان کو آنا چاہیے ان مدارس کے اندر۔ ہم نے اب جب کہ استحکام اسلام کو اپنی زندگی کا موضوع بنایا ہے تو ہم کو بوریا پر بیٹھنے میں ساری عمر کوئی تکلیف نہیں ہے، کوئی ضرورت نہیں ہے موٹر کی اور کوٹھی کی۔ اور اگر موٹر اور کوٹھی لینا ہے تو اس کے واسطے تو صنعت وحرفت ہے اور تجارت ہے، اور بڑا میدان ہے اس کا؛ یہ راستہ نہیں ہے دولت حاصل کرنے کا۔ ہم میں سے کوئی کوئی اتفاق سے جو آگے بڑھ گیا، ہمارے مولانا اکبرآبادی مثلاً ابتداء میں فتحپوری میں مدرس تھے، اس کے بعد انھوں نے علوم جدیدہ حاصل کئے، کچھ انگریزی پڑھی، [illegible]

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا ہوئے؛ اچھا بڑھ گئے، دو ہزار اور تین ہزار تک بڑھ گئے، مگر ہماری فکر کے اندر ہماری بوریا نشینی سے آگے نہیں بڑھے، یہ میں آپ سے عرض کیے دیتا ہوں۔

ہم جس جس جگہ پہ بیٹھے ہیں، اپنی جگہ پہ خوش ہیں بالکل۔ اب ہمیں بتائیے، کہ کون سا ذریعہ ہو استحکام اسلام کا۔ ہمارے دماغ میں جو کچھ آیا ہے وہ یہی آیا ہے کہ: پرانے فلسفہ کی کتابیں ہٹا دو، کیوں کہ ان میں تاریخ جہالت ہے، منطق کو ختم کر دو، مرقات کا ابتدائی رسالہ کافی ہے، یا کوئی اور بھی رسالہ رکھ لو۔ پھر فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم دو، اصول تفسیر کی تعلیم دو، اور صرف املا کی تعلیم، اتنے لمبے چوڑے اس جھنجھٹ میں مت پھنسو۔ البتہ جو اختصاص حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے واسطے ضرور ہے کہ نظر اس کی بہت ہی زیادہ وسیع ہو، لیکن ابتدائی معلومات کے واسطے تو ابتدائی املا کی تعلیم ہی کافی ہے؛ ہمارے متقدمین املا سے تعلیم دیا کرتے تھے۔

عبدالخالق نقوی

ابھی مولوی سعید احمد صاحب نے اپنے مقالے کی ابتدا میں کہا کہ میں نے چلتے چلتے یہ تحریر لکھ لی، جیسے ہمارے شعرا مشاعرے میں غزل پڑھتے وقت کہتے ہیں۔ یہ طریقہ ٹھیک نہیں، پھر موضوع کچھ اور تھا اور انھوں نے ابتدا ذکر آدم سے کی۔ اگر بات وہاں تک پہنچانا ہے تو پھر ادھر تو یہ بھی سوال اٹھ سکتا ہے کہ فرشتوں پر آدم کو ترجیح اس طرح دی گئی کہ سارے اسماء آدم کو بتلا دیے اور پھر فرشتوں سے پوچھا، تو اس میں آدم کی فضیلت کیا ہوئی۔ پیپر تو پہلے ہی آؤٹ کر دیا تھا۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔

دوسرے "طلب العلم فریضۃ" اچھی حدیث ہے لیکن علما کہتے ہیں یہ موضوع حدیث ہے۔ بہت سی حدیثیں ہیں جن کے مضمون بہت معقول ہیں، لیکن اسناد کی رو سے وہ ضعیف ہوتی ہیں۔ مثلاً یہی حدیث ہے۔ اگرچہ بات بہت اچھی ہے، دوسری "زندہ کالنا بالصین" کے بارے میں نہیں جانتا، لیکن دیکھنا اسے بھی چاہیے۔

پھر مولانا نے ایک جگہ "علم ہندسہ و علوم ریاضیہ" لکھا ہے۔ ہندسہ سے علوم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریاضیہ کا جزو ہے اس طرح اسے الگ رکھنا مناسب نہیں

جامعہ ازہر کے سلسلہ میں مولانا نے لکھا ہے کہ اس میں ۱۹ ویں صدی میں جمود کی حالت تھی، لیکن سعد زغلول، مفتی محمد عبدہ اسی زمانہ کی پیداوار ہیں۔ اصل میں جمود کا زمانہ اس سے پہلے کا تھا۔ نپولین کے حملہ کے بعد ہوش آگیا اور ان لوگوں نے سوچنا شروع کر دیا تھا۔

مولانا نے ایک شخص سارٹن کا حوالہ دیا ہے۔ ان لوگوں کے طرز فکر میں بنیادی کجی ہے۔ ان کے بیانات کو اس طرح اہمیت دینا ٹھیک نہیں۔

اصلاح نصاب کے سلسلہ میں بعض اقدامات کا ذکر ہوا۔ ایک کمیٹی اس سلسلہ میں بھوپال میں بھی بنائی گئی تھی۔ دوسرے یہ کہ جب جامعہ ملیہ کی سلور جوبلی ہو رہی تھی۔ اس موقع پر دہلی چارادشر نے بمبئی سے ذاکر صاحب کو ایک نصاب تعلیم مرتب کر کے بھیجا تھا۔ انھوں نے اس میں یہ بتلایا تھا کہ سب سے پہلے یہ فیصلہ ضروری ہے کہ ہم اپنے بچوں کو کیا بنانا چاہتے ہیں؟ انجینیر اور ڈاکٹر بنانا ہو تو ابتدائی اسلامی تعلیم دے کر مثلاً علی گڑھ بھیج دیں، لیکن اگر اسلام کے مبلغ بنانا چاہتے ہیں اور اس کی تعلیم کو ان کی زندگیوں پر نافذ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے لئے یہ نصاب ہے۔ انھوں نے یہ نصاب عربی میں لکھا تھا میں نے اس کا اردو میں ترجمہ کیا تھا۔

کتابوں کا جہاں تک تعلق ہے شافیہ کافیہ از کار رفتہ ہوں، ٹھیک ہے انھیں نہ پڑھائیے۔ لیکن جو مسائل ان کتابوں میں ہیں انھیں تو پڑھانا ضروری ہے؟ اپنے طریقے سے پڑھائیے۔ عربی زبان کے لئے یہ علم تو ناگزیر ہے۔

اور اصل میں ہمارے اساتذہ کی یہ کمزوری بھی رہی کہ صرف پڑھانا مقصود نہیں رہا۔ بلکہ شافیہ استاد خود شرح دیکھتے ہیں، حاشیہ دیکھتے ہیں تو طالب علم میں اجتہادی کیفیت کہاں سے آئے۔ ایک طالب جس نے بارہ سال دینی مدرسہ میں تعلیم پائی۔ مجھ سے کہنے لگا بارہ سال میں ہم جو چیز حاصل کرتے ہیں، وہ آپ اپنے اسکول میں بارہ مہینے میں کیسے سکھا دیتے ہیں۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ مگر ہم اپنے طالب علم کو کم سے کم اتنا ضرور کر دیتے ہیں کہ عربی کے بارہ مہینوں کے نام بتا سکے، اور یہ کہ کہاں الف لام لگے گا کہاں نہیں۔ ہم کم سے کم انھیں حروف ہی کے ناموں میں غلطی کرتے نہیں سنتے کیا تم یہ نام صحت کے ساتھ بتا سکتے ہو؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تو مسئلہ اساتذہ کا بھی ہے۔

کسی بھی شہر میں جہاں تھوڑی سی بہت مسلم آبادی ہے، وہاں کچھ نہ کچھ ایسے مدرسے ضرور قائم ہیں۔ تو اچھا ہے اگر ہم ایک نصاب بنائیں اور اسی راستے پر چلنے کی کوشش کرائیں کہ سب مشترک ہوں، اور ان مدارس کو ایک نظم میں پرونے کی کوشش کی جائے۔

یوں ہمیشہ دنیا میں ہوتا آیا ہے کہ کوئی سرپھرا دیوانہ آدمی اٹھتا ہے اور وہ کوئی کام انجام دیتا ہے۔ کام کرنے والا کوئی ایک ہی ہوتا ہے۔

تعلیم کے مقصد کو بہرحال سامنے رکھنا ضروری ہوگا، اور اس تعلیم کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ کہیں نوکری مل جائے، آل انڈیا ریڈیو میں یا وزارت خارجہ میں، بلکہ جہل وتاریکی و غلامی کی زنجیروں سے آزاد کرانا، یہ کہ فکر کے دریچے کھلیں، اور آزاد قوم کی امنگیں پیدا ہوں۔ وہ جو اقبال نے کہا ہے

یقیں پیدا کر اے غافل کہ مغلوب گماں تو ہے

اور: یقیں پیدا کر اے غافل یقیں سے ہاتھ آتی ہے
وہ درویشی کہ جس کے سامنے جھکتی ہے فغفوری

اب وہ یقین کہاں ہے!!

اچھے سے اچھا نصاب بنائیے، تعلیم دینے والے میں جذبہ اور اسپرٹ نہ ہو تو کوئی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ سعید انصاری صاحب کے بقول، ہمارے دینی مدارس میں یا علی گڑھ اور جامعہ کو چھوڑ کے، ایسا کوئی انتظام نہیں کہ ان اساتذہ کی تربیت ہو، اور وہ بھی فن تعلیم سے واقف ہوں۔ حدیث وفقہ وغیرہ کو کیسے پڑھایا جائے، اس سب کے لیے ایک تربیت یافتہ گروہ کی یقیناً ضرورت ہے۔

مگر سب سے بڑھ کے یہ کہ ہم کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ مدارس عربیہ یا مدارس دینیہ کا مقصد کیا ہے؟

سب سے پہلے تو یہی کہ طلبہ مذہب اسلام سے واقف ہوں، ٹھیک ہے۔ مگر قدیم طرز کی کتابیں اب اس کے لیے زیادہ سودمند نہیں۔ لیکن یہاں میں ایک اور پہلو کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ اس وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی دیکھنا ہے کہ کوئی بھی مذہب ہو وہ کس حد تک سوسائٹی کے لیے مفید ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام ایک اہم رول اور کردار ادا کر سکتا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہم سب کا یہ بھی فرض ہے کہ اسلام کے اس پہلو کو نمایاں کریں۔ اور اگر واقعی ایسا نہیں، اور ہم سمجھتے بھی نہیں ہیں تو پھر منافقت برتنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ مثلاً آپ نے ابھی سنا کہ ہمارے علماء جو پیسہ صرف کر سکتے ہیں، اپنے بچوں کو ان مدارس میں بھیجتے ہیں جو جدید تعلیم دیتے ہیں۔ اس کا مطلب بادی النظر میں یہ ہے کہ وہ خود ایک کو پسندیدہ اور دوسرے کو ناپسندیدہ سمجھتے ہیں۔

تو اگر ضرورت نے ثابت کر دیا ہے، اور اگر ہم اس نظام تعلیم کو غیر ضروری سمجھتے ہیں تو اس سے بڑی کوئی منافقت نہیں، روپیہ، پیسہ اور انرجی ایسی جگہ صرف کریں، کیا بہتر نہ ہو گا کہ مناسب مصرف نکالیں۔

اور اگر یہی نظام رکھنا ہے تو پھر کم سے کم یہی سوچنا چاہیے کہ دینی تعلیم کیسے مکمل ہو سکتی ہے جب تک اس زمانہ کے وہ ادیان خاص کر وہ جن کا تعلق اسلام سے ہے، ان کا بھی مطالعہ نہ کریں۔ عیسائیت، ہندومت، بدھ مت وغیرہ۔ یا اس وقت کا اہم نظریہ کمیونزم، کہ وہ بھی ایک دین ہے، یہ معلوم ہو جانا چاہیے ان طلبا کو، کہ کیا چیز کیا ہے، کس کی اہمیت ہے، اس طرح سے ہمارے طلباء کو جمود سے بھی آزادی مل سکے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد شفیع اگوانی[۱]

مدرسوں کا وجود اتنا ہی قدیم ہے جتنی خود اسلامی تاریخ، لیکن اس سے مراد آپ مدرسوں کا وہ نظامِ تعلیم نہیں جو آج ہندوستان میں رائج ہے۔ اوّل الذکر اس ابھرتی ہوئی تہذیب کی پیداوار تھے، جو ان کی روحانی اور مادّی دونوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی کوشش کرتے تھے، وہ جن میں علم کا افق وسیع تر کرتے رہنے کی لگن تھی۔ ثانی الذکر اس ہمہ جہتی زوال کے آئینہ دار ہیں جس کے جلو میں سیاسی خلفشار تھا اور علم و دانش کا انتشار بھی۔ درسِ نظامی جو ہندوستانی مدارس کی اکثریت قبول کیے ہوئے ہے ملّا نظام الدین (م ۱۷۴۸ء) نے مرتب کیا ہے، جو مغل عہد کے آخری دنوں کی بات ہے۔

اس سلسلہ میں پہلی بات جو میں کہنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ ہندستانی مدرسے، ان کے نصاب اور ان کا طریقۂ تعلیم، ان میں قدیم مدارس کی روش سے قطعی انحراف ہے۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں علوم اسلامیہ کو علوم طبیعیہ اور علوم نقلیہ میں تقسیم کیا ہے؛ ایک عمومی تقسیم علم لدنی اور علم عقلی کی بھی تھی۔ علوم عقلیہ میں ریاضیات، طب، طبیعیات، کیمسٹری، ہیئت اور زراعت کے علوم شامل تھے؛ علوم دینی میں تفسیر، حدیث، فقہ اور کلام شامل تھے۔ اس روش سے قطعی انحراف کرتے ہوئے درسِ نظامی میں علوم نقلیہ بھرے پڑے ہیں، اور دنیوی علوم تقریباً صفر کا درجہ رکھتے ہیں۔

ہم اندازہ کر سکتے ہیں کہ عہد وسطیٰ میں کوئی بھی تعلیم یافتہ مسلمان ایک بھرپور، ہمہ جہت نظامِ تعلیم کا پروردہ ہوتا تھا، اور کوئی معقول وجہ نہ تھی کہ وہ ایک اچھا مسلمان نہ بن جائے، اور ساتھ ہی اپنے کو معاشرے کا ایک مفید رکن

---

[۱] پروفیسر ایم۔ ایس اگوانی، انڈین اسکول آف انٹرنیشنل اسٹڈیز، نئی دہلی میں "مغربی ایشیا اور شمالی افریقہ" کے شعبہ کے صدر، دنیائے عرب کی موجودہ صورت حال پر استناد کا درجہ رکھنے والے دو چار ہندستانی مسلمانوں میں سے ایک ہیں۔ ہندستانی مسلمانوں کے بارے میں ہمدردانہ اصلاحی نقطۂ نظر اور ان کے مسائل پر مستقل سوچ بچار کرنے والے ممتاز ترین مفکروں میں سے ایک۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثابت نہ کر پائے۔ اس نظامِ تعلیم نے بڑے بڑے فقیہہ، متکلم، طبیب، سائنسداں، ماہرِ ریاضیات، سیاستداں اور ادیب پیدا کیے، انھیں میں ابو حنیفہ، غزالی، ابن سینا، البیرونی، خیام، ابن خلدون، امیر خسرو، ابوالفضل اور فیضی جیسے مشاہیر بھی ہیں۔ یہ بات آج ہم اپنے مدرسوں سے نکلے "تعلیم یافتہ" مسلمان کے بارے میں نہیں کہہ سکتے۔ وہ دین کے بارے میں تو کچھ جان لیتا ہے لیکن خود اپنے طبیعی اور معاشرتی ماحول کے بارے میں اس کا علم تقریباً نہیں کے برابر ہوتا ہے! کوئی ایسا ہنر بھی ہاتھ میں نہیں آپاتا کہ وہ سماج کا منفعت بخش رکن بن سکے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ وہی وہ معتمد اور دانشور قرار پاتا ہے، جس سے ناخواندہ مسلمان رہنمائی اور مشورہ کے لئے رجوع کرتے ہیں!!

دوسرے یہ کہ: خالص مذہبی نقطۂ نظر سے بھی ان مدرسوں نے اسلامی فکر کی توسیع و ترقی میں مدد پہنچانے کی جگہ کچھ رکاوٹیں ہی ڈالی ہیں۔ ۱۸ویں ۱۹ویں صدیوں میں جب مغل رو بہ زوال تھے، مسلمان نے اپنے چاروں طرف سے زمین کھسکتی پائی۔ کچھ اور بچانے کی نہ سکت تھی نہ عزم، اس لیے اس نے سوچا کم سے کم مذہب ہی بچالو۔ ایسے بحرانی دور جب بھی آتے ہیں، لوگ سکہ بند یا ڈھلے ڈھلائے مجموعۂ عقائد (DOGMA) کو زندہ عقیدہ سمجھ بیٹھتے ہیں، سائے کو وجود خیال کر لینے لگتے ہیں! مدارس کا نظامِ تعلیم منجملہ ان بہت سی تدابیر کے ایک تدبیر تھا، جو ملا نے سکہ بند عقیدہ کی حفاظت اور

اس کی تبلیغ کے لیے اختیار کیا۔

یہ سب سمجھ میں تو آتا ہے، یہ اور بات ہے کہ تاریخ اسے معاف نہ کر سکے! لیکن یہ تو تمام سمجھ سے بھی فزوں تر رہ جاتا ہے کہ ہندستان میں ہر طرف پچھلے سو سال میں، اتنی ساری تبدیلیاں ہو رہی ہیں، لیکن اپنی کھال میں مست نظامِ مدارس پر ان کا مطلق اثر بھی نہیں۔ یہ کیا قصہ ہے؟ مسلمانوں میں سماجی اور دینی اصلاح کی متعدد تحریکیں چلیں، دارالعلوم دیوبند نے ہندستان کی جنگِ آزادی میں اہم رول ادا کیا، یہ صحیح ہے، لیکن مدارس کے بارے میں بالعموم یہ بات نہیں کہی جا سکتی۔ خود دیوبند نے اس امر کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں دی کہ ان لبرل اور انسانی اصولوں پر جو تمام مہذب، متمدن اور ترقی یافتہ امتوں میں مشترک ہیں، مسلمانوں کی سماجی اور معاشی زندگی کی کس طرح تعمیرِ نو کی جائے۔ عہدِ جدید کے مسلمان مفکروں — جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبدہٗ، سید احمد خاں — نے اپنی تحریروں اور اپنے عملی کاموں سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ اسلام کسی طرح جدید علوم اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انسانی معاملات کی عقلی ترتیب و تنظیم سے غیر ہم آہنگ نہیں ہے۔ روایتی طریقۂ تعلیم اور اسلامی افکار کے اس حرکی حصہ سے محض بے خبر یا خوفزدہ (ALLERGIC)

ہمارے مدارس کا یہ رجحان بھی کچھ کم حیرت خیز نہیں ہے کہ علوم اسلامیہ کو آن از کار رفتہ و پارینہ دفتروں کی مدد سے پڑھایا جاتا ہے جو نصاب کی کتابیں کہلاتی ہیں، مدرسوں کا نصاب دیکھ کر قطعی طور سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جب سے قدما ان موضوعات پر کچھ لکھ گئے ہیں اس کے بعد سے دنیا میں کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ یہ فقہ اور دینیات ہی پر موقوف نہیں، ادبی تنقید، میڈیسن، ہیئت، اور ریاضیات تک یہی حال ہے۔ قدما کے ساتھ اسی سادہ لوح وابستگی کا نتیجہ ہے کہ جدید عربی ادب اور جدید فارسی ادب کا کبھی قطعی مطالعہ نہیں کیا جاتا: یا تو ان پر قدغن ہے یا محض سرسری تذکرہ ہو جاتا ہے!

یہ سب کچھ تصویر کی بیرنگی کو بڑھاتا جا رہا ہے۔ نظام مدارس نہ تو مذہبی روشنی دے پاتا ہے نہ مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کو روزانہ زندگی کے مسائل کو گرفت میں لینے کے قابل بناتا ہے؛ اس کے برخلاف، یہ مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت کیلیے جو ہنوز اس کے ارادت مند ہیں، مذہبی، معاشرتی، اور ذہنی ترقی کی راہ میں ایک دیوار بنجاتا ہے؛ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ حاضر و موجود سے آنکھیں بند کرا کے، اور اس پر لعنت بھیج کر، مسلمانوں کو اس کے خیالی ماضی کی طرف لوٹا رہے! یہ نہ اس کی روحانی زندگی کو ثروت مند بنا پاتا ہے، نہ اس کی دنیوی فلاح کو ملحوظ رکھتا ہے۔

میری حقیر عرض ہے کہ تمام سوچنے والے مسلمان نظام مدرسہ کی تنظیم نو اور اس کے نصب العین کی تعریف پر سنجیدگی کے ساتھ کچھ سوچیں!

جہاں تک نصب العین کی بات ہے، کوئی تعلیمی نظام، مذہبی ہو یا عمومی، مفید اور اثر انداز نہیں ہو سکتا، جب تک کہ وہ اپنے متعلقوں میں آزاد فکر اور خود اعتمادی پیدا نہیں کرتا۔ اگر کلام خداوندی کو انسان کی زندگی میں ایک زندہ اور توانا حقیقت بننا ہے، تو انسان کو، خدا ہی کی عنایت کی ہوئی صلاحیتوں کی مدد سے، اسے سمجھنے اور تاویل و توجیہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ معاصرین یا قدما کی اندھی تقلید، خواہ وہ کیسے ہی امتیاز کے حامل ہوں، عقیدہ کی روح کو کھا جاتی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرے یہ کہ وہ لوگ بھی جو محض دینی عالم اور مبلغ بننا چاہتے ہیں انھیں بھی معاشی طور سے خود کفیل ہونا چاہیئے۔ یہ سب جانتے ہیں کہ بے تعداد مولوی اور مسجدوں کے امام محض اپنے روحانی مزارعوں سے حاصل کی ہوئی حقیر کمائی پہ پلتے ہیں۔ گاؤں میں یہ زیادہ ہے جہاں اکثر لوگ ناخواندہ ہوتے ہیں اور مولویوں کے آگے سہمے رہتے ہیں۔ اخلاقی نقطۂ نظر سے معیوب ہونے کے علاوہ مولویوں کی زلیست کا یہ طور عام ذہنوں پر کچھ اس قسم کا افسوسناک اثر چھوڑتا ہے کہ پھر وہ بھی خدا کی خدمت گذاری اور خود کفالتی کو دو متضاد اور مختلف حلقے سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اِن مقاصد کی کامیابی کی بس یہی ایک صورت ہے کہ نصاب اور طریقۂ تعلیم دونوں پر نظرِ ثانی کی جائے۔ نصاب نیا اس طور پر توسیع ہو کہ مذہبی علوم کے ساتھ دنیوی علم بھی شامل رہیں۔ نئی نصابی کتابیں ایسے موزوں لوگوں سے تیار کروائی جائیں جو کلاسیکی اور ماڈرن دونوں انداز کے علوم سے واقف ہوں۔

مولانا شبلی نعمانی نے ایک بار مدرسوں کے حفظ و تکرار والے طریقے پر سخت اظہار افسوس کیا تھا جو مدرسوں کے اساتذہ کا تنہا طریقۂ تعلیم ہے؛ اور مولانا کے زمانے سے بظاہر کوئی افاقہ تو ہوا نہیں ہے۔

آخر میں؛ ہمیں اس کا اندازہ ہو جانا چاہیئے کہ وہ دنیا جس میں ہم رہ رہے ہیں، اُس دنیا سے جس میں ہمارے اجداد بستے تھے، غیر معمولی مختلف دیتا ہے۔ پہلے سیاسی حکمرانوں کا عام قاعدہ تھا کہ اپنے ذاتی مذہب کو اُس پورے خطّے کا مذہب قرار دیدیتے تھے، جس کے وہ حاکم ہوتے تھے؛ ہمارے زمانے کا رجحان یہ ہے کہ ریاستیں مذہبی امور میں دخل اندازی سے بچتی ہیں، یا پھر تمام مذاہب کو ایک سطح پر برتتی ہیں۔ اس طرح رفتہ رفتہ مذہب اب ریاست کی مذمولہ ہونے سے موچ گیا ہے؛ یہ ایک خوش آیند تبدیلی ہے، لیکن تمام مذاہب کے پیروؤں پر کچھ نئی ذمہ داریاں بھی ڈالتی ہے۔ ملے جلے ہم آہنگ سماجی، سیاسی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معاشی اطوار کی ترقی کے لیے ہر مذہب کے پیروؤں کو اپنے ساتھی شہریوں کے عقائد کے بارے میں بنیادی باتوں کا علم تو ہونا ہی چاہیئے۔ اسی لیے مذہبی علوم کے تمام اداروں کے لئے مذاہب کا تقابلی مطالعہ (COMPARATIVE RELIGIONS) اہمیت رکھتا ہے۔ مغرب کے عیسائیوں کو اس نکتہ کے سمجھنے میں اولیت کا شرف حاصل ہے۔ اگر ہم اس معاملے میں اس بیش قیمت مثال کی پیروی کریں تو یہ اسلام کی اور خود اپنی بڑی خدمت ہو گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر عبدالعلیم

حضرات! مجھے بہت خوشی ہے کہ مجھے اس صحبت میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ اس موضوع کی اہمیت کا آپ سب لوگوں کو اندازہ ہے، زیادہ تفصیل سے تقریر کرنے کی ضرورت نہیں ہے

یہ بالکل صحیح ہے کہ ہمارے وہ مدارس جنھیں عام طور پر عربی مدارس کہا جاتا ہے، انھوں نے پچھلے زمانے میں بہت خدمات انجام دی ہیں، اور ان سے وہ لوگ پیدا ہوئے ہیں جنھوں نے ہماری تہذیبی اور تعلیمی زندگی میں بہت نمایاں حصہ لیا ہے۔ اور یہ بھی صحیح ہے کہ موجودہ زمانے میں ضرورت ہے (اس جائزے کی) کہ وہ جو نصاب پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کی افادیت کس حد تک ہے، اور وہ کتابیں جو پڑھائی جاتی ہیں۔

میں اس سلسلہ میں کچھ کام کر چکا ہوں۔

مولانا آزاد نے جو کچھ کیا تھا، اس کی پوری تاریخ شاید آپ لوگوں کو معلوم نہیں۔ ۱۹۳۷ء میں جب یو۔ پی کانگریس حکومت بنی تو دو کمیٹیاں بنائی گئیں، ایک سنسکرت مدارس کے نصاب کے لیے، دوسری عربی کے لیے۔ عربی کمیٹی کے صدر مولانا آزاد تھے۔ اس زمانہ میں وہ وزیر نہیں ہوئے تھے۔ لیکن کچھ حالات ایسے رہے کہ اس کمیٹی کی کارروائی مکمل نہ ہو سکی۔ پھر دوبارہ جب کانگریس حکومت قائم ہوئی تو پھر وہ کمیٹی بنی، اور اس میں کچھ توسیع بھی کی گئی۔ اس میں حسین احمد مرحوم، حفظ الرحمٰن مرحوم اور رسید سلیمان ندوی مرحوم بھی تھے، شیعہ علماء میں سے بھی ایک دو تھے۔ میں بھی اس میں تھا۔ یہ سلسلہ میرے خیال میں کئی سال چلا۔ اب مولانا وزیر ہو گئے تھے، اس لیے وہ مصروفیات کی وجہ سے پوری توجہ نہ دے سکے۔ ایک جلسہ آخر میں ان کے مکان پر ہوا تھا جس میں سب لوگ شریک ہوئے تھے، یہ وہی زمانہ تھا جس کے دوسرے دن دہلی میں فساد ہو گیا، جب کہ ہم لوگ واپس جا بھی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پاسے تھے۔ بہر حال اس کمیٹی کی رپورٹ تیار ہوگئی، اور نصاب بھی تفصیل سے تیار ہوگیا، لیکن وہ نافذ نہیں ہوسکا۔ کیوں کہ مولانا مرحوم نے کہا تھا کہ وہ ایک نوٹ لکھیں گے جو یوپی گورنمنٹ کو جائے گا۔ یہ ایک سرکاری کمیٹی تھی، سرکاری حد تک تو نافذ ہو ہی جاتا۔

آزاد مدارس پر یہ لازمی طور سے نافذ نہیں ہوتا۔ ندوہ والوں کے سامنے مولانا آزاد کمیٹی کمیٹی کا مرتبہ نصاب رکھا گیا تو انھوں نے کہا ہم اسے پورے طور سے قبول نہیں کریں گے لیکن اپنے طور سے اسے استعمال کریں گے۔ لیکن جب وہ سامنے آتا اور اس پر سرکاری مدارس میں عمل ہوتا تو کچھ نہ کچھ ہوتا ہی، بہر حال وہ چیز بھی نہ ہوسکی۔ حالانکہ وہ نصاب چھپ گیا تھا، اگرچہ تقسیم نہ ہوسکا۔

جو بحث آج ہوئی ہے۔ اس کو ایک طور پر ختم کرنے کے لیے صدر کے فرائض میں سے یہ ہے کہ جو کچھ لوگوں نے کہا ہے اس کا خلاصہ پیش کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آج کی گفتگو میں کچھ غلط مبحث ہوگیا ہے۔ اس سیمنار کا مقصد جو میں سمجھا تھا، وہ یہ تھا کہ بہت بڑی تعداد میں ہمارے یہ مدارس موجود ہیں، اور موجود رہیں گے، اگر کوئی ایسی صورت سمجھ میں آئے کہ موجودہ زمانے کے جو تقاضے ہیں ان کو پیش نظر رکھ کر ان مدارس اور بالخصوص ان کے نصاب میں کوئی اصلاح ہوسکے تو اس کے بارے میں غور کیا جائے۔

یہ سوال کہ سارے ہندستان کے مسلمانوں کے سامنے کیا مقصد ہو، اور مجموعی اصلاح کا کام کیا جائے، یہ بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے دوسری بحث کی ضرورت ہے۔ کچھ اور لوگوں کو بلانا چاہیے تھا، اس لیے کہ مسلمانوں کی تعلیم کا آپ ذکر کریں گے تو ان اداروں پر بھی بحث کرنی ہوگی جن کے نام کے ساتھ مسلم لگا ہوا ہے۔ لیکن میں سمجھتا تھا کہ آج کا مقصد یہ ہے کہ ایسے مدارس موجود ہیں جن میں دینی تعلیم ہوتی ہے، اور جن کا بنیادی مقصد ہی دینی تعلیم ہے تو ان کے بارے میں کچھ غور کیا جائے۔ اگر یہ محدود مقصد پیش نظر رکھ کر ہم گفتگو کریں تو زیادہ مفید ہوگا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ چیز تو ظاہر ہے کہ دینی مدارس، مدارس عربیہ دینیہ، ان کا مقصد دینی تعلیم ہے۔ اور ان کا بنیادی مقصد یہ نہیں کہ ذریعہ معاش فراہم کریں۔ اس حد تک تو اتفاق رائے ہے۔ اب یہ کہ ان مدارس میں کچھ ایسی بھی تعلیم دی جائے کہ جو طلباء وہاں سے فارغ ہو کے نکلتے ہیں ان کے لیے دنیا میں معاش حاصل کرنا بھی ممکن ہو جائے، ان کا موجودہ دنیا سے ربط رہے، اگلا قدم ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ترمیم یا اصلاح کی جو کوششیں کی گئی ہیں اور جن کا احساس تمام مشہور مدارس کو ہو گیا ہے یہ کہ جو علوم پڑھائے جاتے تھے، ان کے ساتھ ساتھ کچھ جدید علوم بھی ہوں —— مگر مقصد وہی 'دین' رہے۔ اس کے لیے یہ احساس ہو رہا ہے کہ ہندسہ، ریاضی، فلسفہ یونان وغیرہ ان میں اب ترمیم کی ضرورت ہے۔ فلسفہ میں جدید فلسفہ کی ضرورت ہے۔ اگر سائنس کا کچھ علم ہمیں حاصل نہیں ہوتا تو ہم موجودہ زمانہ میں مکمل نہیں کر سکتے۔

اس کا احساس پہلے بھی ہوا اور کم و بیش اب بھی ہو رہا ہے۔ جیسا کہ ندوہ کی مثال سامنے ہے۔ یہاں تک کہ دیوبند میں بھی جس کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ خالص دینی تعلیم کا ادارہ ہے۔ وہاں بھی یہ احساس ہوا کہ اسے کم از کم انگریزی ضرور آ جائے کہ اسلام پر جو کتابیں لکھی جا رہی ہیں یا جن لوگوں تک اسلام کو پہنچانا ہے (اس میں مدد ملے)

تو اس حد تک جو گفتگو ہوتی ہے، اور جو ایک نصاب وقف کونسل کی طرف سے آیا ہے اس پر کچھ زیادہ تفصیل سے اگر بحث ہو تو مقصد، محدود سہی، مگر میں سمجھتا ہوں مفید ہو گا۔ اور اگر بنیادی مقصد اٹھائے جائیں تو میرے خیال سے نہ تو ہم نے تیاری کی ہے نہ —— اس لیے غلط بحث ہو جاتا ہے

یہ کہ ان دینی مدارس کی سندیں سرکاری ملازمتوں کے لیے تسلیم کی جائیں، یہ صحیح نقطہ نظر نہ ہو گا۔ آپ کچھ بھی کوشش کریں اب تو صورت حال یہ ہے کہ یونیورسٹیوں میں بھی طلباء کا رجحان ان مضامین کی طرف بڑھ رہا ہے، جن سے معاش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(میں سہولت ہو) سائنس، انجینئرنگ، میڈیسن وغیرہ تاریخ، فلسفہ، ادب وغیرہ کی طرف رجحان کم ہو رہا ہے، تو یہ توقع کرنا کہ دینی مدارس سے ایسے لوگ نکلیں گے جو دنیا والوں سے سرکاری یا نجی اداروں میں مقابلہ کر سکیں گے، یہ کوشش میرے خیال سے کامیاب نہیں ہو گی۔

اب مسئلہ یہ ہے کہ یہ مختلف مدارس جو پھیلے ہوئے ہیں ان کو چلنا چاہیئے یا نہیں؟ اور چلیں تو کیسے؟

آپ کو دینی تعلیم دینا ہے کہ تو کچھ مرکز ایسے ضرور قائم کرنے ہوں گے جن میں اعلیٰ دینی تعلیم دی جا سکے۔ باقی بہت سے مدارس پھیلے ہوئے ہیں ان میں کمی کرنا ضروری ہے۔ اور زمانہ خود ہی کمی کر رہا ہے۔

لیکن یہ بھی ہے کہ آپ کے کہنے سے وہ بند تو نہیں ہو جائیں گے۔ تو اب سوال یہ ہے کہ پھر ان مدارس میں ایسی اصلاح ہو کہ وہاں کے فارغ تعلیم کے موجودہ دھارے میں آجائیں، اسی لیے یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مختلف سندوں کے متعلق مرحلے قائم ہو جائیں، کوئی ابتدائی کے بعد چھوڑنا چاہتا ہے چھوڑ دے، کوئی فارغ التحصیل ہونے کے بعد چھوڑے گا۔

مثال کے طور پر یہ کیا گیا ہے کہ دیوبند یا ندوہ سے فارغ کے لئے یونیورسٹیوں میں کیا انتظام کیا جائے۔ مولانا آزاد کمیٹی میں اس سے بھی بحث ہوئی تھی۔

آپ کو خیال ہوگا مصر میں ایک ادارہ کلیۃ دار العلوم قائم ہوا تھا، جس کا مقصد ازہر اور جامعہ فواد کے درمیان ایک پل کے طور پر کام دینا تھا۔ یہ اب بھی قائم ہے مگر اب اصلاح کے بعد ازہر میں کیا صورت ہے پتہ نہیں۔

تو ہمیں یہ بھی سوچنا ہے۔ ترجیح کر کے ضروریات کے تحت تعلیم یہ بھی ایک عملی مسئلہ ہے۔

اور اگر بہت اونچے مقاصد ہوں اور عمل کچھ نہ ہو تو بے فائدہ ہے۔ اپنی جگہ پر یہ بحث جاری رکھیے کہ مسلمان کے فرائض کیا ہیں اور تعلیم کے مقاصد کیا ہیں۔ لیکن جو عملی بحث میرے خیال میں ہے وہ یہ ہے کہ ہزاروں کی تعداد میں جو ان مدارس کے طلبہ نکلتے ہیں انھیں آپ بنیادی کش مکش میں حصہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لینے کے قابل بنانا چاہتے ہیں یا نہیں؟

اس لحاظ سے یہ کوشش ٹھیک ہے کہ ان مدارس میں انگریزی، جدید علوم، جدید تاریخ، جغرافیہ اور سائنس وغیرہ کے مبادی داخل نصاب کیے جائیں، اور اس کی کوشش کی جائے کہ ان مدارس میں تعلیم کے سلسلہ میں یہ احساس پیدا ہو جائے۔ محض تبلیغ کے لیے بھی تو یہ سب ضروری ہی ہے۔

اگر آج ہم یہ کرتے کہ کسی ایک نصاب کو لے کر، یا مثلاً کتابچے کو جو وقف کونسل نے مرتب کیا ہے، سامنے رکھ کر اس پر تفصیل سے بحث ہوتی تو شاید زیادہ فائدہ ہوتا؛ تو آج یا پھر کبھی اس پر تفصیل سے بحث ہونی چاہیے کہ نصاب کیا ہونا چاہیے۔ اور کیا نہیں، کتابیں تو خیر بحث میں آئیں گی ہی، مگر اس سے زیادہ ضروری یہ کہ علوم کون سے ہوں۔

میں سمجھتا ہوں یہ محدود مقصد سامنے رکھ کے، ایک سیمینار ہو، جس میں ہمارے جو مشہور مدارس ہیں، ان کے نمائندے ہوں۔ یہاں دیوبند کے پڑھے ہوئے لوگ تو ہیں۔ دیوبند کے نظام تعلیم کا نمائندہ کوئی نہیں۔ ندوہ کا کوئی نہیں، جامعہ عمر آباد کا کوئی نہیں۔ یہ سب نمائندے ہوں اور بیٹھ کر یہ غور کریں کہ کس حد تک ترمیم کے لیے تیار ہیں۔ ان کے خیالات بھی تو معلوم ہوں۔ ہم اپنی جگہ نصاب بنا کر یہ سمجھیں کہ فرض ادا ہو گیا۔ تو یہ ٹھیک نہیں، وہ جو یہ نظام چلا رہے ہیں، ان سے تبادلۂ خیال کی ضرورت ہے تاکہ کوئی ایسی راہ نکل سکے۔

پھر کوئی ضروری نہیں کہ ہر مدرسہ ایک چیز پڑھاوے؛ نہ ضروری ہے کہ ٹیکسٹ بک یکساں ہوں۔

اپنے مقاصد اور خیالات کو پیش نظر رکھ کر ترمیم ہو تو یہ اچھا قدم ہوگا۔

— مولانا آزاد کمیٹی میں دیوبند، ندوہ اور شیعہ حضرات بھی تھے، جو —

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدارس چلا رہے ہیں۔ وقف کونسل والی کمیٹی میں بھی ایک شیعہ عالم موجود تھے۔ اگر اس کوشش کو اور آگے بڑھایا جائے تو ضرور فائدہ ہوگا۔

اور یہ بات کہ ایک ایسا نمونہ کا ادارہ قائم ہو جس میں نیا نصاب چلا کے نمونہ کے لوگ پیدا کر کے دکھا دیں، ان سے ایسے طلبا نکلیں، جو ہندستان میں انقلاب پیدا کر دیں۔ یہ محض وِش فُل تھنکنگ ہے۔ ضرورت تھی ایسے مدارس کی جہاں اُردو ذریعۂ تعلیم ہوتی ایسے ادارے تک بنانا مشکل رہا کہ لوگ تیار نہیں ہوتے۔ تو یہ نیک خواہش کہہ لیجئے۔ عملی بات نہیں ہے۔ عملی بات یہی ہے کہ اس وقت جو مدارس قائم ہیں، ان میں جس حد تک اصلاح ہو سکے، (ہو جائے۔)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ

۱۹۶۸ء کی روداد میں موسیٰ جار اللہ کی ایک تحریر شامل تھی۔ ۱۹۹۵ء آتے آتے ان کے بارے میں کچھ مواد اور مل گیا جو ضمیمہ کے طور سے دیا جا رہا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ موسیٰ جار اللہ

ترتیب و ترجمہ: عبدالحمید برالیشق
ڈاکٹر محمد خالد مسعود

قدیم نصاب اور اسکی اصلاح کے بارے میں چند خیالات

یہ علامہ موسیٰ جار اللہ (م ۱۹۴۹ء) کی ایک نادر تحریر ہے جو انہوں نے الموافقات کے مقدمے کے طور پر شائع کی تھی (دیکھئے حاشیہ نمبر ۱۳)۔ یہ تحریر مدت سے نایاب تھی۔ اب ۱۹۹۰ء میں امام شاطبی کی الموافقات کے ترکی ترجمے کے ساتھ دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ ہم جناب عبدالحمید برالیشق کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اس کا ترکی سے اردو میں ترجمہ کر کے اردو قارئین کو الموافقات کی اہمیت اور علامہ موسیٰ جار اللہ کے افکار سے روشناس کرایا۔

علامہ موسیٰ جار اللہ جن کے مختصر سوانح حاشیہ نمبر ۱ میں ملاحظہ فرمایئے' بیسویں صدی کی ایک نہایت ہی دردمند اور فعال شخصیت تھے۔ بہت سی باتوں میں ان کی جمال الدین افغانی سے مشابہت پائی جاتی ہے۔ عالم اسلام کی سیاحت نے ان کے زاویہ نظر کو مزید وسعت دی تھی۔ افغانی کی طرح اصلاح و تجدید اور علوم اسلامی کی عصری تقاضوں سے ہم آہنگی کے لئے ساری عمر کوشاں رہے۔ اپنے زمانے کے فکری جمود کو توڑنے کے لئے انہوں نے تحریر اور استدلال میں ایک خاص اسلوب اختیار کیا جو قاری کو جھنجھوڑ کر اسے نئے مسائل پر غور کے لئے مجبور کرتا تھا۔ زیر نظر تحریر اسی اسلوب کا نمونہ ہے۔

روس کے مسلمانوں کی فکری اصلاح اور دور جدید میں ان کے نئے کردار سے آگاہی کے لئے انہوں نے تصانیف کا ایک سلسلہ شروع کیا جو ترکی زبان میں لکھی گئیں اور عصری مسائل پر جدید نقطہ نظر کے لئے دعوت فکر دیتی تھیں۔

آپ کی تصانیف کی فہرست (حاشیہ نمبر ۱) پر ایک نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ نئے دور کے تقریباً تمام اہم سیاسی' معاشی' قانونی اور سماجی مسائل کا آپ نے اسلامی نقطہ نظر سے حل پیش کیا۔ آج پاکستان میں تقریباً وہی مسائل زیر بحث ہیں۔ اگر علامہ کی تصانیف اردو میں ترجمہ ہو جائیں تو جدید مسائل پر تحقیق کرنے والوں کی رہنمائی کیلئے بہت مفید ثابت ہوں گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

—— جو شخص بھی علوم اسلامیہ کی تاریخ کا بنظر عمیق غیر جانبدارانہ مطالعہ کرتا ہے تو وہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اہل اجتہاد کے اجتہادات کتنے ہی لائق تحسین ہوں لیکن شریعت کے بنیادی علوم پر ارباب تالیف کی تصنیفات پوری طرح تسلی بخش نہیں ہیں۔

اس سلسلے میں' میں یہاں عربی زبان کے ادبی و بلاغی پہلو کا جائزہ لوں گا نہ قرآن حکیم کی ادائیگی (تجوید و تلاوت) کے متعلق علوم کا' بلکہ میں تفسیر' حدیث' فقہ' اور اصول فقہ جیسے اسلامی شرعی علوم کے متعلق اپنے خیالات کا مختصراً اظہار کروں گا۔

عالم اسلام میں مفسرین نے بے شمار تفسیری سرمایہ چھوڑا ہے مگر ان کی کوششیں عربی زبان دانی یا تفسیری روایات کے "طرق" تک ہی محدود رہیں' جبکہ ایسی کوئی تفسیر موجود نہیں جو عالم بشریت کی تمدنی زندگی کا رہنما ہونے کی حیثیت سے منزل من اللہ قرآن کریم کے عملی اسلوب پر روشنی ڈالنے کے ساتھ ساتھ اس کی تعلیمات کے معاشرتی پہلوؤں پر بھی زور دے۔ میرے اس دعوی کا ثبوت طبری (۵) 'کشاف (۶) ' بیضاوی (۷) اور رازی (۸) جیسی تفاسیر کے مندرجات ہیں جو عالم اسلام کی سب سے معتبر تفاسیر ہیں۔

یہ باتیں میں ان مفسرین کی تنقیص کے لئے نہیں کہہ رہا' میں تو ہمیشہ مافرطنا فی الکتاب من شیئی (۹) جیسی صفات سے متصف قرآن حکیم کی غیرمحدود وسعتوں کا داعی رہا ہوں۔ عالم طبیعیات سے متعلق بہت سی آیات جن کا مفہوم ابھی تک حل نہیں ہوا' میرے اس دعوی کا ثبوت ہیں۔ ان آیات کے ذکر سے قطع نظر متعدد آیات اور بھی ہیں جن کے فقہی احکام کی تفسیر کماحقہ نہیں کی گئی۔

آیات کے واضح عربی زبان میں اور اس کے ساتھ ساتھ آسان ہونے کے باوجود' ان کی تفسیر میں جس قدر اختلاف موجود ہے کیا وہ میرے اس دعوی کو ثابت نہیں کرتا؟

سود جیسے اقتصادی مسائل' شوری اور انتظام سلطنت جیسے سیاسی معاملات' تحریم خمر کی طرح انسانی زندگی کے نفع و نقصان سے تعلق رکھنے والے مسائل اور نکاح و طلاق جیسے عائلی مسائل سے متعلق آیات کی تفسیر میں مفسرین کی کوتاہیوں کی بہتات کیا میرے دعوی کا قوی ثبوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دلیل نہیں ہے؟

عقائد سے متعلق قابل احتمال آیت پر متکلمین کی بے باکانہ طبع آزمائی' ایک آیت سے زیادہ تر دو متضاد دلائل لے کر آنا' "کیا معدوم شئے کا وجود ہے؟" جیسے غیر اہم مسائل پر بے شمار دلائل دینا لیکن "غایت وجود" جیسے اہم مسائل سے تعلق رکھنے والی آیات پر باوقار سکوت' کیا میرے دعوی کی تائید نہیں کرتا؟

یہ سب باتیں کسی کی ملامت کے لئے نہیں بلکہ حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے کہہ رہا ہوں۔ ہمیں اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آخر ہماری تفاسیر اس طرح کیوں ہوتی ہیں؟

تفسیر کے بعد عالم اسلام میں سب سے اہم علم' علم حدیث ہے کیونکہ حدیث ایک طرف تو ہمارے لئے قرآن حکیم کی تعلیمات کو واضح کرتی ہے اور دوسری طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان افعال' اقوال اور احکام کو ہم تک پہنچاتی ہے جو انسانی زندگی کی فلاح کے ضامن ہیں۔ علمائے اسلام نے اس اہم ترین علم کی جس طرح خدمت کی ہے' آیئے حقیقت کو آشکار کرنے کے لئے اس کا ایک غیر جانبدارانہ جائزہ لیتے ہیں۔

بے شک علمائے اسلام نے احادیث کی اسناد کے بارے میں گرانقدر اور اہم خدمات سرانجام دی ہیں یعنی انہوں نے روایات کی کیفیت' راویوں کے تقوی اور عدالت جیسی خصوصیات کو زیادہ اہمیت دی۔ ظاہر ہے کہ محدثین نے جمع احادیث میں کوتاہی نہیں کی۔ صحیح اور ضعیف یا موضوع حدیث کی تمیز میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ اس پہلو سے اگر کوئی شخص علمائے حدیث کی خدمات کا جائزہ لے تو وہ اسے تسلی بخش پائے گا۔ لیکن اگر کوئی شخص انسانی زندگی میں حدیث کی اہمیت اور عملی میدان میں اس کے اثرات پر نظر دوڑاتا ہے اور اسے اس میں کوئی کمی محسوس ہوتی ہے تو ہم اس کی تردید نہیں کر سکتے۔ لہذا جو شخص کتب حدیث کا مکمل طور پر مطالعہ کرتا ہے' اور ابواب اور احادیث سے مستنبط استدلال کا موازنہ کرتا ہے تو اسے بہت اہم معلومات کے ساتھ ساتھ جو تعداد میں بہت کم ہیں' بے شمار غیر اہم اور معمولی چیزیں نظر آتی ہیں۔ معاشرتی زندگی کے مسائل کے اصل الاصول یا علمی سوچ بچار کے ارتقاء کے لئے رہنما حیثیت کے حامل اہم مسائل' کتب حدیث کے ابواب میں مفقود ہیں۔ البتہ ان احادیث میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ابتداء وحی کی کیفیت" جیسے مسائل اور اخلاقی فضائل سے متعلق مباحث اس مذکورہ بالا عموم سے مستثنیٰ ہیں۔

مزید برآں کتب احادیث کے مولفین نے بہت مبالغہ سے بھی کام لیا ہے۔ ان لوگوں کے پیش نظر احادیث سے زیادہ سے زیادہ مسائل کے استنباط کا رجحان تھا چنانچہ اس غرض کے لئے انہوں نے نبی اکرمؐ کے فرمودات سے بہت سی غیر اہم اور معمولی چیزوں کا بھی استنباط کیا۔ احادیث سے اہم اور ضروری مسائل اخذ کرنے کے ساتھ اس کام کی ثانوی حیثیت ہوتی تو زیادہ سودمند ہوتا لیکن متاخرین نے احادیث کے اہم اور ضروری پہلوؤں پر تو سکوت کیا ہے لیکن غیر اہم مسائل پر بہت توجہ دی اور ان کے بارے میں بہت جدوجہد کی ہے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ کسی کی غلطی تلاش کرنے کی بجائے اس غلطی کے اسباب کا کھوج لگانا ضروری ہے' لہٰذا غور طلب پہلو یہ ہے کہ ہماری کتب حدیث کیوں اس طرح ہیں؟

تفسیر اور حدیث کے بعد تیسرا درجہ علم فقہ کا ہے۔ چونکہ یہ علم' قرآنی آیات اور احادیث رسول سے استدلال کرتا ہے' اس لئے اس کا درجہ ان دونوں کے بعد ہے مگر انسانی زندگی میں اہمیت کے اعتبار سے متقدم ہے کیونکہ تمام مسلمانوں کے دعوی اور ایمان کی بنیاد یہ ہے کہ قرآن کریم قیامت تک تمام انسانیت کے لئے مقدس کتاب ہے۔ یہ دعوی بلاشک و شبہ صرف علم فقہ کی تکمیل اور اس کی انسانی زندگی سے مطابقت ثابت کرنے سے حاصل ہو گا۔

جب تک اسلام کے اصول دنیا کے تمام اصولوں سے اعلی ثابت نہیں ہوتے اور فقہ اسلامی انسانی زندگی کے لئے عادل اور مکمل حقوق دینے والا نظام نہیں مہیا کرتی تو ہمارا یہ عقیدہ اور ایمان بے بنیاد اور ہمارا دعوی زبانی' کلامی رہے گا۔

رسالت کا ثبوت معجزہ فراہم کرتا ہے۔ لیکن یہ اعجاز صرف قرآن کے ربط و نظم سے ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ حقیقی اعجاز قرآن کے مطالب میں ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم کے اعلی ترین اصول اور شرعی فقہی علوم' انسانی زندگی کے لئے مناسب ترین اور مکمل ترین قانون ہونا چاہئیں ورنہ قرآن حکیم میں معنوی لحاظ سے بھی اعجاز ثابت نہیں ہو سکتا۔

کیا ہماری کتابوں میں مدون فقہی علوم' قرآن حکیم کی اس معجزانہ حیثیت کا ثبوت فراہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں ؟ کیا ان میں پوری انسانیت کے لئے قیامت تک مناسب ترین اور منصفانہ قانون کی وسعت پذیری اور لچک موجود ہے؟

کیا انسانی زندگی کے روزمرہ مسائل اور ہر صدی میں پیش آمدہ مسائل کا حل اور جواب ہماری مسلکی کتابوں میں موجود ہے؟ ۔ اسلام سے بے حد محبت اور عقیدت مجھے مجبور کر رہی ہے کہ ان سوالات کا جواب " نہیں قطعاً نہیں" کہہ کر دوں ۔ اس جواب کا محرک علوم فقہ پر تنقید اور اسے ہدف ملامت ٹھہرانا نہیں، بلکہ اسلام سے محبت ہے۔

علوم فقہ میں "عبادات" پر ایک حد تک مکمل اور مفصل کام کیا گیا، مگر معاملات میں معاشرتی و انفرادی حقوق اور اس کے ساتھ ساتھ انتظامی امور سے متعلق خصوصیات اور احکام پر مدون شدہ فقہی علوم میں ابھی اتنا کام نہیں ہوا ہے، یہی نہیں بلکہ کتب فقہ کے بعض ابواب میں جو کچھ ہے اسے عملی جامہ پہنانا بھی ناممکن ہے اور اسلام کے نظریہ عدل سے بھی متصادم ہے۔

میرا عقیدہ ہے --- اور یہی سارے مسلمانوں کا عقیدہ ہے --- کہ اسلامی فقہ انسانی زندگی کے لئے مناسب ترین قانون اور اس کے ساتھ ساتھ خالص عدل پر مبنی نظریہ پر تشکیل دیا گیا مکمل ترین نظام ہونا چاہئے تھا۔

لیکن ہمارے علوم فقہ اس طرح کیوں ہیں؟

تفسیر، حدیث اور فقہ جو کہ آپس میں اصل اور فرع کی حیثیت رکھتے ہیں، عملی طور پر ان کے غیر تسلی بخش ہونے کی کیا وجہ ہے؟

اس میں شک نہیں کہ نعوذ باللہ یہ خامی قرآن کریم اور سنت نبوی ؐ جیسے شرعی مصادر میں نہیں ہے بلکہ یہ ان سے بالکل الگ چیز میں ہے۔ حقیقت میں ہر مومن کا ایمان ہے کہ قرآن حکیم اور سنت نبوی ؐ شریعت کی اساس ہیں۔

پھر آخر یہ خامی کہاں سے آئی ؟ میرے نزدیک یہ خامی قرآن حکیم اور سنت نبوی ؐ سے اخذ کردہ شریعت کے بارے میں ہمارے نقطہ نظر میں ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس خرابی کی بنیاد "اصول فقہ" کے بارے میں ہمارا طریق فکر ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب بنیادی فقہی اصولوں پر بحث کی جاتی ہے تو شرعی ادلہ کا دو پہلوؤں سے جائزہ لیا جاتا ہے ۔ ایک حصے میں منزل من اللہ احکام اور دوسرے حصے میں لوگوں کا ان کو قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا دیکھا جاتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اصول فقہ دو قسموں یعنی قسم ادلہ اور قسم احکام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم میں اکثر مؤلفین عموماً اربعہ' یعنی کتاب اللہ' سنت رسول' اجماع اور قیاس پر بحث کرتے ہیں ۔ کتاب اللہ کی بحث میں بنیادی امور عربی لغت اور اس کے متعلقہ موضوعات یعنی کلمہ کی وضع' دلالت' استعمال اور فہم مد نظر ہوتے ہیں۔ اس بناء پر کتاب اللہ سے متعلق بحث میں موضوعات صرف "دلالۃ الایہ" اور فہم معانی ہوتے ہیں۔ جبکہ مؤلفین کتب حدیث کے نزدیک سنت کی بحث میں عموماً عربی عبارت اور الفاظ کو اتنی بھی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ کتاب اللہ میں اس پر کی گئی بحث کی وجہ سے یہاں اس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی۔ یہاں بنیادی بحث سنت اور روایت کی سند پر کی جاتی ہے۔ کبھی کبھی تعارض الحدیث پر بھی بحث ہو جاتی ہے لیکن جیسا کہ آپ جانتے ہیں اس سے سنت کی دلالت میں لچک اور وسعت نہیں آتی۔

اس کے بعد اجماع پر بحث ہوتی ہے۔ اس حصے میں اجماع کے معنی اور اس کی حجیت اور اس کے درجات پر بحث کی جاتی ہے۔ اجماع کسی مسئلہ کے حل اور ثبوت کے لئے خود حجت نہیں ہے بلکہ ایک حکم اور مسئلہ کے بارے میں اختلافات کو ختم کرنے کا ایک ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ اس کے باوجود علمائے اصول' اجماع کو ایک دلیل (ماخذ) بلکہ سب سے اہم دلیل کی حیثیت دیتے ہیں۔ قانون وضع کرنے میں اجماع ایک بنیادی کردار ادا کر سکتا ہے مگر اہل اصول اسے چنداں اہمیت نہیں دیتے (۱۰) ۔ اہل اصول کی اس کوتاہی کے سبب انسانی زندگی کی ترقی سے مناسبت رکھنے والا اسلام لچک اور وسعت حاصل کرنے سے کوسوں دور رہتا ہے۔ چنانچہ ہمارے اصول فقہ جیسے ایک ہزار سال پہلے تھے اب بھی ویسے کے ویسے ہی ہیں ۔

کتب فقہ میں اجماع کے بعد قیاس کا درجہ ہے۔ قیاس کی بحث میں' کسی مسئلہ کو کتاب اللہ' سنت یا اجماع سے ثابت شدہ احکام اور دوسرے مسائل کے ساتھ پرکھنے کی شرائط کا ذکر کیا جاتا ہے' تاہم فقہی مسالک کے اختلافات اور قیاس کی شرائط و حجیت کے بارے میں مکمل اتفاق رائے موجود ہیں۔ اگر شارع نے کسی حکم کی علت بیان نہ کی ہو تو اس حکم سے دوسرے مسئلہ کے لئے مشترکہ علت (العلۃ المتعدیۃ) (۱۱) تلاش کرنا بے حد مشکل ہے۔ علاوہ ازیں علت پائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے کی شکل میں علیت وصف کی دلیل پیش کرنا بھی اسی طرح مشکل ہے اور اگر علیت کے احتمال ایک سے زیادہ ہوں تو اس وقت قیاس سے ہمیں سوائے اختلاف کے کچھ نہیں ملتا۔ نتیجتاً قیاس کی حجیت سے بھی اسلام لچک اور وسعت حاصل نہیں کر سکا۔ بہرحال اصول فقہ کا موضوع ادلہ شرعیہ میں صرف عربی زبان کی خصوصیت اور روایات کی اہمیت اور فوقیت ہی ہے۔ میرا گمان ہے کہ اہل اجتہاد کے اجتہادات بھی اکثر ان دو پہلوؤں تک ہی محدود ہیں۔ ایسے اصولوں پر قائم کئے گئے تفسیر' حدیث اور فقہ جیسے اہم شرعی علوم میں مذکورہ خامیوں اور کوتاہیوں کی بنیادی وجہ میرے خیال میں یہ ہے کہ مفسرین' تفسیر قرآن میں اپنا اپنا اسلوب اپناتے ہیں اور تشریح و استدلال کتب اصول سے اخذ کرتے ہیں۔ وہ قرآن کریم کے معانی کو عربی لغت اور روایت کے دو جہتی ڈھانچے تک ہی محدود رکھتے ہیں۔ اگرچہ فکر و عقل اور تدبر سے مزید معانی لئے جا سکتے ہیں لیکن وہ اس سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ چنانچہ کچھ آیات جو کہ شرعی احکام پر دلالت کرتی ہیں اور ان سے انسانی زندگی کے اصول و قواعد اخذ کئے جا سکتے ہیں' ان کی تشریح میں مفسرین صرف عموم' خصوص' عبارہ' اشارہ' محکم' مجمل جیسے عبارتی نظم کے طرق استدلال کو اہمیت دیتے ہیں۔ انسانی زندگی میں ان احکام کی اہمیت اور اثرات کو مدنظر رکھا نہیں جاتا۔ شریعت اسلام کے جمود اور ترقی نہ کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہے۔

مفسرین کی طرح محدثین نے بھی اپنے استدلال اور استنباط کی بنیاد کتب اُصول میں مروی اصولوں پر ہی رکھی ہے۔ احادیث میں عربی لغت کی بجائے روایت کے پہلو پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اور انسانی زندگی کے لئے قانون اور اہم ترین شرعی احکام کے لئے' جو کہ عبودیت بشری کا سب سے اہم مسئلہ بھی ہے' احادیث کی مختلف روایات سے دلیل لاتے ہیں۔ اس طرح ایک طرف تو یہ غلطی کی جاتی ہے کہ جو دلیل نہیں ہے' اسے دلیل بناتے ہیں اور دوسری طرف اس کے ذریعے قانون جیسی چیز حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ الفاظ کے اختلاف کے پیچھے پڑے رہتے ہیں اور چھوٹے مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ کے لئے بہت سی احادیث اور روایات کا ذکر کرتے ہیں۔ زیادہ اہم مسائل کے لئے حدیث موجود بھی ہو تو اس کا ذکر نہیں کرتے۔ اس روش کی وجہ شرعی ادلہ کو پرکھنے کا طریق کار ہے۔ انسانی زندگی کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی۔

محدثین نے احادیث اور مفسرین نے آیات کی تشریح میں اپنے افکار کو ہمیشہ کتب اصول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مذکور اصولوں کے مطابق رکھا ہے مگر قرآن نیز سنت کے اصل مقاصد اور انسانی زندگی کے لئے قانون کی حامل چیزوں کو اہمیت نہیں دیتے' کیونکہ ان کے اخذ کردہ اصولوں کی حدود اتنی وسیع نہیں ہیں۔

نظم کی دلالت اور روایت کی موجودگی خواہ کیسی ہی ہو علوم فقہ میں فقہاء اسے ہی زیادہ سے زیادہ مدنظر رکھتے ہیں اور ان پر شرعی علوم کی بنیاد رکھتے ہیں۔ اگر تلاش بسیار کے بعد روایت ملتی ہے یا کتب اصول میں بیان کئے گئے کسی اصول سے تاویل کرنا ممکن ہو تو گویا اس وقت نص کی دلالت مسئلہ کے اثبات پر ہوتی ہے مگر احکام کی دوسری تفصیلات کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ زندگی کے اکثر مسائل کے عملی پہلو کو بے حد اندھیرے میں رکھا جاتا ہے۔ ضروریات زندگی کے انتظامات اور تمدنی زندگی کی حاجات کو عموماً ذرہ برابر بھی اہمیت نہیں دی جاتی۔

ربا اور سود جیسے مسائل جو ابھی تک حل طلب ہیں' حلالہ اور متعہ جیسے مسائل [جن کے رواجی پہلو] اسلام کے چہرہ پر شرمناک دھبے ہیں اور شرعی حیلے جیسے مسائل جو اسلام اور اس کے ساتھ ساتھ قانون کا مذاق اڑانے والی چیزیں ہیں۔ کیا یہ میرے دعوے کی تائید نہیں کرتیں؟

کتب فقہ میں بڑی کاوش سے فرضی مسائل تشکیل دیئے جاتے ہیں لیکن معاشرتی نقطہ نظر سے اہم ترین مسائل پر چپ سادھ لی جاتی ہے یا بیان کرتے وقت ان کا حل نہیں پیش کیا جاتا۔ آپ کے خیال میں کیا یہ سب چیزیں میری باتوں کی شاہد نہیں ہیں؟

تہذیب و تمدن کے داعی اسلامی ممالک میں سے کسی میں بھی انتظامی امور کا شریعت اسلامیہ کے مطابق بندوبست کیوں نہیں ہو سکتا؟

پوری زندگی آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا مطالعہ کرنے والے' پانچ پانچ دس دس جلدوں پر مشتمل کتب فتاویٰ کے حافظ فقہاء' ملک و ملت کے انتظام کے لئے ضروری قوانین' اور اصطلاحات تیار کرنے کی استطاعت سے کیوں محروم ہیں؟

اسلامی ممالک' شریعت اسلامیہ کو پس پشت ڈالنے اور یورپی قوانین کو گلے سے لگانے کی ذلت کیسے برداشت کر رہے ہیں؟

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا یہ اپنی زبان حال سے پکار پکار کر نہیں کہہ رہے "ان (یورپی) جیسے مناسب قوانین شریعت اسلامیہ میں نہیں ملتے"۔ اگر واقعی یہ حقیقت ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ہمارے علوم فقہ نے ہمیں ان جیسے قوانین تیار کر کے نہیں دیئے اور نہ ہی اب دے رہے ہیں؟

میرے خیال میں ایسے تمام سوالات میں سے ہر ایک میرے دعوی کا ثبوت ہے' میں نیک نیتی' خلوص قلب اور پورے یقین سے اپنے دعوی کا دفاع کرتا ہوں۔ لیکن ----اللہ جانتا ہے ---- اسلامی علوم کی مذمت کے لئے نہیں بلکہ اس کے برعکس میں بے حد محبت اور پورے یقین سے اسلامی شریعت کی مدافعت کرتا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ہمارا قرآن حکیم مقدس ہے اور ایک معجزہ ہے۔ یہ ایک آسمانی کتاب ہے۔ اس کا اعجاز صرف اس کے نظم میں ہی نہیں بلکہ یقینی طور پر اس کے معنی میں ہے۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر قرآنی اعجاز سے مطابقت رکھنے والی اعجازی شریعت اسلامیہ عالم تمدن میں ایک بے مثل اور مکمل قانون کی حیثیت کی حامل کیوں نہیں ؟ علوم فقہ کو عالم اسلام میں کیوں قبول عام نہیں ملتا ؟

میرے خیال میں علوم شرعیہ خصوصاً علوم فقہ کی خامیاں ادلہ شرعیہ اور احکام شرعیہ کو مخصوص نقطہ نظر پر رکھنے کی وجہ سے یعنی اصول فقہ کے ایک خاص معیار کی وجہ سے ہیں کیونکہ عالم اسلام میں مروجہ اصول فقہ کی کتابوں کا اسلوب عموماً وہی ہوتا ہے جس کا ہم ذکر کر آئے ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی کتاب اللہ اور سنت رسول کے [illegible] شرعی مقاصد کا اجمالاً اور تفصیلاً تذکرہ نہیں کیا۔ اسلامی شریعت اور انسانی زندگی کے درمیان رابطہ اور تعلق کا ذکر مفقود ہے اور ضروریات زندگی کا مفصل اور عمیق تو کیا' اجمالی طور پر بھی بیان نہیں ہے۔ چنانچہ اصول فقہ کا دائرہ کار بے حد تنگ رہا ہے اور آج بھی فقہی علوم جوں کے توں ہیں جیسے ہزار سال پہلے تھے۔ (۱۴)

اگر ہمارا ایمان ہے کہ علوم فقہ کی جامع اور وسیع ترین تدوین اسلام کی رفعت و عظمت کے مطابق ہونی چاہیے تو ہمیں سب سے پہلے دو چیزوں کی ضرورت ہے۔

اولاً = مخلص اور آزاد فکر فقہاء جو کہ لازمی علوم اور معاصر فنی علوم سے بہرہ ور ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ثانیا = اصول فقہ جو کہ :

-- کتاب اللہ اور سنت کے تشریعی مقاصد

-- انسانی زندگی کی لازمی اور دوسرے درجہ کی ضروریات

-- حقوق اسلام کے مصادر اور نص کی دلالت

-- شریعت اسلامیہ اور انسانی زندگی کے بارے میں ائمہ اربعہ اور ان جیسے مجتہدین کے نقطہ نظر کی کسی تفریق و تحدید کے بغیر مکمل طور پر تشریح اور تفصیل بیان کر سکے۔

اگر ہمیں یہ دو چیزیں یعنی مخلص اور آزاد فکر فقہاء اور مذکورہ بالا صفات کے حامل اصول فقہ مہیا ہو سکتے تو ہم اعجاز اسلام کے مطابق شریعت کے حامل ہوتے یعنی عالم تمدن میں ایک بے مثل مکمل ترین قانون کے مالک ہوتے اور اس وقت ہم اس عالم تمدن میں قرآن کا اعجاز ثابت کر سکتے اور اسلام پر ہمارا ایمان خوف اور ڈر والا نہ ہوتا بلکہ بصیرت پر مبنی ہوتا۔

(قازان ۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ موسیٰ جار اللہ

علامہ موسیٰ جار اللہ (۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۵ء - ۱۳۶۹ھ / ۱۹۴۹ء) روس کے شہر روستوف میں ۶ جنوری ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد اخوند عبدالکریم جار اللہ علاقے کی معروف علمی شخصیت تھے۔ موسیٰ جار اللہ نے ابتدائی دینی تعلیم قازان کے مدرسہ گول بویو میں پائی۔ پھر ۱۸۹۵ء میں روستوف کے سرکاری مدرسے میں داخل ہوئے۔ اعلیٰ تعلیم استانبول اور قاہرہ میں پائی۔ مصر میں جن شخصیات سے ملاقات ہوئی ان میں مفتی محمد عبدہ خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ اسی عرصے میں حجاز اور برصغیر بھی گئے اور یہاں کی علمی شخصیات سے متعارف ہوئے۔ ۱۹۰۴ء میں واپس روس چلے گئے۔ ۱۹۰۸ء میں سینٹ پیٹرز برگ کی یونیورسٹی میں جدید قانون کا مطالعہ کیا۔

دوران قیام مسلمان ممالک کی سیاحت میں جہاں دوسری زبانیں سیکھنے کا موقع ملا وہاں عالم اسلام کے حالات سے بھی آگاہی ہوئی۔ اس سے ان کے افکار و خیالات میں بھی وسعت پیدا ہوئی۔ جب آپ نے تدریس کا آغاز کیا تو آپ کی [illegible] نیوں کی مخالفت ہوئی اور انھیں تدریسی ملازمت چھوڑنا پڑی۔ آپ مسلمانوں کی بیداری اور سیاسی جدوجہد میں دلچسپی لینے لگے۔ ۱۹۱۲ء میں ایک کتاب "اصلاحات کی بنیادیں" لکھی اور "التلمیذ" کے نام سے اخبار جاری کیا۔

۱۹۱۷ء میں روس میں اشتراکی انقلاب برپا ہوا تو علامہ اشتراکی رہنما لینن کے بہت قریب آ گئے۔ علامہ پیٹرز برگ یعنی لینن گراڈ میں روسی مسلمانوں کے امام تھے۔ تاہم اشتراکیت پسند مسلمان علماء کا دوسرے اشتراکیوں سے اسلامی تشخص کے مسئلے پر ہمیشہ اختلاف رہا۔ علامہ نے مسلمانوں کی دینی و ثقافتی خود مختاری پر زور دیا۔ لیکن چونکہ اس فکر کے ڈانڈے بین الاسلامیت اور وحدت مسلمین سے ملتے تھے اس لئے اسے قبولیت نہ ملی۔ ۱۹۲۱ء میں علامہ کو تاشقند میں گرفتار کر لیا گیا۔ تقریباً ایک سال بعد رہا ہوئے تو آپ نے تصنیف و تالیف کا کام اور زوروں سے شروع کر دیا۔ ۱۹۲۳ء میں انہوں نے "مبادیات اسلام" شائع کی تو پھر گرفتار ہوئے اور ماسکو جیل میں ڈال دیئے گئے۔ ان کی گرفتاری پر سارے عالم اسلام میں احتجاج شروع ہو گیا۔ چنانچہ تین ماہ کی قید کے بعد رہا کر دیئے گئے۔ ۱۹۲۶ء میں روسی مسلمانوں کے ایک وفد کے ساتھ مکہ مکرمہ میں موتمر عالم اسلامی کے اجلاس میں شرکت کی۔ اپنے وطن سے محبت اتنی تھی کہ بار بار ملک سے باہر گئے لیکن ہمیشہ واپس روس پہنچ جاتے تھے حتیٰ کہ فریضہ حج کے لئے بھی گئے لیکن اپنے وطن روس کو نہیں چھوڑا۔ تاہم حالات بتدریج بگڑتے گئے اور بالآخر ۱۹۳۰ء میں ہمیشہ کے لئے انہیں وطن چھوڑنا پڑا۔

علامہ ترکستان کے راستے روس سے ہجرت کر کے افغانستان آئے اور یہاں سے برصغیر میں آئے۔ برصغیر کے علماء میں سے مولانا عبیداللہ سندھی سے آپ پہلے سے واقف تھے۔ ۱۹۲۳ء میں ریشمی رومال کی تحریک کے سلسلے میں مولانا سندھی کابل اور وہاں سے ماسکو گئے تھے تو ان دنوں علامہ موسیٰ جار اللہ سے ماسکو میں ملاقات ہوئی تھی اور پھر پیٹرز برگ میں علامہ کے ہاں مہمان بھی رہے تھے۔ استانبول میں بھی دونوں حضرات کی ملاقاتیں رہی تھیں۔ مولانا سندھی ۱۹۲۶ء - ۱۹۳۹ء کے دوران حرم شریف میں مقیم تھے تب بھی علامہ موسیٰ جار اللہ ان سے ملتے رہے تھے۔ علامہ شاہ ولی اللہ کے فکر سے اسی وقت متعارف ہوئے تھے اور مولانا سندھی سے شاہ ولی اللہ کی بہت سی کتابیں سبقاً پڑھی تھیں۔ اسی عرصے میں مولانا سندھی نے شاہ ولی اللہ کے طرز فکر پر تفسیر قرآن "الہام الرحمٰن" علامہ کو املا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرائی تھی۔

۱۹۳۱ء میں علامہ موسیٰ جار اللہ کی ملاقات علامہ اقبال سے بھی ہوئی تھی۔ علامہ اقبال مؤتمر اسلامی کے اجلاس میں شریک ہوئے تو علامہ موسیٰ جار اللہ بھی مندوب تھے۔

۱۹۳۵ء میں علامہ موسیٰ جار اللہ روس سے ہجرت کر کے برصغیر آئے تو ان دونوں حضرات سے دوبارہ ملاقاتیں ہوئیں۔ اسی دوران انہوں نے جاپان اور چین کا سفر بھی کیا۔ جاپان میں توشی ہیکو ازتسو نے ان سے عربی اور علوم دین پڑھے۔ ازتسو بعد میں میگل یونیورسٹی میں استاد ہوئے۔ علوم قرآن، فلسفہ اور تصوف پر ان کی بیش قیمت کتابیں ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں دوسری عالمی جنگ شروع ہوئی تو حکومت برطانیہ نے علامہ جار اللہ کی سرگرمیوں کو مشکوک قرار دے کر پشاور میں قید کر دیا۔ تقریباً ڈیڑھ سال کی قید کے بعد نواب بھوپال کی کوششوں سے رہا ہوئے اور بھوپال میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ کچھ عرصہ بنارس میں بھی رہے۔ اس عرصے میں آپ کی صحت بالکل خراب ہو چکی تھی۔ ساری عمر سفر و سیاحت میں گزری تھی۔ جہاں جاتے کتابیں جمع کرتے اور جاتے ہوئے احباب کے پاس چھوڑ جاتے۔ اس طرح ان کا ذخیرہ کتب مختلف ملکوں میں بکھرا ہوا تھا۔ خصوصاً فن لینڈ، قاہرہ اور برلن میں خاصی تعداد میں کتابیں موجود تھیں۔ ان کا ارادہ تھا کہ ان ساری کتب کو ایک جگہ جمع کر کے انقرہ میں ایک مثالی درس گاہ قائم کی جائے۔ ۱۹۴۷ء میں ترکی گئے۔ عصمت انونو اور فوزی پاشا نے ان کو خوش آمدید کہا اور ان کے منصوبے کی حمایت کا وعدہ کیا چنانچہ۔ کتابوں کی طباعت کے سلسلے میں قاہرہ آئے ہوئے تھے کہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو وفات پائی۔

تصانیف

مصطفیٰ رحمی بلبن نے علامہ موسیٰ جاراللہ کی ۴۶ اور عثمان کشکی اوغلو نے ۵۱ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔

ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ الهام الرحمن فی تفسیر القرآن (مطبوعہ): کراچی: بیت الحکمت (ت ن)

۲۔ حروف اوائل السور (مطبوعہ): بھوپال: سنٹرل انڈیا پریس، ۱۹۴۳ء، لاہور: ۱۹۴۲ء

۳۔ فقہ القرآن الکریم، پیٹرز برگ، ۱۹۲۰۔ ۱۹۲۳ء

۴۔ تاریخ القرآن و المصاحف (مطبوعہ) سینٹ پیٹرز برگ، ۱۳۲۳ھ

۵۔ مقدمہ الموطا، قازان، ۱۹۱۰

۶۔ مقدمہ، الموافقات، قازان، ۱۹۰۹

۷۔ ناظمة الزهر ... قازان، ۱۹۱۱

۸۔ طیبة النشر فی قرآت العصر، قازان، ۱۹۱۱

۹۔ افادات الکرام فی شرح احادیث بلوغ المرام، قازان، ۱۹۰۶

۱۰۔ صحیفہ الفرائض، بھوپال، ۱۹۴۴

۱۱۔ القانون المدنی للاسلام، بھوپال، ۱۹۴۶

۱۲۔ نظام الخلافة الراشدة الاسلامیہ الیوم، بھوپال، ۱۹۴۶ء

۱۳۔ الصلوة والصیام فی طول اللیالی و الایام

۱۴۔ کتاب الزکوة (ترکی) پیٹرز برگ، ۱۹۱۶

۱۵۔ کتاب السنہ، بھوپال، ۱۹۴۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶- رسالہ فی تامین الحیاۃ والاملاک، بھوپال، ۱۹۴۴

۱۷- البنک فی الاسلام، قاہرہ، ۱۹۳۶

۱۸- ایام حیاۃ النبی الکریم، قاہرہ، ۱۹۳۵

۱۹- لم اعتبر الشرع فی رؤیۃ الاہلۃ، قازان، ۱۹۱۰

۲۰- نظام التقویم فی الاسلام، قاہرہ، ۱۹۳۵

۲۱- نظام النسئی عند العرب قبل الاسلام، قاہرہ ۱۹۳۵

۲۲- بنیادی اصلاحات (ترکی)، پیٹرز برگ، ۱۹۱۴

۲۳- صرف القرآن الکریم، بھوپال، ۱۹۴۴

۲۴- الوشیعہ فی نقد عقائد الشیعہ، لاہور: سہیل اکیڈیمی، ۱۹۷۹

۲۵- روسی مسلمانوں کو مشورہ (ترکی)، قازان، ۱۹۰۶

۲۶- اتفاق المسلمین (ترکی)، پیٹرز برگ، ۱۹۰۶

www.KitaboSunnat.com

Book No. 2094
Garden Town, Lahore

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

Madrasa System of Education
(Traditional Muslim Education) in India
&
Contemporary Challenges

Volume 1

* *Abdus Salam Khan*
* *Saeed Ahmad Akbarabadi*
* *Ikhlaq Ahmad*
* *Dr.Zakir Husain*
* *Syed Ausaf Ali*
* *S.A.A. Tirmizi*
* *Abdul Lateef Azmi*
* *Qazi Sajjad Husain*
* *Saeed Ansari*
* *M.S Agwani*
* *Syed Maqbool Ahmad*
* *Imtiyaz Ali Arshi*
* *Musa Jarullah*
* *Syed Manazir Ahsan Gilani*
* *Abdur Rahman Kashmiri*
* *Abdul Khaliq Naqvi*
* *Abdul Haleem Nadvi*
* *Nooruddin Ahmad*
* *Da'im Jalali*
* *Dr Abdul Aleem*
* *Abid Raza Bedar*

Khuda Bakhsh Oriental Public Library
Patna